تاریخِ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

الحاقِ جوناگڈھ

مصنّف

حبیبؔ لاکھانی

مترجم

شہناز لاکھانی

لاکھانی پبلی کیشنز

۱/۸۴۲، لاکھانی منزل مسجد روڈ، بہار کالونی، کراچی

تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

اِلحاقِ جُوناگڈھ

حبیبؔ لاکھانی

الحاق جوناگڈھ

تحقیق و تصنیف ______ حبیب لاکھانی

اردو ترجمہ ______ شہناز لاکھانی

سرورق ______ پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی

ریاست جوناگڈھ کا نقشہ ______ منشی دھوراجوی

طابع ______ پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی

صفحات ______ ۲۰۰ + ۳۲ + ۱۲ = ۲۴۴ مع دو نقشہ جات

اشاعتِ اول ______ مئی ۱۹۸۹ء

تعداد ______ ایک ہزار

ناشر:-

لاکھانی پبلیکیشنز ۱/۸۴ لاکھانی منزل
مسجد روڈ بہار کالونی، کراچی۔

قیمت ۴۵ روپے

کتاب ملنے کا پتہ:
عرفات پرنٹنگ پریس
کاغذی بازار کراچی

انتساب

نواب مہابت خانجی کے نام

جن کے ایک اہم تاریخی فیصلے نے کاٹھیاواڑ گجرات کے اُن لاکھوں مسلمانوں کو عزم و ہمت اور اعتماد کے ساتھ مملکت خداداد پاکستان ہجرت کے لئے آمادہ کیا جن کی آمد ملکی معیشت کے استحکام اور ترقی و خوشحالی کا باعث بنی۔

پیش لفظ

میں ریاست جوناگڑھ کا باشندہ نہیں ہوں اور دس بارہ سال پہلے تک مجھے جوناگڑھ کے معاملے سے کوئی گہری دلچسپی بھی نہیں تھی لیکن ۱۹۸۶ء میں جب میں نے پاکستان کی تخلیق اور ترقی" میں میمن برادری کے کردار کی تفصیلات پر مشتمل گجراتی تصنیف "پاکستان اور میمن برادری" کے لئے جب تحقیق شروع کی اس وقت مجھے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کی میمن برادری اور دیگر گجراتی مسلم اقوام کی پاکستان کی جانب ہجرت کا سب سے بڑا سبب پاکستان کی تخلیق نہیں بلکہ ریاست جوناگڑھ کا پاکستان سے الحاق اور اس سے مرتب ہونے والے ایسے نتائج تھے جو کسی کے خیال و خواب میں بھی نہ تھے۔

اس کے بعد میں نے میمن برادری سے متعلق دیگر معاملات کے علاوہ مسئلہ جوناگڑھ کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ میں نے اپنی مذکورہ پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب میں سے ستر صفحات میں پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کا الحاق، اس پر بھارتی قبضہ، کیانہ، بانٹوا کی لوٹ مار اور کاٹھیاواڑ۔ گجرات سے میمن برادریوں اور دیگر مسلمانوں کی ہجرت کی تفصیلات بیان کی تھیں۔ میمنوں کے علاوہ دیگر مسلمانوں پر الحاق جوناگڑھ کے کس قسم کے اثرات مرتب ہوئے تھے، انہوں نے کس طرح ہجرت کی اور اس کے بعد پاکستان کی معیشت کے استحکام اور ترقی میں میمن برادری اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تفصیلات مذکورہ کتاب کے

دیگر متعدد صفحات پر دی گئی تھی۔

اپنی اس کارکردگی کے بعد میں نے ایک مصنف کی حیثیت سے گجراتی مسلمانوں کے لئے اپنے فرض کی کم و بیش ادائیگی پر کچھ اطمینان محسوس کیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی مسئلہ جوناگڑھ کا مکمل پس منظر، کاٹھیاواڑ اور دیگر مقامات پر پیش آنے والے واقعات ان کے ردعمل اور نتائج کی حقیقت پسندانہ اور مکمل تفصیلات پر مبنی کسی کتاب کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

ورلڈ میمن فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی جناب عمر فاضل فاروق، کتیانہ کی میمن برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کتیانہ کی لوٹ مار اور بعض دیگر واقعات کے چشم دید گواہ رہے ہیں۔ وہ ہر سال ۹ نومبر کے دن گجراتی اخبارات میں الحاق جوناگڑھ اور اس کے نتائج کے بارے میں مختلف موضوعات پر مضامین قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ تین سال قبل اسی قسم کے ایک مضمون کے آخر میں انہوں نے لکھا تھا کہ مسئلہ جوناگڑھ کی تاریخ پر وقت کی گرد جمع ہو رہی ہے اور اس سے پیشتر کہ آئندہ دس پندرہ سالوں میں وہ مکمل طور پر اوجھل ہو جائے، کسی کو اس کی تفصیلات قلمبند کر لینی چاہیئے۔ اس وقت تک راقم الحروف میمن تاریخ کے موضوع پر چار کتابیں اور متعدد مضامین شائع ہو چکے تھے۔ جس میں سے "پاکستان اور میمن برادری" میں میں نے اس مسئلہ کا کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے مجھے مذکورہ بالا مضمون کے ذریعے یہ اہم فرض انجام دینے پر پُرزور اصرار کیا تھا۔ مجھے ان کا یہ مشورہ بڑی حد تک مناسب محسوس ہوا۔ اور میں نے اس پر عمل کرنے کا تہیہ کیا۔ ابتداء میں میرا ارادہ "پاکستان اور میمن برادری" کے .. صفحات کے علاوہ ابتداء میں پس منظر کا ایک باب اور آخر میں نتائج کے ایک باب کا اضافہ کر کے تقریباً ایک سو صفحات پر مشتمل ایک علیحدہ کتاب مرتب کرنے کا تھا۔ مذکورہ کتاب کے ذریعے مسئلہ جوناگڑھ کی کافی تفصیلات گجراتی قارئین کے سامنے پیش ہو چکی تھیں اس لئے میں نے اس نئی کتاب کو اردو میں ترتیب دینے کا فیصلہ کیا تاکہ گجراتی نہ جاننے والے قارئین بھی اس سے مستفیض ہو سکیں ان میں سے بہت سے افراد کو تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ ریاست جوناگڑھ پاکستان سے الحاق کرنے والی سب سے پہلی دیسی ریاست تھی اور اس وقت معلومات عامہ کی کتابوں اور ذہنی آزمائش کے پروگراموں میں اس ضمن میں ریاست بہاولپور کا نام لیا جاتا ہے جس نے چند مہینے کے منفی رویہ کے بعد پاکستان سے الحاق کیا تھا۔

۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو سقوط جوناگڑھ کو چالیس سال پورے ہونے کو تھے میں نے اس روز کتاب "الحاق جوناگڑھ" شائع کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے ۱۲ اگست سے کام شروع کر کے اس کو مکمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو نوے دن کی مہلت دی لیکن دیگر کاموں کی طرح میرا یہ کام بھی مقررہ مدت میں پایۂ تکمیل نہ پہنچ سکا۔

اس دوران میں نے اپنا ابتدائی مسودے کا باب جس میں ۲ جون ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء تک کے واقعات شامل کئے تھے۔ اردو کے معروف مصنف جناب راشد سعید کو دکھائے جن کی کہ اب تک چھیالیس تصانیف شائع ہو چکی ہیں انہوں نے اس باب کو پڑھنے کے بعد مجھ سے کہا کہ میرا مطالعہ اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن ریاست جوناگڑھ اور اس کے نواب کے بارے میں ایک دو باتوں کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس باب میں آپ نے بتایا ہے کہ ریاست جوناگڑھ کے آخری وزیر اعظم سر شاہنواز تھے اور ریاست نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا تھا اور اسی طرح بہت سی باتیں میرے لئے بالکل نئی ہیں۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ سو صفحات پر مشتمل کوئی کتاب لکھنے کی بجائے اس قسم کی ایک جامع کتاب لکھیں جس میں کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہو۔ اور اس کتاب کو مکمل اور مستند بنانے کے لئے جوناگڑھ کے بارے میں مزید تحقیق کر کے اس کی از سر نو تصنیف کریں۔

میں نے ان کے مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ "پاکستان اور میمن برادری" کی تصنیف کے وقت میں نے اس موضوع پر جو وسیع تحقیق کی تھی۔ اس کی بہت سی تفصیلات کو میں نے مذکورہ کتاب میں شامل نہیں کیا تھا۔ ان تفصیلات کے علاوہ

میں نے اس موضوع پر مزید تصانیف اور مضامین کا مطالعہ کیا۔ مزید افراد سے ملاقاتیں کیں اور نئے سرے سے کتاب لکھنے کی ابتدا کی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ سانحہ جوناگڑھ کے بارے میں آخری چالیس سالوں میں دو چار چھوٹے کتابچوں کے علاوہ ایک اردو کتاب اور ایک گجراتی سیریل شائع ہو چکی ہیں۔ جوناگڑھ کے باشندے ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ نے ۱۹۷۲ء میں حیدرآباد سندھ سے "جوناگڑھ" نامی ایک اردو کتاب شائع کی تھی جو چار سو صفحات پر مشتمل تھی۔ جوناگڑھ کے ہی ایک باشندے جناب محمد علی "فگار" ترمذی نے کراچی کے روزنامہ "ملت" گجراتی میں ۱۹۸۶ء تا ۱۹۸۸ء میں "الحاق جوناگڑھ" کے نام سے پینتیس حصوں پر مشتمل ایک سیریل شائع کی تھی۔ ان دونوں مصنفین نے ریاست جوناگڑھ اور نواب صاحب کے لئے گہری وفاداری اور وابستگی کے جذبہ کے ساتھ اپنی تصانیف تیار کی تھیں۔

تاریخ کے کسی ایک ہی موضوع پر کتابیں لکھنے والے مصنفین کے پاس تحقیقاتی مواد کم و بیش ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ، جناب "فگار" ترمذی اور راقم الحروف کے پاس بھی حوالہ جات کے لئے کم و بیش یکساں کتابیں ہیں۔ پھر بھی مثلاً جوناگڑھ کی اقوام متحدہ میں بحث کے بارے میں جو انگریزی دستاویز میں نے حاصل کئے تھے وہ میں بیس سال کے عرصہ کے بعد حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ نے ان دستاویز کو تقریباً مکمل طور پر اپنی کتاب کے آخری ڈیڑھ سو صفحات میں شائع کیا ہے۔ میں نے انہی کے حوالے سے اپنی اس کتاب کا گیارھواں باب "اقوام متحدہ میں" مرتب کیا ہے۔ جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔

ریفرنس کی کتابوں کی کم و بیش یکسانیت کے باوجود میں نے مزید ذرائع استعمال کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

(۱) جوناگڑھ کی عارضی حکومت کے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے موگٹ لال پاریکھ اور رتو بھائی کوٹھاری کی سقوط جوناگڑھ کے فوراً بعد شائع ہونے والی تصانیف "جوناگڑھ، تیرا آل کا سفر" (گجراتی)، اور "جوناگڑھ کا عوامی انقلاب" (گجراتی)، ان دونوں کتابوں میں عارضی حکومت کی تشکیل، اس کی جنگی تیاریاں، ریاست جوناگڑھ کے مختلف گاؤں پر اس کا قبضہ، سردار پٹیل اور شامل داس گاندھی کی مکمل تقاریر وغیرہ کی تفصیلات شامل ہیں۔ یہ دونوں تصانیف مجھے جناب عمر فاضل فاروقی سے دستیاب ہوئیں۔

(۲) اس وقت کے مسلم ملکیت کے گجراتی اخبارات اور جرائد کی فائلیں جو میمن ویلفیئر سوسائٹی کی "امجد قمر" کے نزدیک واقع میمن ریفرنس لائبریری میں دستیاب ہیں۔

(۳) اس کتاب میں بیان کئے گئے واقعات کے رونما ہونے کے وقت ان واقعات پر موجودہ افراد کی ملاقاتیں۔

"پاکستان اور میمن برادری" کی تصنیف میں بھی میں نے ان تمام ذرائع کا استعمال کیا تھا۔ اس کتاب میں کاٹھیاواڑ میں رونما ہونے والے واقعات اور کراچی میں مہاجرین کے لئے امدادی کاروائی تفصیل سے بیان کی تھی۔ میری اس وقت کی تحقیق اتنی جامع ثابت ہوئی کہ اس کتاب کے ستر میں سے پچپن صفحات اس نئی کتاب میں تقریباً جوں کے توں شامل کر دیئے گئے ہیں جبکہ باقی پندرہ صفحات زیادہ تفصیل اور نئے انداز کے ساتھ ترتیب دیئے گئے ہیں۔

ہر مورخ اپنے منفرد طرز تحریر، انداز بیان اور مخصوص رجحان کا حامل ہوتا ہے میں اپنی طرز تحریر اور انداز بیان کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کتاب کا ہر واقعہ غیر جانبداری اور بغیر کسی تعصب کے لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر واقعہ کو جس طرح وہ رونما ہوا تھا حقیقت پسندانہ طرز اور بغیر کسی تعریف و تنقید کے پیش کیا ہے۔ اس موضوع پر میرے اپنے خیالات مزید ہیں جنہیں میں نے اس کتاب کے صرف آخری باب میں پیش کئے ہیں۔

مسلہ جوناگڈھ کے بارے میں اردو میں ایک معلوماتی اور تفصیلی کتاب لکھنے کے لیے میری حوصلہ افزائی کرنے پر میں جناب راشد سعید کا مشکور ہوں انہوں نے اس کتاب کے مسودے کی بھی کچھ اصلاح کی ہے اس کتاب کی تحقیق وتصنیف کے ابتدائی دور میں جناب عصمت پٹیل اور جناب گھائل کتیانوی نے تعاون کیا تھا میری بعض دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب کے اصل گجراتی مسودے کو پڑھنے کے بعد مفید مشورے دینے کے لئے میں اپنے دوست جناب اسحق امریلیا کا بھی ممنون ہوں اس کتاب سے منسلک بہت سے امور میں میرے خاندان کے افراد نے عملی تعاون کیا ہے۔ اس کتاب کی کتابت، چھپائی اور اشاعت کی تمام تر ذمہ داری سے مجھ کو بری کرنے کے لئے میں جناب عثمان عمر باٹلی والا کا بے حد ممنون ومشکور ہوں۔ میمن نیوز کے مدیر جناب محمد صدیق پولانی کی رہنمائی بھی مجھے ہر موقع پر حاصل رہی ہے۔

اردو میں اشاعت کی یہ میری پہلی کاوش ہے۔ اور اس وجہ سے اس میں کچھ خامیوں کا رہ جانا فطری طور پر لازم ہے جس کے لئے میں قارئین اور ناقدین سے معافی کا طلبگار ہوں۔

گجراتی مسلمانوں نے مسلم لیگ کے لئے اور پاکستان کی تخلیق و ترقی میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تاریخ کا کچھ حصہ گجراتی میں مرتب ہو چکا ہے لیکن اردو میں اس سلسلے میں شاید ہی کچھ لکھا گیا ہو۔ "الحاق جوناگڈھ" کو اگر کامیابی حاصل ہوئی تو پھر پاکستان کی تاریخ کے ساتھ منسلک بعض فراموش شدہ ابواب کو انشاءاللہ، ہم وطنوں کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء حبیب لاکھانی

۸۴/۱ بہار کالونی

کراچی

فہرست

صفحہ

باب اوّل

آغاز داستان ۳

تاریخ کے آئینے میں ۵ تا ۱۶

ریاست جوناگڈھ ۵ — جزیرہ نما کاٹھیاواڑ ۶ — جوناگڈھ کا قدیم تاریخ، سومناتھ کا مندر ۸ — بیر جمیل شاہ ۹ — یادگار اشوک ۱۰ — کشترپ، گپت ولبھی ۱۱ — راجپوت دور حکومت ۱۱ — سومناتھ کی بت شکنی ۱۲ — تغلق کا غارو ۱۳ — محمود بیگڑا کی فتح ۱۳ — سلطانی دور حکومت ۱۴ — مغلیہ دور حکومت ۱۵ —

باب دوئم

بابی خاندان کی حکومت ۱۷ تا ۳۷

بابیوں کے آباؤ اجداد ۱۷ — املی کے پر شتے ۱۸ — رادھن پور - بالا سینور - بانٹوا ۱۹ — دیوان امرجی ۲۰ — انگریزوں کے ساتھ معاہدہ ۲۱ — ترقی پسند نوابین ۲۳ وانار کی یادیں ۲۴ — بہاؤالدین کالج ۲۵ — نواب مہابت خانجی ۲۷ — ترقی اور اصلاحات ۲۸ — تجارتی خوشحالی ۲۹ — کیتانہ کی خوشحالی ۳۱ — صنعت کاری ابتدا ۳۲ — ذاتی کردار ۳۳ — عدالتی نظام ۳۳ — نظام حکومت ۳۴ — مذہبی مقامات کو امداد ۳۵ — حوالہ جات

باب سوئم

دیسی ریاستیں ۳۸ تا ۵۳

مقام اور اہمیت ۳۸ — حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات ۳۹ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی ۴۰ — اعلان آزادی کے بعد ۴۱ —

پاکستان کے ساتھ منسلک ریاستیں ۴۵ — رادھن پور ۔ پالن پور ۴۷ — جودھپور
جیسلمیر ۔ کپورتھلہ ۴۵ — بہاولپور ۔ خیرپور ۴۷ — قلات اور دیگر ریاستیں ۴۸
بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں ۴۸ — تراون کور ۔ بھوپال ۔ رام پور ۴۹
چھتیس گڑھ کا معاملہ ۵۰ — تین مستثنیات ۵۱ — حیدرآباد پہ قبضہ ۵۲
کشمیر کی کہانی ۵۲ — حوالہ جات

باب چہارم

الحاق جوناگڑھ

۵۴ تا ۷۱

نواب کی خواہش ۵۴ — سر شاہنواز بھٹو ۵۵ — قائداعظم کی یقین دہانی ۵۶
اسلام کی خاطر قربانی ۵۷ — دہلی کی طرف سے دباؤ ۵۷ — الحاق کا اعلان ۵۸
جشن پاکستان ۶۰ — مینن برادری کا مطالبہ ۶۱ — مخالفت کی ابتدا ۶۳ — تباہی کی
دھمکی ۶۳ — نعرۂ جنگ ۶۴ — ناکہ بندی کے اثرات ۶۶ — حکمرانوں کی مخالفت ۶۸ —
بربادی کا انتباہ ۶۸ — نواب کی ثابت قدمی ۶۹ — اعلان تسلیم ۷۰ — حوالہ جات

باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

۷۲ تا ۹۱

دہلی میں تشویش ۷۲ — ماؤنٹ بیٹن کی الجھن ۷۳ — فوجی محاصرہ کا فیصلہ ۷۴
بھارت کی برہمی ۷۵ — قائداعظم کا انتباہ ۷۵ — مینن جوناگڑھ میں ۷۶ — جے
سومناتھ ۷۷ — کوٹ اسارا ۔ آستینیں چڑھائیں ۷۸ — گاندھی جی کا آشیرواد ۷۹
عارضی حکومت کا قیام ۷۹ — راجکوٹ کی راہ ۸۰ — جوناگڑھ ہاؤس پر قبضہ ۸۱
بابریاواڑ کا معاملہ ۸۳ — بھارتی افواج کی ہچکچاہٹ ۸۴ — غیر جانبداری کا خاتمہ ۸۵
تین اہم واقعات ۸۶ — حکومت بھارت کا بیان ۸۶ — لیاقت علی خان کی برہمی ۸۶
شطرنج کا کھیل ۸۷ — دونوں ممالک کی تباہی کا خطرہ ۸۸ — نہرو کا اندیشہ ۸۹ —

کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج ۹۰ — حوالہ جات

باب ششم

دو محاذوں کی کہانی

۹۲ تا ۱۰۵

جوناگڑھ اور کشمیر ۹۲ — مانادر پر قبضہ ۹۳ — کشمیر کے حالات ۹۴ —
دسہرہ کے روز ۹۵ — کبڈی کا کھیل ۹۶ — قبائلیوں کی پیش قدمی ۹۷ — بھارتی
افواج کی آمد ۹۷ — پاکستانی کمانڈر کا انکار ۹۸ — نواب صاحب کی روانگی ۹۹ —
قائداعظم کے نام پیغام ۱۰۰ — رہنمائی کا فقدان ۱۰۱ — مزید گاؤں پر قبضہ ۱۰۲ —
بھاونگر اور گائیکواڑ کی مخالفت ۱۰۳ — مجاہد کا جہاد ۱۰۴ — حوالہ جات

باب ہفتم

سقوط جوناگڑھ

۱۰۶ تا ۱۲۳

مانگرول میں بھارتی بحریہ ۱۰۶ — بابریاواڑ کا قبضہ ۱۰۷ — بانٹوا ۔ سردارگڑھ ۱۰۸ —
نگٹ میں بغاوت ۱۰۸ — ۱۰ گاؤں پر قبضہ ۱۰۹ — شاہنواز کو ٹیلیگرام ۱۰۹ — کیشود
پر حملے کی تیاریاں ۱۱۰ — نوابی جوناگڑھ کے آخری ایام ۱۱۲ — ماؤنٹ بیٹن سے پردہ
پوشی ۱۱۳ — قبضہ سنبھالنے کی درخواست ۱۱۵ — آخری ٹیلیگرام ۱۱۶ — بھٹو کی روانگی ۱۱۶
آخری کارروائی ۱۱۷ — ۹ نومبر کی شام ۱۱۸ — نہرو ۔ لیاقت ٹیلیگرامز ۱۱۹ — بھارتی مسلمان
گنہگار ہیں ۱۲۰ — سردار پٹیل کی دھمکیاں ۱۲۱ — امداد نہ بھیجنے کے اسباب ۱۲۲ —
حوالہ جات

باب ہشتم

کتیانہ اور بانٹوا کی تباہی ۱۲۲

عارضی حکومت کو کمک ۱۲۲ — بانٹوا میں جھنڈا دونوں اور حسینی مرتضوی ۱۲۵ — بانٹوا میں لوٹ مار اور میمنوں کی ہجرت ۱۲۷ — کتیانہ پر حملہ ۱۲۹ — کتیانہ کی پہلی لوٹ ۱۳۰ — مزید دو لاکھ روپے کا مطالبہ ۱۳۲ — کتیانہ میں دوسری لوٹ ۱۳۲ — بانٹوا، کتیانہ کی لوٹ مار کا گجراتی ناول میں تذکرہ ۱۳۴ — میمنوں کی ہجرت کے بعد بانٹوا کی بدحالی ۱۳۸ — مزید تفصیلات ۱۳۹ — میمنوں کی ہجرت کے بعد کتیانہ کی بدحالی ۱۴۰ —

باب نہم

دیگر واقعات ۱۴۳ تا ۱۵۶

مانڈویا کی گرفتاری ۱۴۳ — ابراہانی کی ثابت قدمی ۱۴۵ — ویراول میں تنگ دلی ۱۴۶ — مانگرول سے ہجرت ۱۴۷ — ونتھلی کے امی جی ۱۴۸ — کیشود میں فائرنگ ۱۵۰ — جوناگڑھ میں فساد ۱۵۱ — راجکوٹ کے حالات ۱۵۲ — دھوراجی میں ہنگامہ ۱۵۳ — جیت پور اور دیگر شہر ۱۵۵ — عارضی حکومت کا خاتمہ ۱۵۵ —

باب دہم

کاٹھیاواڑ سے ہجرت ۱۵۷ تا ۱۶۸

پوربندر میں پناہ ۱۵۷ — ذوق شناس پرتھوی سنگھ ۱۵۸ — ریاست بڑودہ کی کارروائی ۱۵۹ — گودھرا میں فساد ۱۵۹ — ہندو ریاستوں کا تعاون ۱۶۰ — اوکھا کا راستہ ۱۶۰ — سندھی مہاجرین ۱۶۱ — بمبئی کی کارروائی ۱۶۱ — حاجی حبیب کی پیشکش ۱۶۲ — پاکستان میں میمنوں کا پہلا جلسہ عام ۱۶۳ — کھوکھراپار میں امدادی کارروائی ۱۶۵ — کراچی کی کارگزاری ۱۶۶ — سرکاری سہولتیں ۱۶۷ — خوشگوار یادیں ۱۶۸

باب گیارھواں

اقوام متحدہ میں ۱۶۹ تا ۱۸۰

چار ماہ بعد ۱۶۹ — جوناگڑھ اور کشمیر ۱۷۰ — چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر ۱۷۱ — رائے شماری یا مذاق ۱۷۳ — دلیوری کا جواب ۱۷۵ — حرف تقاضا ۱۷۶ — آخری تقریر ۱۷۷ — بحث کا خاتمہ ۱۷۹ — امید کا خاتمہ ۱۸۰ —

باب بارھواں

۴۰ سال کے دوران ۱۸۱ تا ۱۹۰

مایوسی کا سفر ۱۸۱ — اقوام متحدہ کو عرضداشت ۱۸۲ — آج کا جوناگڑھ ۱۸۳ — تاریخی یادگاریں ۱۸۴ — مہابت خانجی کا انتقال ۱۸۵ — دلاور خانجی کی دستار بندی ۱۸۶ — دیگر کردار ۱۸۷ — باشندگان جوناگڑھ کے مطالبات ۱۸۸ — کیا وہ غلطی تھی؟ ۱۸۹ —

باب تیرھواں

کیا کھویا۔ کیا پایا ۱۹۱ تا ۱۹۹

منفرد ریاست ۱۹۱ — گجراتی مسلمان ۱۹۲ — میمنوں کا کردار ۱۹۳ — بانٹوا کی بربادی۔ پاکستان کی خوشحالی ۱۹۴ — منفرد کارنامے ۱۹۶ — نظم و ضبط اور اتحاد ۱۹۷ — سیاست کے میدان میں ۱۹۸ — بڑا نقصان ۱۹۹

حرفِ آخر ۲۰۰

تاریخِ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

الحاقِ جُوناگڑھ

آغاز داستان

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی

بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامڑ داس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جوناگڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

اس کے نتیجے میں ریاست جوناگڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند میمنوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا گھربار چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و ولولے کے نتیجے میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جوناگڑھ کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔

جوناگڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔

باب اول:۔

تاریخ کے آئینے میں

ریاست جوناگڑھ

ریاست جوناگڑھ برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ میں ۲۲.۵۳ سے ۲۲.۴۴ تک شمالی طول البلد اور ۷۰ تا ۷۲ مشرقی عرض البلد کے درمیان تھی۔ برطانوی دور میں اس کا شمار اول درجہ کی ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کے نواب کو گیارہ توپوں کی سلامی کا اعزاز حاصل تھا۔ ۱۹۴۱ء میں اس کا رقبہ تین ہزار تین سو سینتیس (۳۳۳۷) مربع میل تھا اس کی آبادی سات لاکھ نفوس پر مشتمل تھی جس میں اسی فیصد (۸۰٪) ہندو تھے۔ ریاست میں چھوٹے بڑے تقریباً آٹھ سو چھیاسٹھ (۸۶۶) شہر اور گاؤں واقع تھے۔ جوناگڑھ کئی صدیوں سے کاٹھیاواڑ کی تاریخ کا اہم ترین مرکز رہا تھا۔ اس کا شمار ترقی یافتہ اور خوشحال ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کے مغرب اور جنوب میں بحیرہ عرب واقع تھا۔ ریاست کا سمندری ساحل چوراسی (۸۴) میل طویل تھا جو ہندوستان کی کسی بھی ریاست کے سمندری ساحل کے مقابلے میں طویل ترین تھا اس پر چھوٹی بڑی سولہ (۱۶) بندرگاہیں واقع تھیں۔ جس میں ہر موسم میں کارآمد رہنے والی ویراول (VERAVAL) کی بندرگاہ بھی شامل تھی ریاست میں اس کی اپنی ملکیت کی دو سو تیس (۲۳۰) میل طویل ریلوے لائن تھی۔ اس کے علاوہ ریاست میں بڑی تعداد میں پکی سڑکیں موجود تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ میں بذریعہ کار بآسانی پہنچا جاسکتا تھا۔ ریاست میں ۱۸۶۴ء سے اس کا اپنا اندرونی پوسٹل نظام موجود تھا۔ جو انڈین پوسٹل یونین (INDIAN POSTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھا

ریاست میں ہر مذہب کے مقدس مقامات کو مستقل آمدنی کے لئے زمین اور غیر منقولہ جائدادیں بطور عطیات دے دی گئی تھیں۔

ریاست میں کاٹھیاواڑ کا وسیع ترین جنگل، بلند ترین پہاڑ اور مشہور ترین مذہبی مقامات تھے۔ کاٹھیاواڑ کے پانچ مشہور ترین مذہبی میلے ریاست جوناگڑھ میں منعقد ہوتے تھے۔

پورے کاٹھیاواڑ میں ریاست جوناگڑھ کا علاقہ زرخیز کھیت اور مستقل بہتے ہوئے ندی نالے، چھوٹے بڑے پہاڑ، گھنے جنگلات اور خوبصورت سمندری ساحل کی وجہ سے فطری حسن و خوبصورت اور حسین مناظر فطرت کے لئے مشہور تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ریاست کی محصولی آمدنی ڈیڑھ کروڑ روپے سے زائد تھی۔ جس میں سے نصف آمدنی کا ذریعہ ویراول کی بندرگاہ تھی۔ آمدنی کے دیگر اہم ذرائع لگان اور جائیداد ٹیکس تھے ریاست کی اہم برآمدات عمارتی لکڑی، کھال، نمک اور گھی وغیرہ تھیں۔

ریاست میں گیر (GIR) کا جنگل چار سو پچانوے (۴۹۵) مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ اس میں ہر طرح کے جانور اور مختلف اقسام کی نباتات اور جڑی بوٹیاں پائی جاتی تھیں۔ سوائے افریقہ کے پوری دنیا میں ببر شیر (YARNED LION) صرف گیر کے جنگل میں پائے جاتے تھے۔ ان جانوروں کا شکار کرنے کے لئے ہند کے وڈیرے سے لے کر بڑے سے بڑے حکام اور مہاراجہ جوناگڑھ کے نواب کے اکثر مہمان بنا کرتے تھے۔

جزیرہ نما کاٹھیاواڑ:۔

جزیرہ نما کاٹھیاواڑ بحیرہ عرب کے ساحل پر ایک مجرد کے کی مانند واقع ہے اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) میل اور چوڑائی دو سو بیس میل (۲۲۰) میل ہے اس کا کل رقبہ بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) مربع میل ہے ۱۹۴۷ء میں اس میں تقریباً دو سو چھوٹی بڑی ریاستیں موجود تھیں۔ اس وقت اس کی آبادی چالیس (۴۰) لاکھ افراد پر

مشتمل تھی جس میں چودہ (۱۴) لاکھ مسلمان شامل تھے۔

کاٹھیاواڑ کے لغوی معنی "کاٹھی قوم کی رہائش گاہ" ہے۔ گیارہویں صدی عیسوی میں یہ کاٹھی قوم وسطی ایشیاء سے سندھ اور کچھ (CUTCH) ہوتی ہوئی کاٹھیاواڑ میں آکر رہائش پذیر ہوئی تھی، اور ایک جنگجو اور کاشتکار قوم کی حیثیت سے مشہور ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے پورے جزیرہ نما کا نام اس قوم سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اٹھارہویں صدی عیسوی میں کاٹھیاواڑ میں لوٹ مار کے لئے آنے والے مرہٹوں سے یہ قوم ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہتی تھی اور اسی وجہ سے مرہٹوں نے جزیرہ نما کے لئے یہ نام رائج کیا تھا۔ جزیرہ نما کاٹھیاواڑ "سوراشٹر" (SAURASHTRA) کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اس کے لغوی معنی اچھا اور خوبصورت ملک کے ہیں۔ قدیم کتابوں میں اس کا ذکر اسی نام سے ملتا ہے۔ "سورٹھ" (SORATH) لفظ بھی سوراشٹر کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مغلیہ دور میں کاٹھیاواڑ کو چار انتظامی حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ اور اس میں ریاست جوناگڑھ والے حصے کو "سورٹھ" یا "سرکار سورٹھ" کا نام دیا گیا تھا۔ اس دور میں جوناگڑھ مغلیہ سلطنت کا کاٹھیاواڑ میں اہم ترین مرکز تھا اور اسی وجہ سے پورے کاٹھیاواڑ کے لئے بھی لفظ "سورٹھ" رائج ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی گجراتی زبان میں "سورٹھ" اور "کاٹھیاواڑ" ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہیں۔

جوناگڑھ کی قدیم تاریخ:۔

گرنار پہاڑ کے دامن میں بسا ہوا جوناگڑھ شہر "جینا پور" (موجودہ [illegible]) یا "پائی پوتر" (موجودہ پٹنہ) جتنا ہی قدیم اور پرانا ہے۔ قدیم کتابوں میں جوناگڑھ کا ذکر منی پور، چندر کیتو پور، ریوت، پوراتن پور وغیرہ کے ناموں سے کیا گیا ہے۔ عہد موریہ میں وہ "گیر کا نگر" اور "گیر نار نگر" کے نام سے پہچانا جاتا تھا اس وقت سے یعنی تقریباً ڈھائی ہزار سال سے اس کی مسلسل تاریخ پائی جاتی ہے گیری نگر نام تقریباً ایک ہزار سال تک رائج رہا تھا چند صدیوں کے لئے اس پر

یونانی نسل کے سرداروں کی حکومت رہی تھی۔ ہندوستان میں یونانی "یوَن" (YAVAN) کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے دور میں اس شہر کا نام "یوَن گڑھ" رائج ہوا تھا۔ یہ تمام شہر موجودہ جوناگڑھ کی جائے وقوع یا اس کے اردگرد بسے ہوئے تھے۔ کافی عرصے کے بعد "چوڑاسما" (CHUDASAMA) راجپوتوں کے دورِ حکومت میں اس شہر کو اس کے نزدیک واقع ایک بوسیدہ قلعے کی مناسبت سے "جِرن دُورگ" (JIRNDURG) یعنی بوسیدہ قلعے کا نام دے دیا گیا تھا۔ جو بعد میں آسان گجراتی میں "جوناگڑھ" یعنی پرانا قلعہ ہو گیا تھا۔ گجرات کے سلطانوں کے دورِ حکومت میں اس کو مصطفیٰ آباد کا نام دیا گیا تھا جو زیادہ عرصہ رائج نہ رہ سکا تھا۔

مذکورہ قلعہ جوناگڑھ شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس وجہ سے یہ "اُپرکوٹ" یعنی اوپر والا قلعہ کے نام سے مشہور ہے یہ قلعہ موجودہ صدی کی ابتداء کے بعد غیر تصرفی ہو گیا تھا۔ اس قلعہ میں تقریباً چار سو سال سے زائد پرانی تین (۳) توپوں کے علاوہ بدھ راہبوں کی خانقاہیں اور فوجی بیرکوں کے کچھ کھنڈرات آج بھی موجود ہیں جوناگڑھ کا دائرہ سرکس بھی اس قلعہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

سومناتھ کا مندر

تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے پرانی روایتوں کے مطابق راجا اُگرسین نے مذکورہ قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بہت پہلے ہی سے جوناگڑھ کا علاقہ ہندوؤں کا ایک مقدس ترین مذہبی مقام بن گیا تھا۔ ویراول کے نزدیک واقع پربھاس پاٹن (PRABHAS PATAN) میں وہ جگہ موجود ہے جہاں شری کرشن مہاراج ایک شکاری کے اتفاقیہ تیر لگنے سے انتقال کر گئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ مقدس مقام سومناتھ (SOMNATH) کا مندر بھی اسی علاقہ میں موجود ہے۔ ہندو عقیدے کے

مطابق چندر دیوتا نے بھگوان شنکر کو خوش کرنے کے لئے ہزاروں سال پہلے یہ مندر تعمیر کرایا تھا اور اس کو "سومناتھ" یعنی چندر کے مالک کا نام دیا تھا۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ اس مندر کی متعدد جگہ از سرِ نو تعمیر اور مرمت کی گئی تھی اور چند بار اس کی مورتی کو بھی توڑا گیا تھا۔

دورِ وسطیٰ میں اس مندر کی بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلالی تھی ہندوستان کے مختلف حصوں سے ہر روز اَن گنت عقیدت مند اس کی یاترا کے لئے آتے تھے اور بیش بہا نذرانے اس کی نذر کرتے تھے۔ سومناتھ کے بت کو اشنان (غسل) کرانے کے لئے روزانہ گنگا ندی سے پانی منگوایا جاتا تھا۔ جس کے لئے گنگا سے لے کر سومناتھ تک سینکڑوں آدمی ایک مسلسل انسانی زنجیر کی شکل میں متعین کئے گئے تھے۔

پیر جمیئل شاہ

ریاست میں واقع گرنار پہاڑ کاٹھیاواڑ کا بلند ترین پہاڑ ہے۔ اس کی سات چوٹیاں ہیں اور اس کی ہر چوٹی پر ہندو، جَین (JAIN) اور مسلمان مذہب کے مقدس مقامات واقع ہیں۔ اس کی سب سے بلند ترین چوٹی "گورکھ ناتھ" ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۳۶۶۶) فٹ بلند ہے۔ نیمی ناتھ (NEMI NATH) کے نام سے پہچانی جانے والی ایک چوٹی پر جَین مذہب کے خوبصورت مندر واقع ہیں۔ یہ مندر اور ریاست ہی میں واقع "دیلواڑا" کے مقام پر واقع جَین مندر سنگ تراشی اور تعمیرات کے اعلیٰ نمونے شمار کئے جاتے ہیں۔ دیگر چار چوٹیوں پر ہندو مذہبی مقامات واقع ہیں۔ ان چھ چوٹیوں کی جائے وقوع سے کافی فاصلے پر ایک بالکل علیحدہ چوٹی واقع ہے جو داتار کے پہاڑ کے نام سے معروف ہے یہ چوٹی دو ہزار سات سو اسی (۲۷۸۰) فٹ بلند ہے۔

پیر جمیئل شاہ داتار چودھویں صدی میں سندھ سے جوناگڑھ آئے تھے اور اس پہاڑ پر کافی عرصہ مقیم رہے تھے۔ وہ اس پہاڑ پر جذام کے مریضوں کا

علاج اور ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان کا چلہ اسی پہاڑ پر موجود ہے وہ پیر پٹھو کے مرید تھے اور ان کا مزار سندھ میں پیر پٹھ کے مقام پر ان کے مرشد کے پہلو میں واقع ہے۔ داتار کے پہاڑ پر ہمیشہ ہر مذہب کے عقیدت مندوں کی بڑی بھیڑ لگی رہتی ہے

یادگار اشوک :-

خاندان موریہ (MAURYA) کے تیسرے بادشاہ اشوک اعظم کے دور حکومت میں جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کو موریہ سلطنت سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ کاٹھیاواڑ کے اس وقت کے دارالحکومت گیری نگر کے نزدیک اشوک نے ایک قدرتی چٹان پر گوتم بدھ کے اہنسا، اتحاد، بھلائی اور رحمدلی وغیرہ کے بارے میں فرمان ۲۵۶ء قبل مسیح میں کندہ کرائے تھے۔ یہ سنگلاخ چٹان سطح زمین پر چھتر فٹ کا رقبہ گھیرے ہوئے ہے اور اس کی بلندی ۱۲ فٹ ہے۔ اشوک کی یہ عبارت اس چٹان کے وسط میں ایک سو (۱۰۰) مربع فٹ پر کندہ کی گئی ہے۔ اس طرح جوناگڑھ کی تاریخ کی باقاعدہ ابتداء اسی چٹان سے ہوتی ہے۔

اسی چٹان پر اشوک کی عبارت کے ایک طرف یونانی نسل کے بادشاہ رُودرَدمَن (RUDR DAMAN) کی ۱۵۰ قبل مسیح میں کندہ کرائی گئی عبارت بھی پائی جاتی ہے۔ اشوک کی عبارت کی دوسری جانب گپت خاندان کے مہاراجہ سکندھ گپت (SKANDH GUPT) کے کاٹھیاواڑ کے صوبیدار گورنر چندر پالی کی ۴۵۵ء میں کندہ کرائی گئی تیسری عبارت بھی پائی جاتی ہے رودر دمن اور چندر پالی کی عبارتیں گیری نگر کے نزدیک واقع وسیع "سُودَرشَن" (SUDARSHAN) تالاب کی مرمت کے بارے میں ہے یہ تالاب دورِ اشوک سے بھی بہت عرصے پہلے موجود تھا اور ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک گیری نگر کی رونق رہنے کے بعد نیست و نابود ہو گیا تھا۔ اس وقت اس وسیع تالاب کے صرف چند آثار موجود ہیں۔ اس طرح اشوک کی یہ چٹان جوناگڑھ کی آٹھ صدیوں کی

تاریخ کی محافظ بن گئی ہے۔

جوناگڑھ شہر کے گرنار دروازہ سے گرنار پہاڑ کی طرف جاتی ہوئی سڑک پر ایک میل کے فاصلے پر یہ تاریخی چٹان آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ جوناگڑھ کے آٹھویں نواب رسول خانجی نے اس چٹان پر ایک عمارت تعمیر کرا کے اس چٹان کو موسم کی سختیوں سے محفوظ کر دیا ہے۔

کشترپ، گپت، وَلبھی :-

خاندانِ موریہ کی حکومت کے بعد گیری نگر یونانی نسل کے کشترپ (KASTRAP) اور گپت حاکموں کے ماتحت رہا تھا۔ موریہ اور گپتوں کے دورِ حکومت میں گیری نگر صوبائی دارالحکومت رہا تھا۔ کشترپ سلطنت کا کچھ عرصے بعد بٹوارہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے مغربی حصہ کا پایۂ تخت گیری نگر بنا تھا۔ اسی وقت گیری نگر بنا تھا۔ اس وقت گیری نگر کی حکومت کاٹھیاواڑ کے باہر کچھ، سندھ اور مالوہ (MALVA) تک پھیلی ہوئی تھی۔ کشترپوں کی حکومت ۷۰ قبل مسیح سے ۳۹۵ء تک رہی تھی اس کے بعد گیری نگر گپتوں کے ماتحت چلا گیا تھا۔

وسطی ایشیا سے ہنوں (HUN) نے ۴۷۵ء میں گپت سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سوراشٹر میں وَلبھی (WALLABHI) کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ ان کا پایۂ تخت وَلبھی پور تھا جس کے آثار موجودہ "وڈا" گاؤں کے نزدیک پائے گئے ہیں۔

راجپوتی دورِ حکومت :-

چار سو سالہ وَلبھی دورِ حکومت کا خاتمہ بالا رام نامی ایک سردار نے کیا تھا۔ بالا رام کے بعد اس کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بھانجا چندر چوڑ" تخت نشین ہوا۔ اس کے والد کا تعلق سندھ کے حکمران خاندان" سمہ" تھا۔ اس وجہ سے چندر چوڑ نے اپنا خاندانی نام "چوڑاسما" (CHUDA SAMA)

رکھا۔ چوڑاسما کا دارالحکومت جوناگڑھ سے نو میل کے فاصلے پر واقع وامن ستھلی (VAMAN STHALI) تھا۔ ہندو عقیدے کے مطابق بھگوان کا وامن کے نام سے پہچانا جانے والا اوتار اس جگہ ہوا تھا۔ اس وقت اس شہر کو ونتھلی (VANTHALI) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ چوڑاسما خاندان کے پانچویں بادشاہ راگر ہری پو (RAGR-HARIPU) نے دسویں صدی عیسوی میں اُوپر کوٹ کے بوسیدہ قلعے کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ اور اپنا دارالحکومت وامن ستھلی سے گیرنگر منتقل کر دیا تھا۔ گیرنگر کو اس کے دور سے ہی جوناگڑھ کے نام سے پہچانا جانے لگا تھا۔

اس کے بعد جوناگڑھ سوراشٹر کی ایک ہزار سالہ تاریخ کا اہم ترین مرکز بنا رہا تھا۔ اس وقت گجرات پر سولنکی (SOLANKI) خاندان کی حکومت تھی جس کا دارالحکومت پاٹن تھا۔ سولنکی اور چوڑاسما مغربی ہند کی سپر پاور تھیں۔ ان دونوں طاقتوں کے درمیان مسلسل جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ غزنوی خلجی، تُغلق، گجرات کے سلاطین، انگریزوں، مراٹھی اور کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستیں بھی جوناگڑھ کو اپنا سب سے پہلے ہدف بناتی رہتی تھیں۔ سوراشٹر کی گذشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ کے ہر اہم واقعات میں جوناگڑھ کا اہم کردار پایا جاتا ہے۔

سومناتھ کی بُت شکنی۔

افغانستان کے بادشاہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر ایک چڑھائی کے دوران ۲ جنوری ۱۰۲۵ء کو سومنات کی بُت شکنی کی تھی اور پھر واپس غزنی چلا گیا تھا۔

اس وقت گجرات، کاٹھیاواڑ اور سندھ کے سوا پورے ہند میں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ لیکن سومناتھ کی از سرِ نو تعمیر ایک سو پچاس (۱۵۰) سال کے طویل عرصے کے بعد گجرات کے راجا کمار پال (KUMAR PAL) کے دور میں ہوئی تھی۔ اس کے ایک صدی کے بعد علاؤالدین خلجی نے گجرات فتح کر لیا اور اس کے صوبیدار

الپ خان نے ۱۲۹۵ء میں سومناتھ کی دوبارہ بت شکنی کی۔ جوناگڑھ کے "را مہی پال" نے ایک رہائی کے بعد اس کو پھر سے تعمیر کروایا۔ اس کے بعد سومناتھ کے مندر کی کبھی کبھار مرمت ہوتی رہی۔ تقسیم ہند سے قبل اس کی سب سے آخری مرمت انیسویں صدی میں اندور کی مہارانی اہلیہ بائی (AHALYA BAI) ہولکر نے کرائی تھی لیکن سومناتھ کی قدیم شان و شوکت اور مذہبی اہمیت بہت پہلے ختم ہو چکی تھی اب بہت کم عقیدت مند اس کی یاترا کے لئے آتے تھے اور آہستہ آہستہ مندر کھنڈر بنتا گیا۔ ریاست جوناگڑھ کے دیوان، اعلیٰ انتظامی افسران اور رعایا کی بہت بڑی اکثریت کے ہندو ہونے کے باوجود اس مندر کی کسی نے بھی مرمت نہ کرائی۔ آخر کار ریاست کے آثارِ قدیمہ کے محکمے نے اس کو محفوظ عمارت قرار دے کر اپنی تحویل میں لے لیا۔

تُغلق کا محاصرہ۔

محمد تُغلق (TUGHLUQ) کے سامنے بغاوت کرنے والے ایک سردار ملک تاگی کو جوناگڑھ کے را نوگھن (RA NAUVGHAN) نے پناہ دی تھی ۱۳۴۹ء میں محمد تغلق نے اس پر چڑھائی کی۔ را نوگھن نے ملک تاگی کے ساتھ اُوپر کوٹ کے قلعہ میں جا کر مورچہ بندی کی۔ تغلق نے اوپر کوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ آخر کار را نوگھن نے تاگی کو فرار کرا دیا اور تغلق کے ساتھ صلح کر لی۔ تاگی کا تعاقب کرتے ہوا تغلق ٹھٹھہ پہنچا جہاں ۱۳۵۱ء میں اس کا اچانک انتقال ہو گیا۔

محمود بیگڑا کی فتح۔

پندرہویں صدی میں جوناگڑھ کے را منڈلیک (MANDLIK) سوئم نے کاٹھیاواڑ کے کچھ ہندو ٹھاکروں کو شکست دی تھی۔ کاٹھیاواڑ کی دیگر

گجرات کے سلاطین کی چند سرحدی چوکیاں ضبط کرلیں اور مسلمانوں کو ہراساں کرنا شروع کردیا۔ اس وجہ سے سلطان محمود بیگڑا (BEGDA) نے جوناگڑھ پر چڑھائی کی۔ اوپر کوٹ کے قلعہ کے دو سالہ محاصرے کے بعد مانڈلیک نے شکست قبول کرلی۔ اس کو قید کرکے احمد آباد لے جایا گیا جہاں وہ مسلمان ہو گیا اور اس کو سلطنت کا اعلیٰ ترین خطاب خان خاناں عطا کیا گیا۔ اور اس نے اپنی بقیہ زندگی احمد آباد ہی میں بسر کی۔ اس طرح جوناگڑھ پر چوڑاسما خاندان کی چھ صدیوں پر محیط حکمرانی کا خاتمہ ہو گیا اور مسلم دورِ حکومت کی ابتداء ہوئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ جوناگڑھ کے اردگرد واقع موجودہ قلعہ سلطان محمود بیگڑا کے دورِ حکومت میں تعمیر کیا گیا۔ اس قلعہ کے ۱۲ دروازے ہیں۔ ۱۹۴۷ء تک یہ دروازے رات کے وقت بند کر دیئے جاتے تھے۔ شہر کے باہر کوئی موت واقع ہو جائے تو اس کی نعش شہر کے اندر لانے کی ممانعت تھی۔ شاہی خاندان کے کسی فرد یا کسی اہم شخصیت کی شہر سے باہر وفات ہونے کی صورت میں نعش کو دروازے سے نہیں بلکہ قلعہ کی دیوار توڑ کر شہر کے اندر لائی جاتی تھی۔ ونتھلی، کیشود (KESHOD) کتیانہ وغیرہ کے اردگرد درمیانی قسم کے قلعے تھے۔

اس وقت ان قلعوں کا کم و بیش حصہ منہدم ہو چکا ہے مگر ان کی دیواروں کے کچھ حصے اور دروازے آج بھی موجود ہیں اور ماضی کی یاد دلا رہے ہیں۔

سلطانی دورِ حکومت:۔

جوناگڑھ کی فتح کے بعد کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں میں بھی محمود بیگڑا کی حاکمیت تسلیم کرلی گئی اور اسے خراج دیئے جانے لگے۔ خراج کی رقومات جوناگڑھ میں وصول کی جاتی تھیں۔ اس طرح سلطانی دورِ حکومت میں بھی جوناگڑھ سوراشٹر کا دارالحکومت بن گیا۔ محمود بیگڑا نے ولی عہد خلیل کو سوراشٹر کا پہلا صوبیدار (گورنر) مقرر کیا جس نے بعد میں سلطان مظفر شاہ اول کے نام سے گجرات کی

حکمرانی کی تھی۔

محمود بیگڑا کے دورِ حکومت میں ہی کچھ (CUTCH) فتح کر لیا گیا تھا اور سومروں نے اسلام قبول کرلیا تھا چنانچہ ان کی کئی افراد کو اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جوناگڑھ بھیج دیا گیا۔ اس کے علاوہ گجرات، کچھ اور سندھ سے بھی بہت سی مسلم اقوام محمود بیگڑا کی دعوت پر جوناگڑھ آکر آباد ہو گئیں۔ تقسیمِ ہند کے وقت ریاست جوناگڑھ کی بیشتر مسلم آبادی انہی خاندانوں کی نسل میں سے تھی جو محمود بیگڑا کے دورِ حکومت میں یہاں رہائش پذیر ہوئے تھے۔

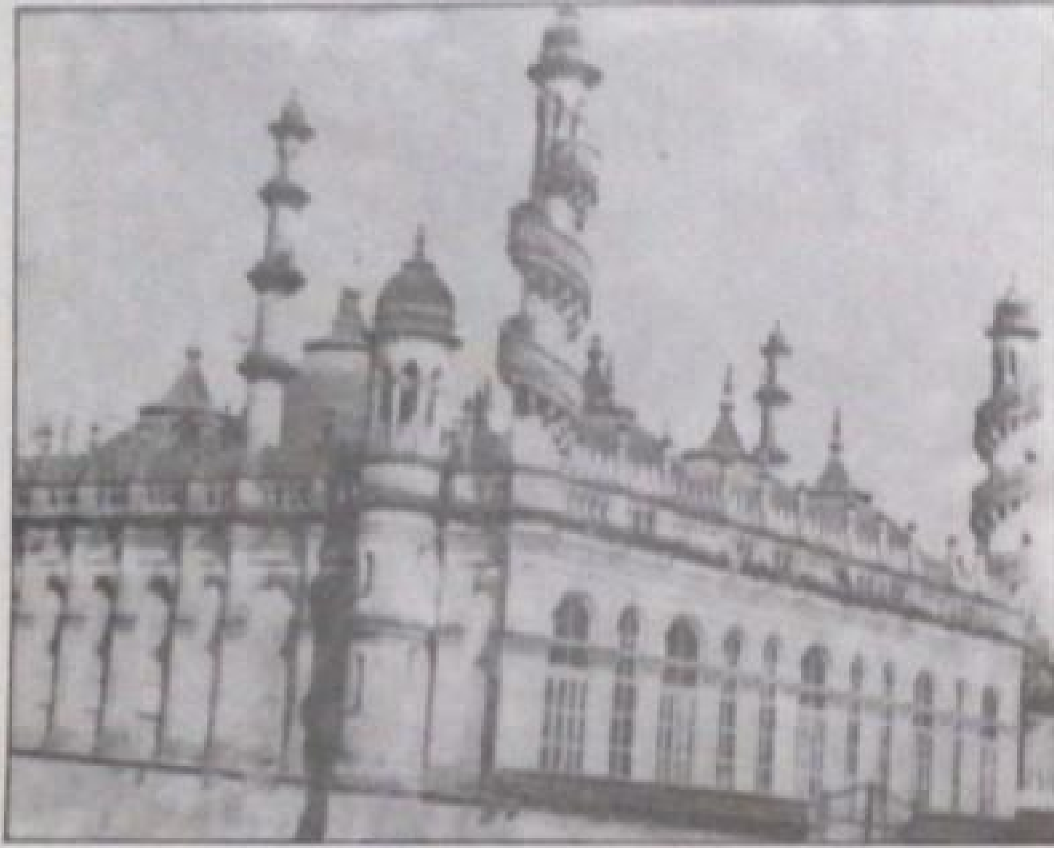
اس دوران ۱۵۲۳ء میں کاٹھیاواڑ کے جنوب میں واقع ایک چھوٹے سے جزیرہ دیو (DIV) کے پرتگیزی حکمران اور گجرات کے سلطان کے درمیان سمندری جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ترکی کے سلطان سلیمان اعظم نے سلطان کی مدد کے لئے مصر میں ڈھالی گئیں بیس بیس فٹ لمبی تین توپیں بھیجی تھیں "نیلم" "مانک" وغیرہ جیسے ناموں سے مشہور یہ تینوں توپیں جنگ کے خاتمہ پر اوپر کوٹ کے قلعے میں بھجوا دی گئیں۔ جہاں وہ جنگی طیاروں کے دور تک دفاع کا سب سے مؤثر آلات حرب تھیں۔ یہ تین توپیں آج بھی اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ ہیں بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے کی جنگی اہمیت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور ۱۹۴۷ء میں وہ خودرو جھاڑیوں سے بھرپور ایک غیر آباد اور ویران مقام بن گیا تھا

مغلیہ دورِ حکومت

ریاست جوناگڑھ تقریباً سوا سو سال تک سلطانی حکومت کے ماتحت رہی۔ اس کے بعد مغل شہنشاہ اکبر کی فوج نے گجرات اور کاٹھیاواڑ پر چڑھائی کی گجرات کے سلطان مظفر شاہ سوئم نے ان کا دلیرانہ مقابلہ کیا لیکن آخر کار اسے شکست

ہوئی۔ اسے قید کر لیا گیا اور ۱۵۹۳ء میں اس نے خودکشی کر لی اس کے ساتھ سلطانی دورِ حکومت اختتام پذیر ہوا اور ریاست جوناگڑھ کے علاقہ میں مغلیہ دورِ حکومت کا آغاز ہو گیا۔ سلاطین کی طرح مغل فرمانرواؤں نے بھی بدستور کاٹھیاواڑ میں اپنا دارالحکومت جوناگڑھ کو ہی رکھا اور سوراشٹر کی تمام ریاستوں کا خراج پہلے کی طرح جوناگڑھ میں ہی وصول کیا جاتا تھا۔ اکبر کے وزیر محاصل راجا ٹوڈرمل نے محصولی نظم و نسق کے لئے سوراشٹر کو چار جغرافیائی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس میں سے وہ علاقہ، جس میں جوناگڑھ واقع تھا وہ سورٹھ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ جو سوراشٹر کی بگڑی ہوئی فارسی شکل تھی۔ بقیہ تین حصے ہالار، جھالاواڑ اور گوہلواڑ نام سے پہچانے جاتے تھے۔ جس فرد کو بھی سورٹھ کا صوبیدار مقرر کیا جاتا تھا، وہ پورے سوراشٹر کا بھی صوبیدار سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے لفظ سورٹھ پورے کاٹھیاواڑ کے لئے بھی رائج ہو گیا۔ کاٹھیاواڑ کے صوبیدار کو مغلیہ دور میں "سورٹھ سرکار" کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور بعد میں مغلیہ دورِ حکومت کے بعد نوابوں کے دور میں بھی یہ نام جوناگڑھ کے نوابوں کے لئے بھی مستعمل رہا تھا۔

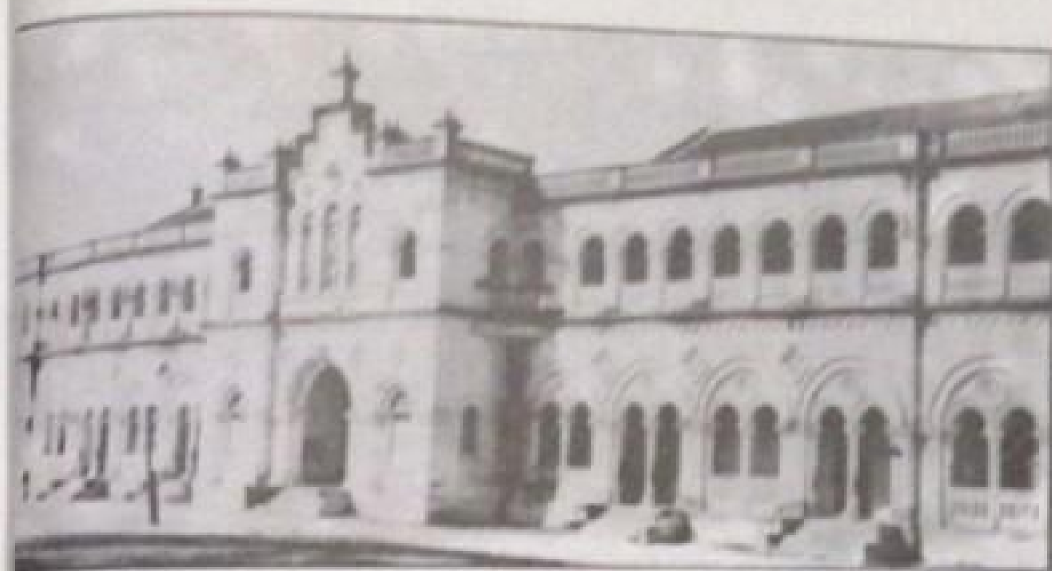
ریاست جوناگڑھ کی چند تاریخی عمارتیں



جامع مسجد جوناگڑھ



بہاءالدین کالج جوناگڑھ



مہابت خاں مدرسہ جوناگڈھ



جمیل شاہ داتار کا چلہ



مہابت مقبرہ



بہاءالدین کا مقبرہ

باب ۲

بابی خاندان کی حکومت

بابیوں کے آباؤ اجداد۔

بابی افغانستان کے یوسف زئی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مغل بادشاہ ہمایوں سوری سے جنگ میں شکست کھا کر ایران چلا گیا اور سن ۱۵۵۵ء میں شاہ ایران کی مدد سے ہندوستان واپس لوٹا تب یوسف زئی قبیلے کا "عادل خان" نامی سردار ان کے ساتھ آیا تھا اور ان کے بیٹے عثمان خان کو منصب و جاگیر عطا کئے گئے تھے۔

عثمان خان کا بیٹا شیر خان عہد شاہجہان میں ایک معتبر سردار تھا۔ اس کی بہادری سے متاثر ہو کر شاہجہان نے اسے "بابی" کا لقب عطا کیا تھا۔ پشتو میں "باب" کا معنی مطلب دروازہ ہوتا ہے اور اسی طرح "بابی" کے معنی یعنی باب یا دروازے کی حفاظت کرنے والا بہادر سردار ہے۔ شاہجہاں نے اسے "بہادر خان" کا لقب اور گجرات میں کچھ جاگیریں عطا کی تھیں۔

شاہجہان نے اپنے تیسرے بیٹے شہزادہ مراد کو گجرات کا صوبیدار مقرر کیا اس وقت شیر خان کو اس کے ہمراہ احمد آباد بھیجا تھا اور گجرات کے تمام انتظامی امور اسی کی جانب سے شیر خان نے کئے تھا۔

شیر خان کے تیسرے بیٹے ظفر خان عرف صفدر خان نے گجرات میں



جونا گڑھ کی فصیل کا صدر دروازہ

یہ تمام تصاویر جناب احمد جونا گڑھی اور جناب اسحاق امریکا کی عنایت سے دستیاب ہوئی ہیں

مغلیہ حکومت کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی جاگیریں حاصل کی تھیں۔

ظفر خان کے بیٹے صلابت خان نے بھی گجرات اور کاٹھیاواڑ کے کئی مقامات پر مغلوں کے نائب کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی نشیب و فراز سے دوچار ہوا تھا۔

صلابت خان کا بیٹا شیر خان بھی مغلوں کی طرف سے کئی مقامات پر فوجدار مقرر ہوتا رہا تھا۔ اسی دوران اس نے جوناگڑھ کے فوجدار کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔

۱۷۰۷ء میں اورنگزیب کی وفات کے بعد مغلیہ حکومت کمزور ہونے لگی تھی گجرات اور کاٹھیاواڑ میں بار بار مراٹھاؤں کی لشکر کشی ہوتی رہتی تھی جو دیہات جلانے پر لوٹ مار اور خونریزی کر کے واپس چلے جاتے تھے گجرات اور کاٹھیاواڑ کے متعدد علاقے اپنے سابق صوبیداروں کے ماتحت خود مختار ہونے لگے تھے۔ کئی مقامات پر اگرچہ اب تک مغل صوبیدار انتظام سنبھالے ہوئے تھے لیکن وہ بہت کمزور اور بے اثر ہو چکے تھے۔

املی کے پیڑ تلے:۔

جوناگڑھ میں بھی مغل فوجداران بد امنی اور لوٹ کھسوٹ اور رعایا کے جان و مال کی حفاظت میں ناکام رہے تھے آخر کار جوناگڑھ کے انتظامی امور میں پیش پیش دیسائی برادری کے چند رہنما اور رعایا کے نمائندے بالاسینور پہنچے اور شیر خان کو دعوت دی کہ وہ جوناگڑھ آکر حکومت کی باگ ڈور سنبھال لیں۔ شیر خان چند سال پہلے بھی جوناگڑھ میں مغلیہ فوجدار کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے تھے۔

۱۷۴۸ء میں شیر خان فوراً بالاسینور سے جوناگڑھ آ پہنچا۔ اس وقت تمام محلات اور سرکاری عمارات پر مغلوں کا قبضہ تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے شہر

کی سبزی منڈی کے نزدیک املی کے درخت کے نیچے ایک چبوترے پر ان کی تاجپوشی کی۔ اس کے بعد انیسویں صدی کے آخر تک جوناگڑھ کے تمام نوابوں کی غیر رسمی تاجپوشی اسی املی کے پیڑ کے تلے چبوترے پر کی جاتی تھی۔ اور اس کے بعد ہی محل میں اس کی رسمی تاجپوشی ہوتی تھی۔ ؏۱

شیر خان نے بہادر خان کا نام اختیار کر کے جوناگڑھ میں بابی خاندان کی حکومت کی ابتداء کی۔ اس کی زندگی کے باقی دس سال اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی خاطر مسلسل جنگ و جدل میں گذرے۔ اسے گونڈل (GONDAL) کے راجا ہالوجی اور اپنے ناگر برہمن دیوان دلپت رام کا بہت تعاون حاصل رہا دلپت رام کے بعد بھی ایک سو سال سے زائد عرصے تک ناگر برہمن ہی جوناگڑھ کے دیوان مقرر ہوتے رہے اس کے بعد بھی ۱۹۴۷ء تک ریاست کے اس بلند ترین عہدے پر ہندوؤں کو مقرر کیا جاتا رہا۔ یہ سب ہندو اور خصوصاً ناگر برہمن بابی خاندان کے بہت وفادار رہے تھے۔ ریاست کے خلاف کسی مہم میں انہوں نے کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔

رادھن پور۔ بالاسینور۔ بانٹوا:۔

بہادر خان نے ۱۷۴۸ء میں جوناگڑھ کے علاقے میں بابی خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس سے چند دہائیوں پہلے بابی خاندان کی دیگر تین ریاستیں وجود میں آ چکی تھیں۔ صلابت خان کے چچا زاد بھائی شمالی گجرات میں رادھن پور بالاسینور میں اپنی حکومت قائم کر چکے تھے ۱۹۴۷ء میں رادھن پور کا رقبہ ۱۱۵۰ مربع میل اور آبادی پچھتر ہزار کی تھی بالاسینور کا رقبہ ۱۸۹ مربع میل اور آبادی تقریباً پچپن ہزار تھی۔

اٹھارہویں صدی کی ابتداء میں بانٹوا چند جھگیوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ ۱۷۳۳ء میں بہادر خان کے دو بھائی دلاور خان اور سردار خان

(۱) شمبھو پرشاد دیسائی "جوناگڑھ" (جوناگڑھ سرد سنگرہ)

اپنے خاندان اور سپاہیوں کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوئے۔ مانا وور اس کے قریب واقع تھا۔ بعد میں دونوں بھائیوں نے بٹوارا کر لیا اور بانٹوا نور آور خان کے حصے میں آیا جبکہ دلاور خان کے حصے میں مانا وور اور بانٹوا کا درجہ حاصل تھا اس کا رقبہ ۱۰۰ مربع میل اور آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔ بانٹوا مشترکہ عمل داری کا تعلقہ تھا اور اس کے زیادہ تر انتظامی امور ریاست جوناگڑھ طے کرتی تھی ۱۹۴۷ء میں اس کی آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔

دیوان امرجی:۔

بہادر خان کا انتقال ۱۷۵۸ء میں ہوا۔ اب اس کا بیٹا مہابت خان اول تخت نشین ہوا۔ اسکی حکومت کے ابتدائی دور میں اس کے رشتے کے بھائیوں، جو کہ بانٹوا کے تھے ان کے ساتھ اس کی خانہ جنگی ہوگئی۔ گونڈل کے راجا کمبھا جی نے مہابت خان کو ان کی مشکلات سے نجات دلائی۔ مہابت خان نے اس کے صلے میں کمبھا کو اپلیٹ (UPLETA) کا تعلقہ دے دیا۔

۱۷۷۴ء میں مہابت خان کے انتقال کے بعد اس کا تیرہ سالہ بیٹا حامد خان تخت نشین ہوا۔ مہابت خان اور اس کے بعد حامد خان کے حکومت میں امرجی کنور جی نامی ایک ناگر برہمن جوناگڑھ کا دیوان تھا۔ امرجی کو کاٹھیاواڑ کی تاریخ کا عظیم ترین دیوان مانا جاتا ہے اس نے ریاست جوناگڑھ کے رقبہ میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ سلطانی اور مغلیہ دور حکومت میں دوسری ریاستوں سے وصول کی جانے والی زور طلبی یعنی خراج بھی دوبارہ وصول کرنا شروع کر دیا تھا۔ مگر صرف تینتالیس سال کی عمر میں بعض دیگر عظیم سیاستدانوں کی طرح آخر کار ریاست جوناگڑھ کا یہ سب سے وفادار اور عظیم ترین دیوان بھی قاتلوں کے خنجر کا شکار بن گیا۔

اس کے چند سال بعد اس کے دو بیٹے دیوان رگھوناتھ جی اور دیوان رنچھوڑ جی بھی کئی سال تک دیوان کی حیثیت سے ریاست کی خدمات انجام دیتے

رہے تھے۔ ان میں دیوان رنچھوڑ جی بڑے عالم تھے۔ انہوں نے تاریخ، تہذیب وغیرہ کے موضوعات پر فارسی میں جو کہ اس وقت کی زبان تھی۔ ۲۰ کتابیں تصنیف کی تھیں۔

نواب حامد خان کی وفات کے بعد بہادر خان ثانی ۱۸۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ دیوان رنچھوڑ جی کی تصنیف "تاریخ سورٹھ و حالات" کے مطابق ۱۸۲۰ء میں بہادر خان ثانی کی ایک شادی کچھ کے رعایا "رابھا رمل جی" کی بہن قیصر بائی کے ساتھ بڑے دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ شادی کے چار سال بعد ۱۸۲۴ء میں قیصر بائی کا انتقال ہوگیا۔ ۲؎

انگریزوں کے ساتھ معاہدہ:۔

حامد خان کے دور حکومت میں بڑودہ (BARODA) کا راجا گائیکواڑ گجرات کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے بھی کچھ علاقوں پر قابض تھا۔ حامد خان کے دور حکومت سے ہی جوناگڑھ اور گائیکواڑ کے درمیان جھڑپیں شروع ہوگئی تھیں ۱۸۰۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج مہاراجہ فتح سنگھ راؤ (PATEH SINGH RAO) کے ساتھ کاٹھیاواڑ میں داخل ہوئی۔ اس کے چند سال بعد ہی خصوصاً کرنل واکر (COLONAL WALKER) کی کوششوں سے کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ (KATHIAWAR POLITICAL SETTLEMENT) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدے کی وجہ سے جوناگڑھ کو کاٹھیاواڑ کی اہم ترین ریاست کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اور اس کو دوسری ریاستوں سے زور طلبی وصول کرنے کا حق دیا گیا۔ ساتھ ہی ریاست جوناگڑھ کی طرف سے انگریزوں اور گائیکواڑ کو دی جانے والی سالانہ رقومات طے کی گئیں۔

۲؎ دیوان رنچھوڑ جی "تاریخ سورٹھ و حالات" صفحہ ۱۷۵ اور ۱۷۶

۱۸۱۳ء کے اس معاہدے کے تحت ریاست جوناگڑھ انگریزوں کو سالانہ اٹھائیس ہزار تین سو چورانوے (۲۸۳۹۴) روپے خراج دیتی رہی اور بڑودہ کے گائیکواڑ کو بھی سینتیس ہزار دو سو دس روپے (۳۷۲۱۰) روپے کا سالانہ خراج دیتی رہی اس کے عوض ریاست جوناگڑھ، کاٹھیاواڑ کی ۱۳۴ ریاستوں اور تعلقوں تحصیل سے بطور زور طلبی بانوے ہزار چار سو اکیس (۹۲۴۲۱) روپے سالانہ وصول کرتا رہا۔ [۳]

انداز یہ رقومات ۱۸۱۳ء میں طے کی گئی تھیں اس کے بعد بھی باوجود یہ کہ روپے کی قیمت میں بہت بڑی تبدیلی کے تقریباً ڈیڑھ صدی یعنی ۱۹۴۷ء تک ان رقومات میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔

ریاست جوناگڑھ بابی حکومت کے ابتدائی دور میں کافی وسیع تھی لیکن اس وقت کی متزلزل سیاسی صورت حال کے باعث اس کے رقبہ میں تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں۔ انہی تبدیلیوں کے باعث اُپلیٹا کا علاقہ گونڈل کے ماتحت اور امریلی اور کوڈینار کے علاقے گائیکواڑ کے ماتحت چلے گئے تھے۔ ۱۸۱۳ء کے بعد اس کے رقبہ میں کوئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لیکن اس سے قبل ہونے والی تبدیلیاں کے باعث ریاست جوناگڑھ کی جغرافیائی حالت کافی عجیب و غریب ہو گئی تھی۔ اس کے کچھ تعلقے تحصیلیں اور گاؤں جو کہ ریاست جوناگڑھ کی عملداری میں آتے تھے۔ ریاست کی ملاقائی حدود سے بہت دور دیگر ہندو ریاستوں سے چاروں اطراف سے گھرے ہوئے تھے۔ اسی طرح دیگر ریاستوں کے گاؤں اور تحصیلیں ریاست جوناگڑھ میں واقع تھے اور چاروں اطراف سے ریاست جوناگڑھ سے گھرے ہوئے تھے اس کے باوجود حکومت برطانیہ کی بالادستی کی

---

[۳] ٹائمز آف انڈیا ڈائریکٹری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۲۴
شمبھو پرشاد دیسائی "جوناگڑھ اور گرنار" صفحہ ۲۳۹

وجہ سے ان کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا فساد نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر قسم کا کاروبار بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا تھا۔

کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ کے بعد پورے کاٹھیاواڑ میں تمام تر چھوٹی بڑی ریاستوں کے درمیان جنگ و جدل کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ بیشک بہت سے راجا اپنی ریاستوں میں بڑے ظلم و ستم کے ساتھ حکومت کرتے تھے مگر وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی بدامنی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس دور میں کسی بھی ریاست کی سرحدیں تبدیل نہ ہوئیں۔ اس معاہدے کی وجہ سے امن امان کے ایک نئے دور کی ابتداء ہوئی جو ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

ترقی پسند نوابین:۔

بہادر خان ثانی نے ۱۸۱۱ء سے ۱۸۴۰ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد تخت نشین ہونے والے نواب حامد خان ثانی ۱۸۵۱ء میں صرف ۲۲ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اس کے بعد اس کا بھائی مہابت خان ثانی صرف ۱۴ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔

اس کے ۳۱ سالہ دور حکومت میں کابینہ کا موجودہ طریقہ عمل میں آیا۔ کچھ وزراء مقرر کیے گئے اور ہر ایک وزیر کے سپرد علیحدہ علیحدہ شعبے کیے گئے انہوں نے جوناگڑھ شہر میں بہت سے ترقیاتی کام کرائے اور شہر کو چوڑی سڑکوں، باغ، باغیچے اور عمدہ عمارتوں سے آراستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ دوسری کئی اصلاحات بھی عمل میں لائی گئیں۔

نواب مہابت خان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے "سر" کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ جو ان کے بعد کے نوابین کو بھی ملتا رہا۔

۱۸۸۲ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹا بہادر خان جی سوئم تخت نشین ہوئے۔ وہ بڑے علم دوست انسان تھے انہوں نے ریاست میں تمام طلباء کے لئے میٹرک تک کی تعلیم مفت دینے کا انتظام کیا۔ ریاست جوناگڑھ کی طرف سے ہندوستان کی مختلف تعلیم گاہوں کو بڑی رقومات کے عطیات دیئے گئے تاکہ ریاست کے باہر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے والے طلباء کو ان تعلیم گاہوں میں باآسانی داخلہ مل سکے ۱۸۸۶ء میں ریاست جوناگڑھ میں ریلوے کی آمد ہوئی۔

ان کے بعد ۱۸۹۱ء میں تخت نشین ہونے والے نواب رسول خان جی بھی علم کے بڑے دلدادہ اور ترقی پسندوں کے علاوہ صوفیانہ خیالات کے حامل تھے وہ ہر مذہب و فکر کے عالموں، پیروں، فقیروں، سادھوؤں، سنتوں کے ساتھ اپنا زیادہ تر وقت گذارتے تھے۔ انہوں نے ریاست میں شراب اور عصمت فروشی پر مکمل پابندی عائد کر دی تھی۔ ان کے والد کے وقت میں شروع ہونے والے بہت سے منصوبے ان کے اپنے دور میں مکمل ہوئے۔

داتار کی یاد میں:۔

بہادر خان سوئم کے دور حکومت میں جمیل شاہ داتار کی خدمت خلق کی یاد میں داتار کے پہاڑ کے دامن میں "پرنس البرٹ لیپروسی ہاسپٹل (PRINCE ALBERT LEPROSY HOSPITAL) کی تعمیر ہوئی۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۸۹۰ء میں برطانیہ کے پرنس آف ویلز شہزادہ البرٹ وکٹر (PRINCE ALBERT VICTOR) جو بعد میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ہوئے تھے ان کے ہاتھوں رکھا گیا تھا انہی کے دور حکومت میں ۱۸۸۸ء میں ریاست جوناگڑھ کے دیوان ہری داس نے ایک لاٹری نکالی جس میں ایک لاکھ پندرہ ہزار کے انعامات دینے کے

بعد ساڑھے تین لاکھ کی آمدنی ہوئی تھی اس رقم سے گورکھ ناتھ کی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بارہ ہزار سیڑھیاں تعمیر کرائی گئیں اس کے بعد حکومت کی طرف سے داتار کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بھی سیڑھیاں بنانے کا کام شروع ہوا تھا اس کا افتتاح بمبئی کے گورنر ہیرس نے ۱۸۹۴ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد تین اور چوٹیوں تک پہنچنے کے لئے بھی سیڑھیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ اس طرح گرنار دنیا کا سب سے زیادہ بلندی تک لے جانے والی سیڑھیاں رکھنے والا پہاڑ بن گیا ہے۔

ریاست جوناگڑھ میں ۱۸۶۷ء میں ریاست کی سب سے پہلی پبلک لائبریری قائم ہو چکی تھی۔ تیس سال بعد اس لائبریری کے لئے شہر کے ایک بڑے چوک پر ایک شاندار عمارت قائم کی گئی "بہادر خان جی لائبریری" کے نام سے مشہور اس لائبریری کا سنگ بنیاد ۱۸۹۷ء میں بمبئی کے گورنر لارڈ سینڈ ہرسٹ (LORD SANDHURST) نے رکھا تھا اور اس کا افتتاح ۱۹۰۱ء میں بمبئی کے گورنر لارڈ نارتھ ہارٹ (LORD NORTH HART) نے کیا تھا اس دو منزلہ عمارت میں ایک وسیع عجائب گھر بھی بنایا گیا ہے اس لائبریری میں اردو، فارسی، عربی، سنسکرت کے علاوہ دیگر کئی زبانوں کی بائیس ہزار تصانیف کا خزانہ موجود ہے جس میں سے اکثر کتابیں بیش بہا اور نایاب قسم کی ہیں۔

بہاء الدین کالج:۔

نواب رسول خان جی کے دور حکومت کی سب سے اہم ترین یادگار بہاء الدین کالج کا قیام ہے۔ شیخ بہاء الدین تین نوابوں کے دور حکومت میں وزارت کے فرائض انجام دے چکے تھے انہوں نے خود کسی قسم کی باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی

لیکن پھر بھی وہ بڑے علم دوست انسان تھے وہ بہت سخی بھی تھے۔ ان کے دورِ وزارت میں ریاست نے خصوصاً تعلیمی شعبے میں بہت ترقی حاصل کی تھی۔

شیخ بہاء الدین نے ۱۸۹۷ء میں اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کئے۔ اس وقت ان کے دوستوں اور بہی خواہوں نے ساٹھ (۶۰) ہزار روپے کی رقم اکٹھا کر کے ان کی یادگار قائم کرنے کے لئے ان کے سپرد کی۔ شیخ بہاء الدین نے اس میں اپنی طرف سے بیس (۲۰) ہزار روپے کا اضافہ کر کے پوری رقم حکومت کو سونپ دی۔

ریاست نے اس رقم میں اپنی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے ملا کر یہ رقم دو لاکھ تیس ہزار روپے تک پہنچادی اور اس فنڈ میں سے بہاء الدین کالج تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس کا سنگِ بنیاد ۱۸۹۷ء میں پولیٹیکل ایجنٹ کرنل جے۔ ایم۔ ہنٹر (COL.J.M.HUNTER) کے ہاتھوں رکھا گیا اور اس کا افتتاح ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن (LORD CURZON) کے ہاتھوں ۳ نومبر ۱۹۰۰ء کے روز ہوا۔

بہاء الدین کالج برصغیر کی اوّلین مسلم کالجوں شمار ہوتا ہے۔ یہ کالج خصوصاً مغربی ہند کی سب سے پہلی مسلم کالج ہے۔ اس میں اندرونِ ریاست اور بیرونِ ریاست کے مسلمان طلباء سے فیس لینے کی بجائے ان کو اسکالرشپ دی جاتی تھی۔ ساتھ ہی رہائشی اور دیگر سہولتیں بھی مہیا کی جاتی تھیں کاٹھیاواڑ اور گجرات کے علاوہ دیگر علاقوں خصوصاً سندھ کے کئی طلبا اس کالج سے مستفید ہوتے تھے سندھ کے متعدد سیاستدان اور دانش وروں نے بھی اس کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔

کالج میں مسلمانوں کے لئے اتنی سہولتیں مہیا ہونے کے باوجود کالج کے طلبہ میں صرف دس سے ۱۵ فیصد مسلمان طلبہ تھے۔ طلباء کی بڑی اکثریت ہندوؤں

پر مشتمل تھی اس میں سے پچیس (۲۵) فیصد طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

شیخ بہاء الدین وہ خوش نصیب انسان تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اس یادگار کو پایۂ تکمیل تک پہنچتے دیکھا۔

اس کے چند سال بعد ۱۹۱۰ء میں تقریباً (۸۰) اسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ریاست میں مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ہر ممکن سہولتیں مہیا ہونے اور ان کی حوصلہ افزائی کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت تعلیم کی طرف مائل نہ تھی جبکہ ہندوؤں کی اکثریت تعلیم کی طرف راغب تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ راج محل کے چند نزدیکی عہدیداروں کے سوا ریاست کے تقریباً ہر اعلیٰ سرکاری عہدوں پر ہندو عملدار قابض تھے اس کے علاوہ معمولی درجہ کی ملازمتوں میں بھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔

نواب مہابت خان جی:۔

ریاست جوناگڑھ کے نویں نواب مہابت خان جی کی پیدائش ۲ اگست ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ ان کے والد نواب رسول خان جی کا ۱۹۱۱ء میں انتقال ہونے کے بعد وہ صرف گیارہ سال کی عمر میں ریاست جوناگڑھ کے حکمران بن گئے تھے کمسنی کی وجہ سے حکومت برطانیہ کی جانب سے ریاست کے امور چلانے کے لئے ایک انگریز ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا تھا۔ نواب مہابت خان جی ۱۹۱۳ء میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان گئے لیکن پہلی جنگ عظیم کے بادل منڈلانے کی وجہ سے وہ ایک سال بعد ہی وطن واپس آگئے۔ اور اجمیر کی ایک تعلیم گاہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے ۱۹۱۴ء میں وہ جوناگڑھ واپس آگئے ۱۹۲۰ء میں ان کے

سن شعور تک پہنچتے ہی ریاست کی باگ ڈور ان کے سپرد کر دی گئی۔

مہابت خان جی کے دور حکومت میں بیسویں صدی کی موجودہ ترقی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اور ریاست جوناگڑھ بھی بہت سے شعبہ ہائے زندگی میں خاصی ترقی کرنے لگی تھی۔ تعلیم اور انتظامی شعبوں میں نواب رسول خان جی اور ایڈمنسٹریٹر کے دور میں کی گئی اصلاحات کو اور ترقی دی گئی تھی۔

ترقی اور اصلاحات:۔

ریاست میں اس کی اپنی نجی ملکیت کی دو سو تیس میل طویل ریلوے لائن تھی اس کے علاوہ بیرون ریاست ایک اور ریلوے لائن میں اس کا نمبر ۲/۷ حصہ تھا ریاست کے بیشتر علاقوں میں پکی سڑکیں تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ میں بذریعہ کار بہ آسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ ریاست میں سنہ ۱۸۶۴ء سے اس کی اپنی نجی اندرونی پوسٹل سروس شروع ہو چکی تھی جو انڈین پوسٹل یونین (INDIAN POSTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھی۔

گیر (GIR) کے جنگل میں پائی جانے والی بیش بہا نباتات اور جڑی بوٹیوں کا ایک میوزیم (MUSEUM) اور تجربہ گاہ شہر کے ایک خوبصورت محل موتی باغ میں قائم کی گئی تھیں۔ پوری ریاست میں خالص گھی استعمال کیا جاتا تھا اور ڈالڈا اور بناسپتی گھی کی درآمد پر پابندی عائد تھی گیر کے جنگل میں شکار کے لئے ہند کے وائسرائے سے لے کر چھوٹے بڑے بہت سے حکمران جوناگڑھ آتے رہتے تھے۔ نواب صاحب خود بھی شکار کے بہت شوقین تھے۔

ان وجوہات کی بنا پر جوناگڑھ کی رعایا بابی خاندان کی بہت وفادار تھی ہندوؤں کو ریاست میں شاید ہی کوئی تکلیف ہو گی۔۔ انتظامیہ پر بھی ہندوؤں

کا کنٹرول تھا خصوصاً ریاست کے دیوان، سپہ سالار اور دوسرے اعلیٰ عہدوں پر ناگر برہمن بڑی تعداد میں فائز ہوتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے وہ بابی خاندان کے بہت وفادار تھے۔

تجارتی خوشحالی:۔

بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں کاٹھیاواڑ کے سیٹھ تجارت کے لئے پورے ہندوستان میں دور دور تک پہنچ چکے تھے۔ ان سیٹھ تاجروں اور سوداگروں کی بڑی تعداد کاٹھیاواڑ کے چھ سات شہروں میں رہائش پذیر تھی ان میں ریاست جوناگڑھ کے شہر بانٹوا (BANTVA) اور کتیانہ (KUTIYANA) پیش پیش تھے اور ان کے ساتھ ہی دھوراجی (DHORAJI) اور جیت پور (JETPUR) سیٹھوں کی دولتمندی اور سخاوت کے اہم ترین مراکز تھے۔ خصوصاً بانٹوا کی دولت کے بارے میں بہت سے مبالغہ آمیز قصے مشہور کئے گئے تھے اور وہ قصے سنہ ۱۹۴۷ء میں بانٹوا کی بربادی کے بعد بھی کاٹھیاواڑ کے لوگوں کے ذہن سے مٹ نہ سکے تھے۔ بانٹوا کی تباہی کے تقریباً پچیس سال بعد بانٹوا کے ایک ہندو وکیل نے اپنی مرتب کردہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ

”بانٹوا میں تین ارب پتی اور ۴۰ کروڑ پتی تھے جبکہ لکھ پتی تو گلی گلی میں تھے“ [۱۰]

اس بات میں بہر حال اتنی صداقت ہے کہ بانٹوا میں چھ سات کروڑ پتی

۱۰۔ نکوم: بانٹوا ڈائریکٹری : صفحہ ۴۸

اور تقریباً پچیس لکھپتی تھے [ش]

اس قسم کی ایک دو مبالغہ آمیز باتوں کو الگ رکھتے ہوئے ۱۹۴۷ء کے بعد بانٹوا کے میمنوں کی تجارتی شان و شوکت کی عطا کی ہوئی حسب ذیل باتیں زیادہ قرین صحیح ہیں۔

بانٹوا کے میمن اس وقت کاٹھیاواڑ کے علاوہ اس کی اہم تجارتی منڈیوں کرناٹک، ستارا، سانگلی، میرٹھ، ہوبلی، دھارواڑ، کلکتہ، بیلگام، بمبئی مدراس کے علاوہ آندھرا، بنگال، سندھ، پنجاب، اڑیسہ، جنوبی ہند وغیرہ کی تجارتی منڈیوں میں اپنی شاخیں قائم کر چکے تھے۔ وہ سیلون، ملایا، انڈونیشیا وغیرہ جیسے سمندر پار ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنا تجارتی دائرہ کار وسیع کرنے کے لئے جاتے تھے۔ کتنے ہی تجارتی اداروں کی ایک سو سے زیادہ شاخیں بیک وقت مختلف مقامات پر تھیں۔ اس وقت صوبہ مدراس کی نصف تجارت آدم حاجی پیر محمد (موجودہ آدم لمیٹڈ) حسین قاسم دادا (موجودہ دادا لمیٹڈ) اور حاجی حبیب پیر محمد (موجودہ ارگ لمیٹڈ) ان تین تجارتی اداروں کے ہاتھ میں تھی۔ ہندوستان کی بڑی بڑی صنعتوں کی اہم ایجنسیاں بانٹوا کے تاجروں کے ہاتھ میں تھیں۔ ہندوستان ویجیٹیبل، ویسٹرن انڈیا ماچس کمپنی، ٹاٹا آئل، برما آئل اسٹینڈرڈ ویکیوم، کالٹیکس کے علاوہ چند غیر ملکی سگریٹوں کی ایجنسیاں بھی انہی کے پاس تھیں۔ ہندوستان کی بیرونی تجارت میں بانٹوا کے تاجر اہم مقام رکھتے تھے برما جو اس وقت ہندوستان سے ملحق تھا۔ وہاں سے برآمد کئے جانے والے لاکھوں ٹن چاول کا برآمد کا [illegible] حصہ بانٹوا کے ایک تاجر کی معرفت برآمد ہوتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے درمیان حکومت برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کے بڑے بڑے درآمد کنندگان کی ایک فہرست ترتیب

[ش] مسلم بلیٹن ۹ جون ۱۹۴۷ء

کی گئی اس میں ہندوستان کے چھ سب سے بڑے برآمد کنندگان کے نام شامل تھے جن میں سے تین بانٹوا کے تاجر تھے [مڑ]

کتیانہ کی خوشحالی:۔

کتیانہ بھی ریاست جوناگڑھ میں میمنوں کی خوشحالی کا ایک شہر تھا۔ اس کی آبادی تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں سے پچیس (۲۵) ہزار مسلمان تھے اور ان میں بھی میمنوں کی اکثریت تھی جو بیسویں صدی کی ابتداء سے تجارت کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں اور برما، سیلون اور افریقہ تک پہنچ گئے تھے ان کی تجارتی کاوشوں کے سبب کتیانہ جو کچھ عرصہ پہلے آٹھ دس ہزار نفوس پر مشتمل ایک چھوٹا قصبہ تھا وہ اب تیس ہزار کی آبادی پر مشتمل کافی وسیع اور خوشحال شہر بن گیا تھا۔ میمن رؤساء کی فیاضانہ سخاوتوں اور میمن رضاکاروں کے خدمت خلق کے جذبے کے جوش و خروش نے پورے کتیانہ کی شہری زندگی کو ایک نیا روپ دے دیا تھا۔ میمنوں نے وہاں پر ایک ہائی اسکول، تعلیم گاہیں، مطب، مسافر خانوں جماعت خانوں، کتب خانوں، باغ، واٹر ورکس وغیرہ جیسے فلاحی اداروں کو تعمیر کر کے کتیانہ کو کاٹھیاواڑ کے چند ترقی یافتہ شہروں کی صف میں لاکھڑا کر دیا تھا۔ [مک]

بانٹوا اور کتیانہ کے علاوہ دھوراجی، جیت پور، پوربندر، اُپلیٹا، ونتلی وغیرہ کے شہروں میں بھی بڑے بڑے میمن تاجر رہتے تھے اور وسیع و عریض تجارتی کنٹرول اور خوشحالی کے علاوہ فیاضانہ سخاوتوں کے لئے بھی مشہور ہو چکے تھے۔

ریاست کی تجارتی خوشحالی میں میمنوں کے علاوہ ہندو، بنئے اور لوہانہ

[مڑ] بانٹوا ڈائریکٹری صفحہ ۴۷ تا ۴۸

[مک] کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کا دس سالہ مجلہ صفحہ ۳۵، ۳۶

تاجروں کا بھی کچھ حصہ رہا تھا۔

ان تمام تجارتی برادریوں کی طرف سے بڑی تعداد میں تعلیم گاہیں، مطب زچہ خانہ، مذہبی مقامات اور دیگر فلاحی ادارے کام کرتے تھے اور ہر فرد بلا تخصیص قوم و مذہب ان سے مستفید ہوتا ہے۔

صنعت کاری کی ابتداء:۔

اس وقت تک چند مسلمانوں ہندوستان کے مختلف حصوں میں کچھ صنعتیں قائم کر چکے تھے۔ ان میں کاٹھیاواڑ کے میمن پیش پیش تھے ۱۹۳۵ء میں انہوں نے ایک ایسی صنعت کی ابتداء کی جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سب سے مشترکہ صنعتی منصوبہ تھا۔ اس مشترکہ منصوبے کو کاٹھیاواڑ انڈسٹریز (KATHIWAR INDUSTRIES) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کے بانی برما کی صنعت میں اہم کردار ادا کرنے والے سیٹھ لطیف ابراہیم باوانی تھے۔ ۱۹۴۳ء میں انہوں نے اس مشترکہ منصوبے کے لئے بہت تگ و دو کی اور اس کے لئے تمام بڑے میمن تاجروں سے رابطہ قائم کیا۔ ۸

جناب لطیف ابراہیم باوانی کی کوششوں سے ۱۹۴۵ء کی ابتداء میں کاٹھیاواڑ انڈسٹریز ایک کروڑ روپے کے منظور شدہ سرمائے سے قائم کی گئی اس کے چیئرمین ان کے بڑے بھائی اور معروف صنعت کار جناب احمد ابراہیم باوانی تھے اس کے زیادہ تر ڈائریکٹرز بھی میمن تھے نواب مہابت خان جی بھی اس صنعت منصوبہ کے سرپرست تھے

انڈسٹریز کے لئے بطور منیجنگ ایجنٹ کام کرنے کے لئے ولی عہد دلاور خان جی کے نام سے "دلاور سنڈیکیٹ کے نام سے ایک کمپنی قائم کی گئی۔

۸ "الحاج لطیف ابراہیم باوانی" (میمن عالم کا کا باوانی نمبر ستمبر ۱۹۶۰ء)

اس منصوبے کے لئے ریاست جوناگڑھ کے چورواڑ علاقے میں تین دسہائی میل کا پلاٹ حاصل کیا گیا اور وہاں پر پوٹری ورکس مٹی کے برتن بنانے اور سالٹ ورکس کی مشینری نصب کرکے پیداوار کی ابتداء کردی گئی۔ ۹

بعد میں وہاں وجیٹیبل کا ایک بڑا پلانٹ نصب کرنے کی تیاری ہو رہی تھی کہ اس وقت برصغیر کا بٹوارا ہو گیا۔ اور ریاست جوناگڑھ زبردستی ہندوستان میں شامل کردی گئی۔ اور کاٹھیاواڑ انڈسٹریز کی تمام تر مشینری وغیرہ حکومت نے ضبط کرلی۔ ۱۰

ذاتی کردار:۔

نواب مہابت خانجی کو شکار کا بہت شوق تھا وہ گیر کے جنگل کے درختوں اور نباتات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، گیر کے جنگل کے درختوں کی حفاظت کے لئے انہوں نے بہت سخت قوانین نافذ کئے تھے انہیں افزائش حیوانات میں کافی دلچسپی تھی۔ ریاست جوناگڑھ کے سرکاری فارم کے جانور بمبئی کی مویشیوں کی نمائش میں بہت دفعہ اعلیٰ انعامات حاصل کر چکے تھے۔ نواب صاحب کو اعلیٰ نسل کے کتے اور گھوڑے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ وہ ڈرامہ کے بھی بڑے شوقین اور فیاض و دریا دل تھے۔ نواب صاحب سگریٹ نوشی نہیں کرتے تھے اور سگریٹ نوشی کرنے والوں کو اپنے نزدیک بھی نہ آنے دیتے تھے۔

عدالتی نظام:۔

ریاست میں اعلیٰ قسم کا عدالتی نظام رائج تھا۔ اس میں مختلف اوقات میں

۹ مسلم گجرات ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء

۱۰ مسلم گجرات ۹ جنوری ۱۹۴۸ء

سرفیروز شاہ جیتہ، سر چیمن لال، سیتل واڈ وغیرہ جیسے بہت سے غیر مسلم اور نامور قانون دان بطور جسٹس ریاست جوناگڑھ میں خدمات انجام دے چکے تھے۔

نظامِ حکومت:۔

نواب مہابت خانجی ایک خود مختار حاکم ہونے کے باوجود ایک آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ریاست میں بہت عرصے سے وزارتی طرزِ حکومت رائج تھا۔ اس وزارت کو "اسٹیٹ کونسل" (STATE COUNCIL) اور اس کے ارکان کو "ممبر" (MEMBER) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اور اس کا سربراہ دیوان یعنی وزیر اعلیٰ ہوتا تھا۔ ہر وزیر کے پاس کچھ مقررہ دفاتر ہوتے تھے ان کے اختیارات میں نواب کسی بھی طرح کی دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ ان کی تقرری بغیر کسی مذہبی وقومی تعصب کے صرف قابلیت کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں اسٹیٹ کونسل کے سب سے سینئر ممبر شیودت رائے مانکڈ (SHIVDUT RAO MANKAD) تھے اسٹیٹ کونسل کے علاوہ ایک ایڈوائزری کونسل (مجلس شوریٰ) بھی ہوتی تھی جس میں بغیر کسی تعصب کے سماجی رہنما تاجروں، دانشوروں، جاگیرداروں اور زمینداروں کے نمائندے مقرر کئے جاتے تھے۔ اس ایڈوائزری کونسل کی میٹنگ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا اور کسی اہم موضوع پر رائے عامہ جاننے کے لئے ہی اس کی میٹنگ بلائی جاتی تھی۔

جوناگڑھ شہر میں کافی سالوں سے میونسپل کمیٹی قائم ہو چکی تھی اس کے ممبروں کا بھی تقرر کیا جاتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کے آخری چیئرمین اردو کے مشہور ادیب قاضی احمد میاں اختر تھے۔ دیگر مقامات پر مقامی مسائل حل کرنے کے لئے پنچائتیں مقرر کی جاتی تھیں ان کے علاوہ ہر برادری میں اس کے ایک

رہنما کو "سرکاری پٹیل" کا عہدہ دیا جاتا تھا اس کے فرائض میں برادری کے جھگڑے آپس میں نمٹا دینا اور اگر وہ جھگڑے عدالت تک پہنچیں تو اس میں عدالت کی غیر جانبدارانہ رہنمائی کرنا بھی شامل تھا۔

ریاست میں کوئی سیاسی جماعت نہ تھی ۱۹۳۱ء میں کانگریس کے اکسانے پر "جوناگڑھ پرجا منڈل" قائم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ ادارہ تھوڑے ہی عرصے میں غیر فعال ہو گیا۔ مسلمانوں کا ایک ادارہ "جمعیت مسلمانانِ جوناگڑھ" تھی۔ اس کی ایک اہم فریاد ریاست کی ملازمتوں میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد کے بارے میں تھی۔ اس جمعیت کے بانی ریاست کے مشہور ماہر تعلیم جناب اسمٰعیل ابراہانی (ABRAHANI) تھے۔ جو بعد میں ریاست کے وزیر تعلیم بھی رہے تھے۔ جمعیت چند خصوصی موقعوں پر تقاریب منعقد کیا کرتی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں اس کے صدر قاضی احمد میاں اختر تھے اور اعزازی سیکریٹری جناب احمد یوسف خانانی (اختر) تھے۔ دونوں عہدیداران کے ہم نام اور ہم تخلص ہونے کی وجہ سے اعزازی سیکریٹری نے اپنی پہچان کے لئے اپنے تخلص کے ساتھ ڈگری شامل کر دی اور اختر ایل۔ پی کے نام سے پہچانے جانے لگے

مذہبی مقامات کو امداد

۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۷ء تک ریاست جوناگڑھ کے اعلیٰ ترین عہدے پر شمبھو پرشاد، دیسائی فائز رہے تھے۔ ان بیاسی سالہ بزرگ نے چند سال پہلے ایک اخباری ملاقات میں نواب مہابت خانجی کے دورِ حکومت کی کچھ باتیں تازہ کی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ نواب صاحب کے (۸۰،۷۰) ستر فیصد ملازم ہندو تھے وہ ہندو مذہب کے بارے میں بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ گرناد کے سادھوؤں کے لئے اناج کی بوریاں اور اشیائے خوردنی پہنچائی جاتی تھیں۔ چند مذہبی

مقامات اور ان کے جینتوں (متولیوں) کے لئے چالیس (۴۰) گاؤں کی آمدنی وقف کر دی گئی تھی۔[۱۱]

اسی طرح مسلمانوں کے مذہبی مقامات کی مستقل آمدنی کے لئے کثیر تعداد میں گاؤں وقف کر دیئے گئے تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد کاٹھیاواڑ میں غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ ہو گیا اور کھیتی باڑی کرنے والے کسانوں کو زمینوں کا مالک بنا دیا گیا۔ اس وجہ سے ان مذہبی مقامات کی یہ زمیندارانہ آمدنی ختم ہو گئی پھر عقیدت مندوں کی طرف سے نذرانے اور عطیات کی وجہ سے ان کی رونق پہلے کی طرح ہی قائم ہے۔

جوناگڑھ شہر میں دوپہر کے بارہ (۱۲) بجے ایک توپ داغی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سرکاری لنگر خانے کے دروازے کھول دیئے جاتے تھے۔ اور غربا اور فقراء کو کھانا دیا جاتا تھا۔ اسی طرح سادھوؤں اور ہندو غربا کے لئے ایک علیحدہ "سداورت" قائم کیا گیا تھا جہاں سے انہیں کچے اناج اور دیگر اشیائے خوردنی تقسیم کی جاتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ لنگر خانہ اور سداورت بند کر دیئے گئے تھے۔

اس طرح بابی خاندان کے دورِ حکومت میں اور خصوصاً نواب مہابت خانجی کے تقریباً سینتیس (۳۷) سالہ دورِ حکومت میں ریاست کے لوگ سکھ، اطمینان اور سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لوگوں کا معیارِ زندگی بھی بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اور ادب و تعلیم اور تہذیب و تمدن میں جوناگڑھ کا نام صفِ اوّل پر آ چکا تھا۔

انتظامیہ بھی اعلیٰ معیار کی اور غیر جانبدار تھی۔ ان سب حقیقتوں کا ایک نمایاں ثبوت ۱۹۴۷ء کے بعد ہندو مصنفین کی ریاست جوناگڑھ کے بارے میں لکھی

---

[۱۱] دیسائی: جوناگڑھ کے نواب کی نئی پرانی باتیں۔ چترلیکھا ۹ فروری ۱۹۸۱ء

گئی کتابوں میں ملتا ہے۔ جس میں بابی حکومت کے خلاف کوئی بھی شکایت یا الزام نہیں ملتا بلکہ مختلف شعبوں میں کی جانے والی ترقی کے بارے میں اظہار تفخر کیا گیا ہے۔

باب سوئم

دیسی ریاستیں

مقام اور اہمیت:۔

تقسیم ہند کے وقت ملک میں کل پانچ سو بہتر (۵۷۲) چھوٹی بڑی دیسی ریاستیں تھیں جو برصغیر کے ایک تہائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھیں اور ملک کی ایک چوتھائی آبادی اس میں آباد تھی ان میں کشمیر، حیدرآباد، میسور، جیسی ریاستیں برطانوی ہند کے کسی بھی صوبے کے برابر آبادی اور رقبہ رکھتی تھیں۔ ۵۷۲ ریاستوں میں سے تقریباً تین چوتھائی ریاستیں بہت چھوٹی تھیں اور ان کے حکمران محدود قسم کے اندرونی اختیارات رکھتے تھے۔ باقی ماندہ ایک سو چالیس (۱۴۰) ریاستیں کافی بڑی تھیں اور ان کے حکمران تاج برطانیہ کے ساتھ مختلف معاہدوں سے منسلک تھے ان معاہدوں کی رو سے دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کی ذمہ داریاں حکومت برطانیہ کے ذمہ تھیں۔ باقی تمام معاملات میں یہ حکمران مکمل طور پر خود مختار ہوتے تھے ان بڑی ریاستوں میں برطانوی ریذیڈنٹ ہوتے تھے۔ چھوٹی ریاستوں کو مختلف گروہوں میں اکٹھا کر کے ان کی ایجنسی بنادی جاتی تھی۔ اور ان پر پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا جاتا تھا ریلوے ڈاک، ٹیلی گراف اور کرنسی وغیرہ کے امور ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے مابین تعلقات کو اور بھی گہرا اور مستحکم کرتے تھے۔ چند قابل تعریف حکمرانوں

کے سوا تمام حکمرانوں کی بہت بڑی اکثریت عیش و نشاط کی دلدادہ، شہوت پسند اور ظالم تھے۔ وہ مختلف ذریعوں سے رعایا کا استحصال اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ ان حکمرانوں سے رعایا کو کوئی اُنسیت نہ تھی۔ ریاستوں کے اندرونی معاملات میں حکومت برطانیہ کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی۔ صرف وسیع پیمانے پر ہونے والی بدامنی اور لاقانونیت کی صورت وہ دخل اندازی کرتی تھی اس کے علاوہ کسی حکمران کے کم سنی میں تخت نشین ہونے کی صورت میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ناظم (ایڈمنسٹریٹر) مقرر کیا جاتا تھا۔ اور حکمران کے سن بلاغت تک پہنچنے پر تمام اختیارات حکمران کے سپرد کر دیئے جاتے تھے

چند حکمران نہایت ہی ترقی پسند تھے یہ حکمران رعایا کی فلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انکی رعایا کو کچھ ایسی سہولتیں بھی میسر تھیں جو برطانوی ہند کے رہنے والوں کو بھی حاصل نہ تھیں۔ تعلیم و تہذیب کے شعبوں میں چند ریاستیں نمایاں شہرت رکھتی تھیں۔

حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات

انیسویں صدی کی ابتدا تک ہندوستان کا بہت بڑا علاقہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت آچکا تھا۔ مغلیہ سلطنت بالکل کمزور ہوگئی تھی اور پورے ملک میں ان گنت دیسی ریاستیں خود مختار ہو چکی تھیں اور آزادانہ حکمرانی کرنے لگی تھیں اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی، دیسی ریاستوں کے ساتھ جو معاہدات کرتی تھی وہ مساوات کے اصول پر مبنی تھے

۱۸۱۳ء کے ان حالات میں بہت تغیر آگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اب ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت بن گئی تھی۔ اس وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ

معاہدات اب بھی مساوات کے اصول پر ہونے کے باوجود ان میں کمپنی کی برتری کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ ان نئے معاہدوں میں اب ریاستیں کمپنی کی اجازت کے بغیر جنگ یا صلح نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کو امن وامان کی حفاظت کے لئے کمپنی کے ماتحت علاقائی سطح پر افواج رکھنی پڑتی تھی۔ ان افواج کے اخراجات کے لئے ریاستیں کمپنی کو سالانہ نقد رقم یا مستقل طور پر کوئی علاقہ دے دیتی تھیں۔ کمپنی نے ان نئی شرائط کے ساتھ ۱۸۱۳ء میں کاٹھیاواڑ کی ایک سو پینتالیس (۱۴۵) ریاستوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جو "کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے معاہدے راجستھان کی بیس (۲۰) اور مدھیہ پردیش کی ایک سو پینتالیس (۱۴۵) ریاستوں کے ساتھ بھی کئے گئے تھے۔

۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی:

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر دی گئی اور ملکہ وکٹوریہ نے براہ راست ہندوستان کی باگ ڈور سنبھال لی۔ انہوں نے ماضی میں ریاستوں کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدات کو جوں کا توں عمل میں جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء میں برطانوی ہند کے چند صوبوں میں الیکشن منعقد کر کے عوامی حکومتوں کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس ایکٹ میں دیسی ریاستوں کی ایک فیڈریشن قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی لیکن کچھ وجوہات کی بناء پر اس پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ ۱۹۳۹ء میں ان عوامی حکومتوں کو بھی توڑ دیا گیا تھا۔

۱۹۳۰ء کے عشرے میں کانگریس نے بہت سی ریاستوں میں ہندوؤں پر مشتمل پرجا منڈلوں اور ریاستی پریشدوں کی تشکیل کی تھی اور انہی کے ذریعے ایسی عوامی نمائندگی کے لئے تحریکیں چلائی تھیں جن سے ریاستوں کی انتظامیہ میں ہندوؤں کی برتری رہے۔ ان سب تحریکوں کے روح رواں سردار ولبھ بھائی پٹیل تھے۔

۱۹۳۸ء میں بیک وقت ایک درجن کے قریب ریاستوں میں ایسی تحریکیں زور و شور سے چلائی گئیں جو تمام کی تمام ناکام رہیں۔ اسی دوران راجکوٹ کی تحریک سب سے نمایاں رہی۔ راجکوٹ کاٹھیاواڑ کے وسط میں ایک چھوٹی سی ریاست تھی جہاں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کا صدر دفتر واقع تھا۔ اس تحریک میں خود گاندھی جی اور سردار ولبھ بھائی پٹیل نے حصہ لیا تھا۔ اور اسی دوران گاندھی جی نے اپنا تاریخی "مرن برت" بھی کیا تھا۔ اس وقت کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے چند غیر معروف میمن رہنماؤں نے ان کا سخت مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ان دونوں کو اپنی شکست تسلیم کر کے راجکوٹ چھوڑنا پڑا۔ اس دوران غیر منقسم ہندوستان کے نقشے میں دیسی ریاستوں کو زرد رنگ سے واضح کیا جاتا تھا۔ سردار پٹیل نے اس وقت ہندوستان کے نقشے میں سے زرد رنگ کو ختم کرنا اپنی زندگی کا اہم ترین نصب العین بنا لیا تھا۔

اعلانِ آزادی کے بعد:

حکومت برطانیہ نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کو آزادی دینے کے ارادے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بہت عرصہ پہلے ہی سے دیسی ریاستوں کے حکمران اپنے مستقبل کے بارے میں متفکر تھے۔ وہ گزشتہ صدی میں حکومت برطانیہ کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کا حوالہ دے کر کہہ رہے تھے کہ حکومت برطانیہ

ہندوستان چھوڑتے وقت دیسی ریاستوں سے اپنی بالادستی ختم کر کے ان کو بھی آزاد قرار دیتی جائے اور ان کو کسی بھی مقامی طاقت کے حوالے نہ کیا جائے۔ ان حالات میں دیسی ریاستیں اپنی چند مشترکہ علاقائی ریاستیں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں کاٹھیاواڑ میں بھی ایسی ہی مشترکہ ریاست قائم کرنے کی گفت و شنید ہو رہی تھی اور ریاست جوناگڑھ نے بھی اس میں شامل ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا ان دنوں کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ حکومت برطانیہ پاکستان کے مطالبہ کو واقعی تسلیم کرے گی۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن (LORD MOUNT BATTEN) اور ان کے پیشرو لارڈ ویول (LORD WAVELL) ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ یقین دلا چکے تھے کہ حکومت برطانیہ ان کی رضامندی کے بغیر ان کی آزادی کو کسی اور طاقت کے سپرد نہیں کیا جائیگی کیبنٹ مشن نے ۱۹۴۶ء کے اعلانیہ میں بھی اسی قسم کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ اس وقت تک بھی یہ بات غیر یقینی تھی کہ مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا جائے گا یا نہیں۔ اس وجہ سے مطالبۂ پاکستان کے تسلیم ہونے کے ساتھ ہی دیسی ریاستوں سے متعلق حالات میں بھی بہت بڑی تبدیلیاں آ گئیں۔

۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ نے برصغیر کو جون ۱۹۴۸ء میں آزادی دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلانیہ میں کہا گیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی ریاستوں سے برطانوی بالادستی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور اسے برطانوی ہند کی وارث کسی بھی طاقت کو منتقل نہیں کی جائے گی۔ برطانوی بالادستی کے خاتمہ کے بعد ہر ریاست کلی طور پر خود مختار ہو جائے گی۔ اس اعلانیہ میں برطانوی ہند کی ایک آئین ساز اسمبلی قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی اور ہر اس کا فیصلہ ریاستوں پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ انڈین یونین کی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہوں یا نہیں

اس آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا مطلب بھارت میں شامل ہو جانا تھا مذکورہ اعلان کے چند ہفتوں بعد پنڈت جواہر لعل نہرو نے گوالیار میں آل انڈیا اسٹیٹس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے یہ دھمکی دی کہ آئین ساز اسمبلی میں شامل نہ ہونے والی ریاست کو ملک کا دشمن قرار دیا جائے گا اور اسے اس فیصلے کے نتائج بھگتنے پڑیں گے[1]

یہ دھمکی کافی مؤثر ثابت ہوئی اور بڑی تعداد میں ریاستیں آئین ساز اسمبلی میں شامل ہو گئیں۔ لیکن کسی بھی ریاست نے الحاق کا اعلان نہ کیا۔

اس کے بعد ۲ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کے مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے برطانوی ہند کے ماتحت علاقوں کی دو حصوں میں تقسیم سے دو خود مختار حکومتیں پاکستان اور بھارت وجود میں آنے والی تھیں۔

اس اعلانیہ کے آخر میں دیسی ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا تھا۔

"ریاستوں کے ماضی میں حکومت برطانیہ کے سپرد کئے گئے تمام اختیارات ریاستوں کو واپس مل جائیں گے۔

ریاستوں، حکومت برطانیہ اور تاج برطانیہ کے درمیان ہونے والے تمام معاہدات ختم ہو جائیں گے اس سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے لئے ریاستیں ہندوستان میں برطانوی ہند کی وارث دو میں سے کسی بھی حکومت اور حکومتوں کے ساتھ فیڈرل اصولوں پر تعلقات قائم کر سکیں گی اور اس میں ناکامی کی صورت صورت میں وہ ان دونوں میں سے ایک یا دونوں خود مختار حکومتوں کے ساتھ خصوصی قسم کا سیاسی بندوبست کر

۱۔ وی۔ پی۔ مینن، اسٹوری آف انٹی گریشن آف انڈیا اسٹیٹس صفحہ نمبر ۸۔

سکے گی۔ ۲

اس تاریخی اعلان کے دوسرے روز لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک اخباری کانفرنس میں ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل مزید وضاحت کی۔

" ہندوستانی ریاستیں حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت آزاد ریاستیں تھیں۔ معاہدے کے خاتمے کے بعد وہ پھر سے اپنی آزادانہ حیثیت حاصل کرلیں گی۔ اور پاکستان یا بھارت کسی بھی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے لئے یا کوئی اور بندوبست کرنے کے لئے آزاد رہیں گی " ۳

بھارت کی پالیسی میں تبدیلی :-

لیکن اس کے فوراً بعد ہی بھارتی حکام نے ان اعلانات سے ایسے معنی اخذ کرنے شروع کر دیئے کہ کوئی بھی دیسی ریاست آزاد نہیں رہ سکتی اور انہیں دونوں خود مختار حکومتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے بھارت نے اپنے ساتھ الحاق کی خواہش رکھنے والی دیسی ریاستوں کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ یہ الحاق صرف تین شعبوں یعنی امور خارجہ، مواصلات اور کسٹم تک ہی محدود رہے گا اور حکمرانوں کے اپنے اختیارات میں کسی قسم کی کوئی کٹوتی نہیں کی جائے گی۔ ۴

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے الحاق کے بارے میں وضاحت کرنے کے لئے اور حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے دہلی میں حکمرانوں کی اور ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ریاستیں کسی بھی حکومت کے ساتھ الحاق کرتے کے سلسلے میں

۲ چوہدری محمد علی " ایمرجنس آف پاکستان " صفحہ ۲۲۸ انٹیگریشن صفحہ ۶۶

۳ ایمرجنس صفحہ ۲۲۸ ۴ ایمرجنس ۲۲۸ تا ۲۲۵

مکمل آزادی رکھتی ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں وہ جغرافیائی حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ۵

پاکستانی علاقہ سے منسلک ریاستیں :-

آزادی کے وقت پاکستانی علاقے سے سترہ (۱۷) ریاستیں منسلک تھیں جس میں جموں و کشمیر جیسی رقبہ کے لحاظ سب سے بڑی ریاست بھی شامل تھی قائداعظم ایک اصول پسند آدمی تھے اور وہ اس خیال کے حامی تھے کہ کسی بھی ریاست کو مرضی کے خلاف الحاق کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ۶

اس وجہ سے پاکستانی علاقے سے منسلک کسی بھی ریاست پر پاکستان کی طرف سے الحاق کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ نتیجتاً ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء یعنی یوم آزادی تک پاکستان کی علاقائی حدود سے منسلک کسی بھی ریاست نے پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق نہیں کیا تھا۔

جودھپور، جیسلمیر، کپورتھلہ

پاکستان کی سندھ سرحد پر جودھپور اور جیسلمیر نامی دو راجپوتی ریاستیں تھیں آزادی کے قبل جودھپور ریلوے اپنی سرحد سے کافی دور واقع حیدرآباد سندھ تک آتی تھی۔ سندھ کے ساتھ ان ریاستوں کے قریبی تعلقات تھے۔ جودھپور کے مہاراجہ سر ہنونت سنگھ (SIR HANWANT SINGH) اپنی ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں دہلی جا کر قائداعظم سے گفت و شنید کر آئے تھے۔ اس ملاقات کے وقت جیسلمیر کے مہاراج کمار ولی عہد

۵ ایمرجنس صفحہ ۲۳۲

۶ ایمرجنس صفحہ ۲۲۸

بھی موجود تھے جودھپور کے مہاراجہ نے قائداعظم سے الحاق کی شرائط کے بارے میں وضاحت چاہی۔ قائداعظم نے فوراً ایک سادہ کاغذ اٹھا کر اس پر اپنے دستخط کر دیئے اور مہاراجہ سے کہا کہ آپ کو جو بھی شرائط مناسب لگیں وہ سب اس میں لکھ سکتے ہیں۔ مہاراجہ نے یہ یقین دہانی کرائی کہ وہ اپنی ریاست جودھپور سے واپس آنے کے بعد اپنے آخری فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔

مہاراجہ کے ارادہ کی خبر ملتے ہی بھارت کے ریاستی امور کی وزارت کے سیکریٹری مسٹر وی۔ پی۔ مینن (V.P.MENON) فوراً مہاراجہ کے پاس گئے اور انہیں لے کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے پاس پہنچ گئے۔ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ سے کہا کہ آپ کی ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے پر قانونی نکتۂ نظر سے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ ریاست جودھپور میں آبادی کی اکثریت ہندو ہے اور ریاست بھی دیگر ریاستوں کے بیچ میں گھری ہوئی ہے جن کی رعایا ہندو ہے۔ اور آپ کے اس فیصلے سے ریاست میں قومی فسادات بھی بھڑک اٹھیں گے۔[۸]

مہاراجہ ہنونت سنگھ پر اس دباؤ کا گہرا اثر ہوا انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔

اس کے بعد جیسلمیر کی ریاست نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

مغربی پنجاب کی سرحد کے ساتھ منسلک ریاست کپورتھلہ کی آبادی میں پینسٹھ فیصد (۶۵٪) مسلمان تھے اور اس کا حکمران سکھ تھا۔ اس نے بھی اپنی ریاست کا الحاق بھارت کے ساتھ کر لیا۔

۸۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷

رادھن پور۔ پالن پور:۔

پاکستان کی سندھ کی سرحد سے منسلک رادھن پور اور پالن پور نامی دو ایسی ریاستیں واقع تھیں جن کے حکمران مسلمان تھے اور رعایا کی اکثریت ہندو تھی۔ ہندوستان کے صوبے گجرات کے شمالی حصے میں ان دونوں ریاستوں کے علاوہ بالاسینور سچن اور کھمبات نامی ریاستیں بھی واقع تھیں جن کے حکمران مسلم تھے ان میں رادھن پور اور بالاسینور کے حکمران بابی خاندان سے تھے۔ ان تمام ریاستوں نے گجرات کی بڑی ریاست بڑودہ (گائیکواڑ) کے ساتھ مل کر اپنی ایک علیحدہ یونین بنانے کا ارادہ کیا تھا لیکن آخر کار انہوں نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔[۹]

صوبۂ گجرات میں واقع مسلم حکمرانوں کے ماتحت دیگر ریاستوں ٹونک (TONK) اور جنجیرہ وغیرہ نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کر لیا۔

سندھ کے جنوب میں واقع ریگستانی ریاست کچھ جس کا حاکم ہندو تھا اور رعایا کی اکثریت بھی ہندو تھی یہ بھارت کے ساتھ ملحق ہو گئی۔

بھاولپور، خیرپور:۔

پاکستانی علاقے کے ساتھ منسلک باقی ماندہ تمام ریاستوں کے حکمران بجز کشمیر کے مسلمان تھے اور ان کی رعایا کی اکثریت بھی مسلم تھی۔

ریاست بھاولپور کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی جس میں (۸۳٪) مسلمان تھے ریاست کے نواب اور وزیر اعلیٰ جناب مشتاق احمد گرمانی ریاست کے لئے کسی قسم کا نیم آزاد درجہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن اگست کے آخر میں پنجاب میں وسیع پیمانے پر قومی فسادات پھوٹ پڑے۔ جس نے ریاست بھاولپور پر بھی گہرے اثرات ڈالے آخر کار ریاست بھاولپور نے ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق

۹۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۶۹

کرلیا۔ اس کے فوراً بعد ہی پڑوسی ریاست خیر پور نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کرلیا۔ ۹

قلات اور دیگر ریاستیں:۔

اس کے چند ماہ بعد ہی شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ساتھ منسلک چار ریاستیں چترال، سوات، دیر اور امب بھی پاکستان کے ساتھ ملحق ہوگئیں۔

بلوچستان سے منسلک چار ریاستوں قلات، لسبیلہ، خاران اور مکران کا رقبہ بہت وسیع اور نہایت ہی پسماندہ تھا۔ مگر ان کی کل آبادی صرف پانچ لاکھ تھی ان میں سے ریاست قلات کا ارادہ آزاد رہنے کا تھا اور اس کے حکمران خان نے ایک انگریز کو اپنا وزیر خارجہ بھی مقرر کیا تھا۔ ریاست قلات نے دیگر تینوں ریاستوں لسبیلہ، خاران، اور مکران پر مختلف دعوے اور حقوق جتانے لگی جس کے نتیجے میں ان تینوں ریاستوں نے مارچ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیا۔ اس طرح قلات تنہا رہ گیا۔ اور آخر کار اس نے بھی اسی مہینے میں پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیا۔ ۱۰

بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں:۔

پاکستان کے برخلاف بھارت نے اپنے علاقے سے منسلک ریاستوں کو اپنے ساتھ الحاق کے لئے مجبور کرنے کے لئے چانکیہ (CHANAKYA) کے سیاسی اصولوں پر بھرپور عمل کیا۔ یہ اصول "سام" یعنی دلائل سے کسی کو سمجھانا "دام" کسی کو رشوت اور پیسہ دے کر اپنا ہم خیال بنانا "بھید" یعنی کسی کے خفیہ راز کو افشاء

۹ ایر جنس صفحہ ۲۳۵ - ۲۳۶

۱۰ ایر جنس صفحہ ۲۳۶

کرنے کی دھمکی دینا اور "دنڈ" یعنی سخت سزا کی دھمکی دینے پر مبنی تھے ان کوششوں میں بھارتی ریاستی امور کے وزیر سردار ولبھ بھائی پٹیل (WALLABH-BHAI PATEL) اور سیکریٹری مسٹر وی۔ پی۔ مینن نے اہم کردار ادا کیا اور ان کو گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پوری بھارتی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔

نتیجتاً بھارت کے یوم آزادی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک سوائے چند ایک کے تمام ریاستیں بھارت کے ساتھ الحاق کر چکی تھیں بھارت میں چانکیہ کے اصولوں پر جس طریقہ کار سے عمل کیا گیا اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

تراون کور، بھوپال، رام پور:۔

جنوبی ہند میں واقع ریاست تراون کور (TRAVAN KOR) کے مہاراجہ نے آزاد رہنے کے ارادہ کا اعلان کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ریاست تراون کور کے وزیر اعلیٰ رام سوامی آئنگر کو دہلی بلوایا۔ اور انہیں دلائل اور دھمکیوں کے ساتھ یہ فیصلہ تبدیل کرنے پر اصرار کیا۔ مگر وزیر اعلیٰ رام سوامی اپنے فیصلے پر قائم رہے اور بعد میں وہ دہلی سے تراون کور واپس پہنچے جہاں ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور وہ شدید زخمی ہوگئے۔ مہاراجہ نے فوراً دہلی بذریعہ تار اپنی ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کردیا دیگر ریاستوں کے حکمرانوں پر اس واقعہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور وہ خوفزدہ ہوکر بھارت کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کرنے لگے ۱۱

صوبہ مدھیہ پردیش میں واقع ریاست بھوپال کا حکمران مسلمان تھا۔ اور اس کی آبادی میں مسلمانوں کی کافی تعداد تھی بھوپال کے نواب نے بھارت کے ساتھ اپنی ریاست کا الحاق کردیا۔ ریاست کے مسلمانوں نے اس فیصلہ کے خلاف بغاوت کردی نواب نے حکومت بھارت سے امداد طلب کی اور بھارت نے فوراً ہی اپنی فوج

۱۱ ایر جنس صفحہ ۲۳۳

ریاست بھوپال میں بھیج دیں جنہوں نے یہ بغاوت کچل دی۔[۱۲۱]

اسی طرح رام پور میں بھی آبادی کی اکثریت ہندو تھی اور اس کا حکمران مسلمان نواب تھا۔ نواب کے بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے کے خلاف مسلم آبادی نے بغاوت کر دی۔ نواب نے حکومت بھارت سے امداد کی اپیل کی اور سردار پٹیل کے فوری حکم سے فوجی جاٹ رجمنٹ رام پور پہنچ گئی جس نے اس بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔[۱۲۲]

چھتیس گڑھ کا معاملہ :۔

مدھیہ پردیش سے منسلک چھتیس گڑھ کے علاقے میں پندرہ (۱۵) ریاستیں اور صوبہ اڑیسہ میں چھوٹی بڑی چھبیس ریاستیں واقع تھیں۔ آزادی سے قبل ان میں سے بہت سی ریاستوں کے حکمران رائے پور میں اکٹھے ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی ایک آزاد "ایسٹرن اسٹیٹس یونین" قائم کی۔ اس یونین کا ایک آئین مرتب کیا گیا۔ ایک حکمران کو اس کا سربراہ چنا گیا ایک مشترکہ پولیس کا نظام قائم کر دیا گیا اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے اس یونین نے اپنی کارکردگی کی ابتداء بھی کر دی اسی یونین میں شامل نہ ہونے والی ایک ریاست "بستار" تھی جو معدنی دولت سے مالا مال تھی۔ اور وہ اپنی پڑوسی ریاست حیدر آباد کے ساتھ کسی قسم کے اقتصادی الحاق کی کوشش کر رہی تھی۔

سردار پٹیل کے لئے یہ سب باتیں فطری طور پر ناگوار تھیں۔ انہوں نے اور وی پی مینن نے ان سب حکمرانوں سے کٹک اور ناگ پور میں گفت و شنید کی۔ انہوں نے ان حکمرانوں سے کہا کہ آپ کی ریاستیں لسانی، تہذیبی، اقتصادی

مہ ۱۲۱ ایر جنس ۲۲۴

مہ ۱۲۲ ایر جنس ۲۲۵

اور جغرافیائی نکتۂ نظر سے آپس میں کسی بھی طرح کی مناسبت نہیں رکھتیں اور چند ریاستیں تو بہت چھوٹی بھی ہیں اس وجہ سے آپ کی یہ یونین کسی طرح بھی کارآمد ثابت نہیں ہوگی۔ اور بھارت اس کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ حکمران پھر بھی اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ اس پر سردار پٹیل نے ان کی سنگین نتائج کی دھمکی دی۔ اس گفت و شنید سے کچھ عرصہ پہلے ہی کانگریس کی ریاستی برانچ پر جامنڈل ان ریاستوں میں سے دو ریاستوں میں وسیع پیمانے پر بدامنی اور فسادات برپا کر چکی تھی آخرکار حکمرانوں کو بادل نخواستہ جھکنا پڑا اور انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

ریاستوں کے حکمرانوں کو آزادانہ گروپ مرتب کرنے کا آئینی حق دیا گیا تھا۔ اس حق کو استعمال کرنے کی یہ پہلی اور آخری کوشش اس طرح ناکام بنا دی گئی۔

گاندھی جی کو جب اس تمام معاملے کی اطلاع ہوئی تب انہوں نے کہا کہ "ان حکمرانوں کو الحاق کے لیے تیار کرنے کی کاروائی چھوٹے بچوں کو جلاب دینے کے برابر تھی۔ اس سے ان سب حکمرانوں کا ہی بھلا ہوگا۔" [۱۲۳]

تین مستثنیات :۔

اس طرح حکومت بھارت کے اپنے علاقے سے منسلک تمام ریاستوں کو اپنے ساتھ ملحق کر دینے کے بعد اب صرف تین مستثنیات باقی رہ گئی تھیں یہ تینوں ریاستیں اپنی خصوصی حیثیت رکھتی تھیں اور وہ اپنی جداگانہ تواریخ مرتب کر گئی تھیں۔ یہ تین ریاستیں حیدر آباد، کشمیر، اور جونا گڑھ تھیں ان میں سے حیدر آباد کی کہانی اپنا الگ رخ رکھتی تھیں جبکہ کشمیر اور جونا گڑھ کی

مہ ۱۲۳ انٹی گریشن ۱۵۲ تا ۱۷۱

کہ یہاں اکثر مقامات پر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور ایک کہانی دوسری کہانی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔

حیدر آباد پر قبضہ:-

ریاست حیدر آباد دکن کا رقبہ بیاسی ہزار (۸۲۰۰۰) مربع میل اور آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ اٹھارویں صدی میں نظام الملک کی قائم کردہ اس ریاست کی آبادی میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ برصغیر کی آزادی کے وقت نظام میر عثمان علی نے آزاد رہنے کے فیصلے کا اعلان کیا تھا اور حکومت بھارت نے ریاست حیدر آباد کے لئے اپنے ایجنٹ جنرل کے طور پر مسٹر کے ایم منشی کا تقرر کیا تھا۔ اس کے بعد بھارت نے ریاست میں مداخلت کے لئے مختلف حیلے بہانے تراشنے شروع کر دیئے۔

جون ۱۹۴۸ء میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان سے رخصت ہوئے۔ اس کے فوراً بعد بھارت نے حیدر آباد کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی اور جنگی چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم کا انتقال ہوا اور اس کے دوسرے دن ہی بھارت نے ریاست حیدر آباد پر حملہ کر دیا۔ پانچ دن کے مقابلے کے بعد ریاست کی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کے بعد حیدر آباد کی وسیع ریاست کے ٹکڑے کر کے انہیں ارد گرد کے بھارتی صوبوں کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ [۱۵]

کشمیر کی کہانی:-

کشمیر برصغیر کی سب سے بڑی دیسی ریاست تھی۔ اس کا رقبہ چوراسی ہزار

---

۱۵ ایمر جنس صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۱

چوراسی ہزار مربع میل تھا جس کی سرحدیں چین، روس اور افغانستان کو چھوتی تھیں اور چند ہی میل کے فاصلے پر روس تھا۔ اس کی چالیس لاکھ کی آبادی میں ستر فیصد مسلمان تھے۔ اس کی بیشتر سڑکیں پاکستانی علاقے سے منسلک تھیں۔ اس کی تمام تر تجارت پاکستانی علاقے کی طرف ہوتی تھی اور اس کے تمام دریا بھی پاکستان کی طرف بہتے تھے۔ کشمیر کے مسلمان مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے پاکستانی علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ گہری وابستگی رکھتے تھے۔

۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے جموں و کشمیر کا پورا علاقہ ڈوگرہ سردار گلاب سنگھ کو پچھتر لاکھ روپے کے عوض بیچ دیا تھا۔ ایک صدی پر محیط ڈوگرہ دور حکومت نہایت ہی ظالمانہ دور تھا۔ ۱۹۲۵ء میں مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر کے حکمران تھے۔ شیخ عبداللہ ۱۹۳۱ء سے عوام کے حقوق کے لئے تحریک چلا رہے تھے اور ان کو اس میں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی۔ ۱۹۳۹ء سے وہ گاندھی اور نہرو سے بہت متاثر ہونے لگے تھے۔ اور قوم پرستانہ ذہنیت کے حامل ہو گئے تھے۔ کشمیر میں غیر مسلم حکمران اور مسلمان رعایا کے برعکس ریاست حیدر آباد میں مسلم حکمران اور غیر مسلم رعایا تھی۔ اس وجہ سے حکومت ہند حیدر آباد کا کوئی فیصلہ نہ ہونے تک کشمیر کے بارے میں اپنی کوئی پالیسی ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس وجہ سے ماؤنٹ بیٹن نے جب کشمیر کا چار روزہ دورہ کیا تو لوگوں کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کے سلسلے میں غیر واضح باتیں کیں۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا یوم آزادی پوری ریاست میں یوم پاکستان کے طور پر منایا گیا۔ [۱۶]

---

۱۶ ایمر جنس صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۳، ۲۸۸

باب چہارم

الحاق جوناگڑھ

نواب کی خواہش

۳جون ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ اس اعلان میں دیسی ریاستوں کے حکمرانوں کو غیر مشروط طور پہ یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ بھارت یا پاکستان کے ساتھ اپنی ریاستوں کا الحاق کر سکتے ہیں۔ یا خود مختار رہ کر اپنی مرضی کے مطابق کوئی متبادل انتظام کر سکتے ہیں۔

جوناگڑھ کے بابی حکمران نواب مہابت خانجی سوئم ریاست کے انتظامی امور میں بہت کم مداخلت کرتے تھے۔ جس وقت برصغیر کے نقشے پہ پاکستان وجود میں آ رہا تھا۔ تب ایک مسلمان حکمران ہونے کی حیثیت سے وہ فطری طور پر اپنی ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملحق کرنے کی خواہش رکھنے لگے۔ ان کی اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں بظاہر بہت سی مشکلات درپیش تھیں۔ ریاست جوناگڑھ سوائے اپنی سمندری سمت کے تین اطراف سے ہندو ریاستوں کے درمیان گھری ہوئی تھی جو سب کی سب بھارت سے الحاق کرنے والی تھیں۔ علاوہ ازیں ریاست جوناگڑھ کی بیشتر آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ اور انہیں دی جانے والی متعدد مراعات اور اختیارات کے باوجود اس معاملے میں ان کو بہ آسانی مشتعل کیا جا سکتا تھا۔

اس وقت ریاست جوناگڑھ کے دیوان وزیر اعلیٰ، خان بہادر عبدالقادر محمد حسین تھے۔ وہ اس سے قبل سندھ میں ضلع شکارپور کے ڈپٹی کلکٹر رہ چکے تھے۔ ۱۹۴۰ء سے وہ ریاست کے دیوان کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے ۱۹۴۷ء میں ان کو اپنی علالت کے باعث ولایت (انگلستان) جانے کی ضرورت پیش آنے لگی اب ان کو ایسے قابل اعتماد آدمی کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہونے لگی جو ان کی غیر حاضری میں ریاست کے دیوان کے فرائض سے بخوبی عہدہ برآں ہو سکے۔ سر شاہنواز بھٹو سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ اور اسی لئے ۱۹۴۷ء کے آخر میں انہوں نے سر شاہنواز بھٹو کو جوناگڑھ کی کابینہ میں شامل کر لیا تھا۔

سر شاہنواز بھٹو

سر شاہنواز بھٹو کی پیدائش ۱۸۸۸ء میں ضلع لاڑکانہ کے زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۶ء تک بمبئی لیجسلیٹو اسمبلی کے رکن رہے۔ مورلے منٹو اصلاحات کے سلسلے میں منعقد کی گئی امپیریل کانفرنس میں انہوں نے سندھ کی نمائندگی کی تھی ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۶ء تک وہ صوبہ بمبئی کی کابینہ میں شامل رہے اور سندھ کی علیحدگی کے معاملے میں قانونی مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انہوں نے لندن کی گول میز کانفرنسوں میں بھی حصہ لیا۔ انہیں حکومت برطانیہ کی طرف سے سر اور چند دیگر خطابات عطا ہوئے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ کا علیحدہ صوبہ وجود میں آنے کے بعد وہ گورنر کے مشیر اعلیٰ بن گئے۔ ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں انہوں نے اتحاد پارٹی کے نائب صدر کی حیثیت سے حصہ لیا لیکن شیخ عبدالمجید سندھی کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ اس کے بعد وہ تقریباً ایک دہائی تک بمبئی سندھ پبلک سروس کمیشن کے رکن کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے

۱۹۴۲ء کے آخر میں انہوں نے ریاست جوناگڑھ کے دیوان کی دعوت قبول کرکے جوناگڑھ کی کابینہ میں شمولیت اختیار کرلی اور اس طرح انہوں نے برصغیر کے اہم ترین تاریخ ساز دور میں سیاست کے میدان میں اپنی سیاسی کارکردگی کو دوبارہ آغاز کیا۔ بعدازاں مئی ۱۹۴۷ء میں دیوان عبدالقادر کے علاج معالجے کے لئے ولایت روانگی پر شاہنواز بھٹو کو قائم مقام دیوان مقرر کیا گیا۔

جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق میں جن دو اشخاص نے اہم ترین کردار ادا کئے ان میں سے ایک سر شاہنواز بھٹو تھے۔ اور دوسرے اسمٰعیل حاجی محمد ابرابانی (ABRAHANI) تھے جو اس وقت ریاست جوناگڑھ کی اسٹیٹ کونسل کابینہ کے ایک اہم رکن تھے۔

قائداعظم کی یقین دہانی:۔

نواب مہابت خانجی نے تمام پہلوؤں پر عمیق غور و فکر کرنے کے بعد اپنے فیصلے پر قانونی رائے لینے کے لئے بین الاقوامی شہرت یافتہ قانون دان چوہدری ظفراللہ خان کو جوناگڑھ آنے کی دعوت دی۔ ظفراللہ خان تین دن جوناگڑھ میں مقیم رہے۔ انہوں نے اس فیصلے کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کرکے یہ مشورہ دیا کہ جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی راہ میں کسی طرح کی کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے ح۱

اس کے بعد نواب صاحب نے سر شاہنواز بھٹو کو قائداعظم سے مشورہ لینے کے لئے نئی دہلی بھیجا جہاں انہوں نے ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کے ساتھ طویل گفتگو کی ح۲

ح۱ سانحہ دیا   از جیل دیتی   صفحہ ۱۴۳
ح۲ مسلم بلیٹن   ۲۵ جولائی   ۱۹۴۷ء

سر شاہنواز نے چند اہم معاملات میں قائداعظم سے ہدایات حاصل کیں۔ قائداعظم نے ان کو مزید یقین دہانی کرائی کہ

" پاکستان کسی طاقت کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ آپ کو فاقہ کشی پر مجبور کرے یا آپ کو ظلم و تشدد کا شکار بنائے۔ ہم تو آپ کی امداد کریں گے ویراول کی بندرگاہ کراچی سے زیادہ دور نہیں۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ آپ ۱۵ اگست تک ہر معاملے سے علیحدگی اختیار کریں۔ اور انتظار کریں اور اس کے بعد ہی آخری فیصلہ کیا جائے ح۳

اسلام کی خاطر قربانی:۔

شاہنواز بھٹو نے قائداعظم کے نام ایک خط میں جوناگڑھ کے حالات تفصیل سے بیان کئے تھے اور لکھا تھا کہ

" میرے خیال سے ہز ہائی نس کے اور اسلام کے اور کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں کی عزت و آبرو اور مرتبہ کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا ح۴

دہلی کی طرف سے دباؤ:۔

اس کے بعد ہند کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ۲۶ جولائی کو دیسی ریاستوں کے حکمران امراء ان کے نمائندوں کی ایک میٹنگ دہلی میں طلب کی۔ اس کا مقصد یہ ریاست کو بھارت کے ساتھ الحاق کے لئے سمجھانا اور ان پر دباؤ ڈالنا تھا۔ اس میٹنگ کے لئے جوناگڑھ کے وفد کے سربراہ دیوان عبدالقادر کے بھائی اور نواب کے آئینی مشیر خان بہادر نبی بخش تھے۔ اس وفد کے ممبران

ح۳ ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ "جوناگڑھ" صفحہ ۱۶۳   انٹی گریشن   صفحہ ۱۲۸
ح۵ انٹی گریشن   صفحہ ۱۳۹

میں وزیر قانون عبدالمجید، وزیر مالیات شیو دت رائے مانکڈ اور سابق وزیر تعلیم اسمٰعیل حاجی محمد ابراہانی شامل تھے (۵)

دہلی میں تمام ریاستوں کے نمائندگان کی لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ان کے ریاستی امور کے سیکریٹری وی۔ پی مینن کے علاوہ ریاستی امور کے وزیر سردار ولبھ بھائی پٹیل سے بھی علیحدہ علیحدہ ملاقاتیں کرائی گئیں۔ سردار پٹیل ان پر انتہائی سخت لہجہ میں بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے رہے۔ خان بہادر نبی بخش سردار پٹیل کے سخت اور دھواں دھار لہجہ سے گھبرا گئے اور جوناگڑھ پہنچ کر نواب صاحب کو بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کا مشورہ دیا مگر ریاستی کابینہ کے ارکان کی اکثریت ان سے متفق نہ ہوئی (۶)

خان بہادر نبی بخش کو اس کے فوراً بعد ان کے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا اور ان کی جگہ جناب اسمٰعیل ابراہانی کا تقرر کیا گیا۔ ساتھ ساتھ دیوان عبدالقادر جو ان دنوں رخصت پر تھے انہیں بھی ان کے عہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور قائم مقام دیوان شاہنواز بھٹو کو ماہانہ ساڑھے تین ہزار روپے تنخواہ پر دیوان مقرر کر دیا گیا۔

الحاق کا اعلان۔

جناب اسمٰعیل ابراہانی نے ۸ اگست کو کراچی جا کر قائداعظم سے ملاقات کی بعدازاں انہوں نے جوناگڑھ واپس پہنچ کر بتایا کہ جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرے گا۔ (۷)

---

(۵) مسلم ہیرالڈ ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء

(۶) جنیلو ویچ صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۶

(۷) مسلم ہیرالڈ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

(۸) سید نور اللہ بیگم "گلن باترا" صفحہ ۱۱

ابراہانی کی واپسی کے فوراً بعد ریاست جوناگڑھ کی ایڈوائزری کونسل (مشاورتی کونسل) کی میٹنگ منعقد کی گئی۔ ابراہانی نے اس میٹنگ میں قائداعظم کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیلات بتائیں۔ اس کے بعد کونسل نے اتفاق رائے سے جوناگڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱۴ اگست اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اس کے پہلے ہی روز یعنی ۱۵ اگست جمعہ کے روز نواب مہابت خانجی نے اپنے اختیارات اور کونسل کی متفقہ رائے کے مطابق ریاست جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر باقاعدہ دستخط کر دیئے۔ اس کے دوسرے روز یعنی ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جاری کئے گئے ریاست جوناگڑھ کے باقاعدہ گزٹ (سرکاری) میں ریاست جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

مذکورہ اعلان حسب ذیل تھا

"گزشتہ کچھ عرصے حکومت جوناگڑھ کے سامنے یہ پیچیدہ اور سنگین مسئلہ غور و خوض کا مرکز بنا ہوا تھا۔ کہ ریاست کا الحاق بھارت سے کیا جائے یا پاکستان سے۔ حکومت نے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ آخری فیصلہ کرتے وقت یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ریاست کے عوام کی خوشحالی اور فلاح کس بات پر منحصر ہے اور ریاست کی انفرادیت اور سالمیت کس طرح برقرار رکھی جا سکتی ہے۔ مسئلہ کے ہر پہلو پر غور و فکر کرنے کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان سے الحاق کر لیا جائے۔ چنانچہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئی ہے۔ حکومت کو امید ہے کہ عوام اس فیصلے کا دل و جان سے خیر مقدم کریں گے۔"

جشنِ پاکستان:۔

ریاست جوناگڑھ میں اس وقت جو ماحول تھا۔ اس میں کانگریسی اخبارات کے اکسانے پر خون خرابے کا اندیشہ تھا چنانچہ جوناگڑھ کے مسلمانوں کی واحد سیاسی تنظیم "جمعیت المسلمین" نے آزادی کے دن مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی جلوس یا جلسہ نہ کرنے کی ہدایت کی۔ صرف چراغاں اور دعاؤں کی اجازت دی گئی۔ چراغاں اور سجاوٹ میں کتیانہ سرفہرست رہا۔(۹)

کتیانہ شہر کی آبادی میں غالب اکثریت میمنوں کی تھی جو سب کے سب مسلم لیگ کے پُرجوش حامی تھے۔ انہوں نے عید الفطر کے موقع پر پاکستان کی تخلیق اور جوناگڑھ کے الحاق کی تہری خوشیاں بڑے جوش و خروش سے منائیں۔ جلسے جلوس کی ممانعت تھی لہٰذا انہوں نے چھوٹی بڑی پارٹیاں اور قوالی کی محفلیں منعقد کرکے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ فقرا بھی موقع محل دیکھ کر اس قسم کی صدائیں دینے لگے "دے دے مائی باپ : پاکستان کی خوشی میں اللہ کے واسطے کچھ دے دے"

بانٹوا اگرچہ ریاست جوناگڑھ میں شامل نہ تھا پھر بھی بانٹوا کے مسلمان نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کی خوشی شایان شان طریقے سے منائی۔ میمن برادری کے اس سب سے بڑے اور دولتمند شہر کو پاکستانی پرچموں اور رنگ برنگی جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا دوپہر کے بعد کاروں، تانگوں اور گھوڑا گاڑیوں پر مشتمل ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ اقبال چوک میں مولانا اکرم خان نے تالیوں اور نعروں کی گونج میں پاکستان کا پرچم لہرایا۔ رات کو پورے شہر میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چراغاں کیا گیا۔ اسی رات مولوی صالح محمد کی زیرِ صدارت جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔(۱۰)

(۹) مسلم بلیٹن ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

(۱۰) مسلم بلیٹن ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

میمن برادری کا مطالبہ:۔

بانٹوا کے دربار (حکمران) شیر خانجی پاکستان کے ساتھ الحاق کے حامی تھے لیکن اس وقت تک دیگر چھوٹی بڑی مسلم ریاستوں نے اس معاملے میں اپنی پالیسی کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ ان تمام ریاستوں کو پاکستان میں شمولیت اختیار کرنے پر مائل کرنے کے لئے ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بانٹوا میمن جماعت کی جانب سے بانٹوا کے مسلمانوں کا ایک بڑا جلسۂ عام سیٹھ حسین قاسم داوا کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔

اس جلسۂ عام میں سیٹھ حسین قاسم داوا کے علاوہ جناب سلیمان ابراہیم بھورا جناب حسین آدم دھامیا (DHAMIA) مولوی صالح محمد، جناب عبدالستار محمد وغیرہ نے پُرجوش تقاریر کیں۔ ان مقررین نے اپنی تقاریر میں کہا کہ "پاکستان کے ساتھ شمولیت کے لئے ہم سخت ترین قربانیاں دینے کے لئے تیار ہیں"۔ جلسۂ عام میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کاٹھیاواڑ کی دوسری مسلم ریاستوں کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے پُرجوش مطالبہ کیا گیا تھا۔ جلسۂ عام میں شرکا نے اپنے اس فیصلے کی مخالفت کرنے والی تمام قوتوں کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور ضرورت پڑنے پر ڈائرکٹ ایکشن (راست اقدام) کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اسی جلسہ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت پاکستان کو اپنے اس فیصلے سے مطلع کرنے کے لئے ایک وفد کراچی بھیجا جائے۔ اس وفد میں سیٹھ آدم حاجی پیر محمد سیٹھ حبیب حاجی پیر محمد اور جناب سلیمان بھورا کو شامل کیا گیا۔(۱۱)

ایک ہفتے بعد اسی نوعیت کا ایک اور جلسہ سیٹھ آدم حاجی پیر محمد کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔(۱۲)

ان مطالبات کے نتیجے میں بانٹوا اور اس کے قریبی شہر سردار گڑھ کے

(۱۱) مسلم بلیٹن ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء مسلم ٹائمز ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

(۱۲) مسلم بلیٹن ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

حکمرانوں نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کر دیا۔

مخالفت کی ابتداء۔

الحاق کے اعلان سے کافی عرصہ پیشتر اس یقینی اعلان کے خلاف زبردست مہم چلانے کے لئے کانگریس کی ریاستی برانچ کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد (RAJKIYA PRISAD) اور جوناگڑھ راجیہ پرجا منڈل (PARJA MANDAL) کی طرف سے تیاریاں ہو چکی تھیں۔

اس مہم میں جوناگڑھ راجیہ پرجا منڈل جو کافی عرصہ سے غیر فعال تھی اس کے ایک سربراہ مسٹر موگٹ لال پاریکھ پیش پیش تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ریاست جوناگڑھ میں تمام اقوام امن و امان اور اطمینان و سکون سے رہ رہی ہیں نوابی انتظام کے خلاف کسی کو کسی طرح کی کوئی شکایت نہیں اور لہٰذا ریاست میں یہ مہم چلانا ناممکن ہے۔ ایسے حالات میں انہیں اس مہم کو بیرون ریاست شروع کرنا زیادہ مناسب محسوس ہوا۔ وہ بمبئی پہنچے اور اپنے ہم خیال چند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے، جون ۱۹۴۷ء کی شب بمبئی کے آزاد میدان میں کانگریس کے سابق صدر ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیا کی زیر صدارت ایک جلسۂ عام کا انعقاد کیا۔ اس کے صدر استقبالیہ مہاتما گاندھی کے بھتیجے اور بمبئی کے متعصب اخبار "وندے ماترم" (VANDE MATRAM) کے مدیر شامل داس لکشمی داس گاندھی تھے۔

اس اجلاس میں نواب صاحب کے مبینہ تعصب کی ایک قرارداد کے ذریعے شدید مذمت کی گئی اور بارہ سال پہلے قائم کی گئی جوناگڑھ پرجا منڈل کو دوبارہ از سر نو وجود میں لانے کا فیصلہ کیا گیا۔[13]

انہی دنوں کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد میں مسٹر رسک لال پریکھ، مسٹر

[13] موگٹ لال پاریکھ "جوناگڑھ تیری اگنی پاترا" صفحہ ۸

جیٹھالال جوشی اور مسٹر رتو بھائی ادانی (ADANT) پر مشتمل ایک "ڈیفنس کمیٹی" تشکیل دی گئی۔ اس کا مقصد کاٹھیاواڑ پر کسی آفت پڑنے کی صورت میں اس کا مقابلہ کرنا اور عوام کو تیار کرنا تھا۔ اس کمیٹی کو الحاق منسوخ کرانے کے لئے ہر ممکنہ کارروائی کرنے اور بوقت ضرورت جنگ کرنے کے بھی اختیارات دیئے گئے تھے۔[14]

اس ڈیفنس کمیٹی نے ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء سے بمقام دھرول (DHAROL) آزاد ہند فوج کے سابق کیپٹن بالم سنگھ کی زیر نگرانی فوجی تعلیم کا کیمپ شروع کر دیا۔[15]

اس کے علاوہ متعدد سابق سپاہیوں کو اکٹھا کر کے ان کے الگ الگ [illegible] دستے تشکیل دیئے گئے ان میں سے ایک خاص دستے کا نام [illegible] رکھا گیا تھا۔ اس دستہ کی ذمہ داری یہ تھی کہ جوناگڑھ میں عام بغاوت کی صورت میں رعایا کی فوری امداد کے لئے بمعہ اسلحہ پہنچنا تھا۔[16]

جوناگڑھ پرجا منڈل کے سربراہ موگٹ لال پاریکھ بھی [illegible] کے بمبئی سے جوناگڑھ شاہنواز بھٹو سے ملاقات کے لئے پہنچے [illegible] موگٹ لال جوناگڑھ میں ایک جلسہ عام منعقد کرنے کا بھی ارادہ رکھتے تھے [illegible] اپنی جوناگڑھ آمد کے بارے میں اخبارات میں خبر [illegible] کا ایک بھی شہری ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن نہیں گیا تھا۔

تباہی کی دھمکی۔

۱۴ راگست کو کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد کے سیکرٹری مسٹر [illegible]

[14] لوک کرانتی صفحہ ۲۳

[15] رتو بھائی [illegible] صفحہ ۲

[16] لوک کرانتی صفحہ ۲۳

[17] " اگنی پاترا" صفحہ 15

KATHIAWAR
AND
THE WESTERN INDIA STATES
AGENCY

CUTCH

GULF OF CUTCH

NAWANAGAR

DHRANGADHRA

MORVI

GONDAL

PORBANDAR

PALITANA

BHAVNAGAR

BRITISH INDIA

پوپٹ واڑی میں شامڑداس گاندھی کی زیر صدارت بمبئی میں مقیم جوناگڑھ کے شہریوں کا ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس میں شامڑداس گاندھی نے جوناگڑھ کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ اس اجلاس میں مسٹر ڈھیبر جو اب تک سیاسی کارگزاری میں امن اور اہنسا کے نمونے تھے۔ انہوں نے بھی جنگ کی زبان استعمال کرنی شروع کر دی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ جوناگڑھ کے الحاق کو کاٹھیاواڑ کے لوگ بلکہ خود حکومت بھارت بھی تسلیم نہیں کرے گی۔ ویراول بندرگاہ کے ذریعے پاکستان کی کسی بھی قسم کی مداخلت ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی اور جوانان جوناگڑھ ویراول کی بندرگاہ پر یلغار کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ [19]

بعد میں راجکوٹ کے مقام پر متعصب اخبارات جنم بھومی (JANAM BHOOMI) اور "نوتن سوراشٹر" کے مدیر امرت لال سیٹھ کی صدارت میں ۲۵ اگست کو ایک اجلاس منعقد ہوا۔ ڈھیبر نے اس اجلاس میں اعلان کیا کہ جوناگڑھ کے خلاف جنگ شروع ہونے والی ہے۔ اسی اجلاس میں شامڑداس گاندھی نے تلوار کا جواب تلوار سے دینے کی اہمیت پر اصرار کیا۔ [20]

راجکوٹ کے اسی اجلاس میں ڈیفنس کمیٹی نے کاٹھیاواڑ کے تمام عوام کو ریاست جوناگڑھ کا مکمل طور پر بائیکاٹ اور اس کی ناکہ بندی پر اصرار کیا۔ اور خصوصاً جوناگڑھ میں اس بات کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی کہ یہاں غلہ تیل اور ضروریات زندگی کی دیگر اشیاء نہ پہنچ سکیں۔ [21]

اس کے ساتھ ہی کانگریس کے گجراتی اخباروں نے ریاست جوناگڑھ میں ہندوؤں پر شدید ظلم و ستم کے فرضی قصے شائع کرنے شروع کر دیئے۔

---

[19] اگنی پاترا صفحہ ۱۷

[20] اگنی پاترا صفحہ ۱۷ [21] وک کراتی صفحہ ۹

سیاسی رہنماؤں اور کانگریسی اخبارات کے پروپگنڈے پھیلانے کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست جوناگڑھ کے ہندو شہری خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے وسیع پیمانے پہ قریبی ہندو ریاستوں میں ہجرت کرنا شروع کر دی۔[22]

یہ ہندو شہری قریبی ریاستوں میں مکمل امن و امان کے ساتھ ہجرت کر گئے وہ لوگ اپنے ساتھ اپنی قیمتی اشیاء بھی لے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر افراد نے یہ ہجرت ریاست جوناگڑھ کی ٹرینوں کے ذریعے کی۔ ان کے مقفل مکانات کو مسلمانوں نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ اور دو تین ماہ بعد حالات تبدیل ہونے پہ یہ مہاجر جب واپس ریاست آئے تو اپنے مکانات کو جس حالت میں انہوں نے چھوڑا تھا۔ اسی حالت میں محفوظ پایا۔

دوسری جانب کچھ اس قسم کا بھی پروپگنڈہ کیا گیا کہ ریاست جوناگڑھ سندھی پٹھانوں اور بلوچوں کو بھرتی کر رہی ہے اور ان کے توسط سے ہندو رعایا پر ظلم و ستم کیا جا رہا ہے۔ گجرات کاٹھیاواڑ کے تمام گجراتی اخبارات جو سب کے سب ہندوؤں کی ملکیت تھے۔ انہوں نے اس پروپگنڈہ میں اہم کردار ادا کیا۔ جس کے مسلم ملکیت کے دو قلیل الاشاعت گجراتی اخبارات "مسلم ٹائمز" اور "وطن" کے علاوہ محدود اشاعت کے حامل آٹھ نو رسائل کی آواز اس شور شرابے میں کہیں سنائی نہ دیتی تھی۔

اس پروپگنڈے میں پورا ہندو پریس شامل تھا جس میں شامڑداس گاندھی کا وندے ماترم اور امرت لال سیٹھ کا جنم بھومی سر فہرست تھے۔ جنم بھومی نے الزام لگایا تھا کہ جوناگڑھ کی موجودہ حالت پاکستان کے وفادار میمن برادری کی سازش کا ہی نتیجہ ہے۔

اس نے اپنے ایک اداریے میں لکھا تھا کہ حکومت بھارت کے تازہ ترین

---

[22] مسلم ٹائمز ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

بیان کے نتیجے میں کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں میں شدید اختلافات نمودار ہوئے ہیں کاٹھیاواڑ میں رہائش پذیر میمن برادری کے سوائے تمام مسلمان یہ کہہ رہے ہیں کہ کاٹھیاواڑ کو ایک اور متحد ہونا چاہئیے وہ کہہ رہے ہیں کہ ریاست جوناگڑھ کا موجودہ بحران پاکستان کے وفادار میمنوں کی سازباز کے نتیجے کی پیداوار ہے۔[23]

ناکہ بندی کے اثرات

ریاست جوناگڑھ پر اس ناکہ بندی کے سنگین اثرات مرتب ہوئے۔ ان اثرات کا کچھ اندازہ سر شاہنواز بھٹو کے ایک خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۲۷ ستمبر کو پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے نام ارسال کیا تھا انہوں نے اس خط میں لکھا ہے کہ

" ہماری رسد کو روکا جا رہا ہے۔ محکمہ ڈاک و تار کی خدمات بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ہمارے یہاں وائرلیس پیغامات کا کوئی انتظام نہیں ہے کراچی اور ویراول کے درمیان اب تک کوئی باقاعدہ رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔ میں حکومت پاکستان سے ضروری امداد کی پُرجوش اپیل کرتا ہوں کہ ہماری ہمت افزائی کے لئے مسلح فوج کی امداد دی جائے ایک بمبار یا فائٹر ہوائی جہاز اور ایک آدھ ڈکوٹا اگر کیشود کے ہمارے ہوائی اڈے پر روانہ کئے جائیں تو مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے اور ہمیں پاکستان آمد و رفت کی سہولت بھی مہیا ہو گی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک فوجی دستہ کیل کانٹے سے لیس بحری راستے ویراول روانہ کیا جائے۔ یہ بھی انتظام کیا جائے کہ بحری راستہ کسی بھی مداخلت سے آزاد اور مستحکم رہے۔ بحری رابطے کے لئے ہمارا تمام تر دارومدار آپ پر ہے کیونکہ فی الوقت ہمارے پاس کوئی جہاز نہیں۔ یہ رابطہ براہ راست ہونا چاہئیے۔"[24]

---

[23] مسلم ٹائمز ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء [24] جوناگڑھ صفحہ ۲۶۷ تا ۲۷۰

حکمرانوں کی مخالفت:-

ریاست نوانگر کے جام صاحب دگ وجے سنگھ جی (DIGWIJAY SINGHJI) مہابت خانجی کے ساتھ دیرینہ قرابت داری رکھتے تھے اور خصوصی مواقع پر وہ جوناگڑھ کے شاہی خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے تسلیم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی الحاق کی مخالفت میں بیانات دینے شروع کر دیئے اور دہلی جا کر حکومت کے رہنماؤں سے صلح مشورے کئے۔ انہوں نے حکومت بھارت کو ارسال کردہ ایک خط میں لکھا تھا کہ "جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کی وجہ سے کاٹھیاواڑ کی ریاستیں اور عوام کے لئے بہت بڑا خطرہ درپیش ہے وہ بہت بے چین ہو گئے ہیں اور ان کو جوابی اقدام سے روکنا مشکل ہو جائے گا لہٰذا حکومت بھارت سے فوری طور پر مؤثر اقدامات کرنے کے لئے اصرار کیا جائے۔ اگر حکومت بھارت ایسا نہیں کرے گی تو اس کے ساتھ ملحق ریاستوں میں اس کے وجود پر عمل کرنے کی طاقت کے بارے میں شدید اندیشہ پیدا ہو جائے گا۔"[25]

بھاؤنگر، موربی، گونڈل، پوربندر اور وانکانیر کے حکمرانوں نے بھی الحاق کی مخالفت میں بیانات جاری کئے۔[26]

بربادی کا انتباہ:-

الحاق کے خلاف سب سے طاقتور دباؤ خود حکومت بھارت کے وزیراعظم جواہر لال نہرو اور گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی جانب سے ڈالا گیا۔

۲۵۔ امیر جنس صفحہ ۲۷۶ — انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸

۲۶۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸

جوناگڑھ کے اعلان الحاق کے چند دن بعد بھارت کے ریاستی امور کے سیکریٹری مسٹر وی۔ پی۔ مینن نے الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے دو ٹیلیگرام پاکستان کو ارسال کئے۔ پاکستان کی طرف سے ان کے کوئی جوابات نہیں دیئے گئے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے لیاقت علی خان کو ایک تار بھیجا۔ اس میں لکھا گیا تھا کہ آپ کے اخبارات کے مطابق ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر چکی ہے جو جغرافیائی طور پر پاکستان کے ساتھ ملحق نہیں ہے۔ الحاق کا فیصلہ ریاست کی غالب اکثریت کی منشا کے خلاف ہے۔ الحاق جوناگڑھ کے بارے میں جوناگڑھ اور حکومت بھارت کے زیر انتظام عوام کی رائے معلوم کرنا چاہئے جسے بھارت قبول کرے گا۔ اگر جوناگڑھ کے نواب یہ معاملہ لوگوں کی رائے پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور لوگوں کی خواہش کو ٹھکرا کر جوناگڑھ کو پاکستان کا ایک حصہ بنانے کی کوشش کریں گے تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بھارت اسے تسلیم نہیں کرے گا۔

۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بھارتی فوج کے چیف آف دی اسٹاف لارڈ اسمے (LORD ISMAY) نے کراچی جا کر ماؤنٹ بیٹن کی جانب سے قائد اعظم کے نام ایک خط دیا اور کہا کہ اگر حکومت پاکستان نے الحاق کو تسلیم کر لیا تو اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے اور بھارت اور پاکستان میں باہمی تصادم ہوگا۔ جناح اگر کوئی الحاق چاہتے ہیں تو انہیں کہ برباد ریاست کا الحاق پسند نہیں کرنا چاہئے۔[27]

نواب کی ثابت قدمی:-

چاروں سمت سے سخت ناکہ بندی، دباؤ اور دھمکیوں سے پُر حالات میں

۲۷۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۰ — امیر جنس صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۶

نواب مہابت خانجی نے ۱۵ اگست کو قائد اعظم کے نام حسب ذیل خط ارسال کیا۔

"جوناگڑھ پر ہر جانب سے تنقید ہو رہی ہے الحمد للہ ہم اپنے فیصلے پر اٹل ہیں حکومت پاکستان جوناگڑھ کے الحاق کی تسلیم کے بارے میں اعلان کرنے میں دیر محسوس ہو رہی ہے۔ وہ اے ابراہانی (ABRAHANI) کو کراچی بھیج رہا ہوں وہ معاہدے کی تمام شرائط طے کریں گے۔ میں نے انہیں اختیار دیا ہے کہ وہ الحاق سے متعلق دستاویزات پر میری جانب سے دستخط کر دیں۔" ۲۸

جناب ابراہانی ماہ اگست کے اواخر میں کراچی روانہ ہو گئے ان کے سفر کا سب بڑا مقصد حکومت پاکستان کے حکام کو جوناگڑھ کی صحیح صورت حال سے مطلع کرنا اُن سے ہدایات حاصل کرنا تھا۔

اس کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے بگسرا بھایانی، تھانہ دیوڑی اور چند تیسرے اور چوتھے درجے کی ریاستوں نے جوناگڑھ کے توسط سے پاکستان کے ساتھ شمولیت کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کے بارے میں بھی حکومت پاکستان کو تفصیلات بتانی تھیں اور ہدایات حاصل کرنا تھیں۔ ۲۹

ان چھوٹی ریاستوں کے ساتھ اس معاملے کے بارے میں جوناگڑھ کے خصوصی فرائض پر معمور افسر (آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی) سید زین العابدین "مدہوش" ترمذی نے گفت و شنید کی تھی۔

اعلان تسلیم:۔

بالآخر حکومت پاکستان نے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ایک ایکسٹرا آرڈینری گزٹ (EXTRA ORDINARY GAZATTE) کے ذریعے اعلان کر کے ریاست جوناگڑھ

۲۸۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۵

۲۹۔ مسلم بلیٹن ۵ ستمبر، ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

کے پاکستان کے ساتھ الحاق کو باقاعدہ تسلیم کر لیا۔

ریاست جوناگڑھ کے سرکاری گزٹ (دستورالعمل) میں ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اس الحاق کو تسلیم کرنے کا اعلان حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا۔

"پاکستان کے ہز ایکسی لینسی گورنر جنرل نے جوناگڑھ کے ہز ہائی نس نواب مہابت خانجی بہادر کی طرف سے پیش کئے ہوئے الحاق کی دستاویزات کو قبول کر لیا ہے۔ یہ دستاویز صرف دفاع، خارجی امور اور ذرائع مواصلات، صرف انہی تینوں کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرتا ہے۔ لیکن دیگر تمام معاملات میں حکمران کی خودمختاری کسی طرح بھی متاثر نہیں ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی حکومت پاکستان نے حکومت بھارت کو بذریعہ ٹیلیگرام دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ حکومت پاکستان نے ریاست جوناگڑھ کے الحاق کو تسلیم کر لیا ہے اور متعلقہ دستاویزات پر دستخط کر دیئے ہیں۔ ۳۰

۳۰۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸

باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

دہلی میں تشویش:-

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان نے الحاق جوناگڑھ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا۔ اسی روز بھارت کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اسٹاف کی ایک میٹنگ میں پہلی بار جوناگڑھ کا معاملہ زیر غور لایا گیا۔ اس میٹنگ میں اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ اگر جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا تو یہ معاملہ برصغیر کی ریاستوں کے الحاق کی پوری پالیسی کی قانونی حیثیت کے سامنے ایک ڈائریکٹ چیلنج بن جائے گا۔ اور کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں اور خصوصاً ریاست حیدرآباد کے لئے اس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے نیز ریاست حیدرآباد میں مسلم انتہا پسندوں کی زبردست حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس میٹنگ کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لارڈ اسمے، مینن اور اپنے نجی سیکریٹری ایلن کیمبل جونز کے ساتھ ایک علیحدہ میٹنگ طلب کی۔ مینن نے اس میٹنگ میں ریاست جوناگڑھ کے خلاف بری اور بحری طاقت کا مظاہرہ کرنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں جنگی حکمت عملی کا ایک پروگرام بھی مرتب کر رکھا تھا۔ وہ پروگرام کچھ اس قسم کے امکان پر مبنی تھا کہ پاکستان

جوناگڑھ کو فوج اور جنگی ساز و سامان کی امداد دے گا۔ اس امکان کے ثبوت کے طور پر مینن نے کچھ ایسا ریکارڈ پیش کیا تھا کہ پاکستان جوناگڑھ کو اس کی جنگی مدافعت کی ترقی کے لئے آٹھ کروڑ روپے بطور قرضہ دے رہا تھا۔ اور کچھ مسلح سپاہی بھی بھیج رہا ہے۔ لارڈ اسمے نے پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس رپورٹ کو غلط قرار دیا۔

دوسرے روز یعنی ۱۶ ستمبر کو دہلی میں یہ اطلاع ملی کہ پاکستان نے جوناگڑھ کے الحاق کو تسلیم کر لیا ہے۔ اسی روز ایک میٹنگ میں لارڈ اسمے نے زور دے کر یہ بات کہی کہ ریاست جوناگڑھ جناح کے لئے بظاہر بالکل بیکار اور ایک فوجی ذمہ داری ہے۔ اس الحاق کے ذریعے جناح بھارت کو قانونی طور پر الجھانا چاہتے ہیں۔ اور قانونی نکات پر فیصلہ کرانا چاہتے ہیں اور کشمیر و حیدرآباد کے وسیع تر مقاصد کے لئے کوئی پالیسی اختیار کرنے کے لئے قانونی جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جوناگڑھ کچھ معاملات میں حیدرآباد سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہاں کا حاکم بھی مسلمان ہے اور رعایا کی اکثریت ہندو ہے۔" ۱

ماؤنٹ بیٹن کی الجھن

لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنی کارروائی کے بارے میں شاہ برطانیہ جارج ششم کو وقتاً فوقتاً خفیہ رپورٹ ارسال کرتے رہتے تھے۔ ان دنوں انہوں نے اپنی ایک ایسی رپورٹ میں شاہ کو بتایا۔

"بھارت کے گورنر جنرل کی حیثیت سے میری ایک اہم الجھن یہ ہے کہ ریاست جوناگڑھ جو علاقہ پاکستان کا ایک حصہ ہے اس کے بارے میں حکومتِ بھارت کو پاکستان کے خلاف محاذ آرائی کی حالت میں لانے سے روکنا ہے میں نے اپنی حکومت بھارت کو سمجھایا کہ اسے صرف اپنے قانونی مفاد کی حفاظت کے لئے ضروری فوجی

۱ ایلن کیمبل جونز: مشن وِد ماؤنٹ بیٹن صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۳

اور دیگر اقدامات پیشگی لینے چاہئیں"۔ ؎۲

فوجی محاصرہ کا فیصلہ:۔

جوناگڑھ کے معاملے پر غور و فکر کرنے کے لئے بھارتی کابینہ کی ایک میٹنگ ۱۷ ستمبر کو منعقد کی گئی۔ ماؤنٹ بیٹن اس میٹنگ کے بارے میں اپنی رپورٹ میں بیان کرتے ہیں۔

"میٹنگ منعقد ہونے سے پہلے ہی مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ تمام وزراء نے آپس میں مشورہ کرکے ریاست جوناگڑھ پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہٰذا میں نے میٹنگ سے قبل ہی وزیراعظم جواہر لال نہرو اور نائب وزیراعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل کو طلب کیا۔ وہ خصوصاً پٹیل انتہائی برہم تھے پٹیل کہہ رہے تھے کہ ہمیں ایسے حالات میں کسی قسم کی کوئی کمزوری ہرگز ظاہر نہیں کرنی چاہئے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام سے پیشتر گفت و شنید کے تمام امکانات آزما لینے چاہئیے اس کے بعد کابینہ کی میٹنگ میں نہرو نے انہی تمام دلائل کو اپنی طرف سے پیش کیا۔؎۳

ماؤنٹ بیٹن نے نہرو اور پٹیل کو سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام لینے کی بجائے کچھ اس قسم کا بیان جاری کیا جائے کہ ہم کسی علاقے پر قبضہ کرنے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ ایسے معاملات میں ریفرنڈم کے ذریعے عوام کی رائے حاصل کرنی چاہئے۔؎۴

کابینہ نے اس میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ جوناگڑھ کے نواب پر مزید اندرونی اور بیرونی دباؤ ڈالا جائے ریاست کے ارد گرد بھارتی افواج اور کاٹھیاواڑ

؎۲ ایچ۔ وی۔ ہڈسن "دی گریٹ ڈیوائڈ" صفحہ ۴۳۱

؎۳ "دی گریٹ ڈیوائڈ" صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲

؎۴ "مشن" صفحہ ۱۹۴

کی دیگر ریاستوں کے فوجی دستے لگا دیئے جائیں لیکن وہ دستے ریاست جوناگڑھ کی حدود میں داخل نہ ہوں اس کے علاوہ ریاست کے پاکستان سے الحاق کے نتائج سے نواب صاحب کو مطلع کرنے کے لئے مینن جوناگڑھ جائیں۔ ؎۵

بھارت کی برہمی:۔

اس کے ساتھ ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کے گورنر جنرل کے نام ایک تار بھیجا کہ پاکستان کی طرف سے کئے گئے ایسے الحاق کو حکومت بھارت اپنی خود مختاری اور علاقائی سالمیت کے خلاف سمجھتی ہے دونوں ڈومینینز کے درمیان جس قسم کے دوستانہ تعلقات رہنے چاہئیے یہ اس کے برعکس ہے۔ برصغیر کی تقسیم جن اصولوں پر طے کی گئی اور عمل میں لائی گئی تھی یہ الحاق ان اصولوں کی سراسر خلاف ورزی کرتا ہے۔؎۶

قائداعظم کا انتباہ:۔

اس تار کے موصول ہوتے ہی قائداعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ایک جوابی تار ارسال کیا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جوناگڑھ اور کاٹھیاواڑ کی ریاستیں جو پاکستان سے الحاق کر چکی ہیں ان کی سرحدوں پر کثیر فوجی اجتماع کیا گیا ہے امید ہے کہ یہ اطلاع غلط ہوگی جوناگڑھ کے نظام میں یا اس کے کسی علاقے پر کسی قسم کی دخل اندازی مخاصمانہ عمل قرار دی جائے گی۔؎۷

؎۵ گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲۔ مشن صفحہ ۱۹۴۔ انٹیگریشن صفحہ ۱۳۰

؎۶ ایمرجنس صفحہ ۲۷۶ تا ۲۷۷

؎۷ جوناگڑھ صفحہ ۲۷۰

مینن جوناگڑھ میں :-

بھارتی کابینہ کے فیصلے کے مطابق مسٹر وی۔پی مینن اور کاٹھیاواڑ کے ریجنل کمشنر مسٹر نیلم بوچ ۱۹ ستمبر کو جوناگڑھ پہنچے اور وہاں دیوان شاہنواز بھٹو سے ملاقات کی۔

مینن نے کہا کہ میں بھارتی کابینہ کی جانب سے نواب صاحب کے لئے ایک نجی پیغام لایا ہوں۔ بھٹو نے کہا کہ نواب صاحب کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ مینن کی نواب صاحب سے ملنے کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ بھٹو نے ان سے خاص طور پہ کہا کہ ۲۶ جولائی کے بعد میں نے نواب صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ جوناگڑھ کے لئے پاکستان سے الحاق کرنا زیادہ بہتر ہے۔ چوہدری ظفراللہ خان نے بھی یہی رائے دی اور تمام اقوام کے نمائندوں کی کابینہ میں بھی۔ یہی فیصلہ کیا گیا۔

مینن اور بوچ کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ شدید دباؤ کے باوجود مسٹر شاہنواز بھٹو ثابت قدم رہے۔ آخرکار مینن نے انہیں انتباہ کیا کہ کاٹھیاواڑ کے عوام بے قابو ہو رہے ہیں۔ اگر آپ قانون ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کریں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نواب صاحب کا خاندان ختم ہو جائے گا۔

اسی شب مینن اور نوانگر کے جام صاحب دگ وجے سنگھ جی بذریعہ طیارہ بمبئی پہنچے اور وہاں تاج محل ہوٹل میں چند کانگریسی اور کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد کے چند رہنماؤں کے ساتھ صلاح و مشورے کئے۔ اس میٹنگ میں شامل داس گاندھی نے کہا کہ عوام قانون کو ہاتھ میں لینے کے لئے تیار ہیں۔ اور وہ اپنی فوج بنا کر جوناگڑھ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہیں: ہم متوازی

حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں [۸]

اسی میٹنگ میں جوناگڑھ کے خلاف تحریک چلانے کے لئے ایک عارضی حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ [۹]

دوسرے روز مینن نئی دہلی واپس پہنچ گئے۔ ان کی رپورٹ پر غور کرنے کے لئے ۲۲ ستمبر کو ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں ماؤنٹ بیٹن، نہرو، پٹیل اور اسمے کے علاوہ بری و بحری افواج کے کمانڈر انچیف بھی موجود تھے [۱۰]

جے سومناتھ :-

انہی دنوں ۱۶ ستمبر کو شامل داس گاندھی نے اپنے اخبار "وندے ماترم" میں ریاست جوناگڑھ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوا ایک نہایت ہی سخت اداریہ "جے سومناتھ" کے عنوان سے شائع کیا۔

"شری محمد علی جناح کو پاکستان دے کر ہم نے بہت بڑی مصیبت مول لے لی ہے۔ عوام کو خنجر سے بچانے کے لئے ہم نے پاکستان کی تخلیق کی اجازت دی لیکن خنجر کی پیاس کون بجھا سکتا ہے؟ پاکستان آیا لیکن خنجر کا راج نہیں رکا۔ ہزاروں بے گناہ افراد کا قتل عام مسلسل جاری رہا۔ امن کی گلابی صبح ہندوستان میں طلوع ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا ہم بار بار پکارتے ہیں۔ "جے سومناتھ"! دوسری غلطی کبھی بھی سرزد نہ ہونے پائے اور جوناگڑھ کا پاکستان شری محمد علی جناح کے ہاتھ میں ہرگز نہ دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو نہ صرف جوناگڑھ، نہ صرف کاٹھیاواڑ اور گجرات بلکہ پورا بھارت گنوانا پڑے گا۔"

اسی اداریے میں انہوں نے ریاست جوناگڑھ پر حملے کی حکمت عملی بھی

---

[۱۰] انٹی گریشن صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۵

[۹] اگن یاترا صفحہ ۲۲ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۷

جناح جیسی ارکان ... ریاستوں سے الحاق کی مدد لینی چاہیے اور کس نوعیت کا ... سے معاملہ کرنا چاہیے۔

اور اسی کا آخری فقرہ حسب ذیل تھا۔

"ہندو، مسلمانوں سے آواز آرہی ہے" جیو اور جینے دو ... [illegible] ... جیو اور جینے دو ... [illegible]

کوٹ اتارا۔ آستینیں چڑھائیں

... جوناگڑھ صاحب ... نے ۲۲ ستمبر کو ... ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ جوناگڑھ کو پاکستان سے الحاق ... کاٹھیاواڑ کے لئے خطرہ کا باعث ہے ... ہندوستان کے ... ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش ہے۔ ... اگر ... مستقبل میں دونوں ممالک کے درمیان جنگ ... ہو جائے گی۔ حکومت ہند اگر ... کرنے میں ناکام رہی تو اس کے ساتھ ... ریاستوں کو اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنی پڑے گی اور ... ملک کو ... خطرہ ... جائے گی۔

... صاحب نے اس پریس کانفرنس میں ... انداز میں اپنا کوٹ اتار کر اور آستینیں چڑھا کر ... اعلان کیا کہ جوناگڑھ کے خلاف جنگ کرنے کا وقت آ چکا ہے۔

گاندھی جی کا آشیرواد

... دوران ... ستمبر کی شام کو گاندھی جی نے ... ایک ... جوناگڑھ ... جلسہ ... پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کے الحاق کو ... [illegible] ... پاکستان ... جوناگڑھ کی ... [illegible]

گاندھی جی نے اس اجلاس میں کہا تھا کہ

"کاٹھیاواڑ میں تو ... جوناگڑھ ... جوناگڑھ تو پاکستان میں چلا گیا۔ جوناگڑھ میں پاکستان ... [illegible] ... جوناگڑھ کی ریاست ... جوناگڑھ ... پاکستان ... [illegible] ... جوناگڑھ کو پاکستان ... چاہیے۔"

۲۵ ستمبر کے ... اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی کہ ... جوناگڑھ کے ... ہونے والی طاقتوں نے اس کو اپنی ... گاندھی جی کا آشیرواد ... [illegible]

عارضی حکومت کا قیام

۲۵ ستمبر کی شام بمبئی کے ایک ... مادھو باغ میں سیٹھ نہال چند ... کی صدارت میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں تقریباً تیس (۳۰) ہزار جوناگڑھی اور کاٹھیاواڑی ... نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں جوناگڑھ کے لئے عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اس عارضی حکومت کے سربراہ کے طور پر ... داس گاندھی کو ... اور نائب صدر کے لئے سیٹھ دور لبھ جی کھیتانی (DURLABH JI KHETANI) کے ناموں کا اعلان کیا گیا۔ دیگر وزرا کے لئے بھوانی شنکر اوجھا (BHAWANI SHANKAR OZA) ...

(۱۱) ... صفحہ ... (۱۲) ... صفحہ ...

(۱۳) ... صفحہ ...

سورج بھائی وڑو (SURAJ BHAI WARU) منی لال سندر جی دوشی (MANI LAL SUNDAR JI DOSHI) اور نریندر پراگ جی نتھوانی (NARI-NDRA PARAGJI NATHWANI) کی تقرری کی گئی۔ یہ تمام وزراء اور ان کے آباؤ اجداد کسی وقت ریاست جوناگڑھ کے باشندے رہ چکے تھے۔

اس اجلاس میں گجراتی کے نامور مصنف کنیا لال منشی کا تیار کردہ عارضی حکومت کا منشور پڑھا گیا۔ تمام وزراء اور شرکاء سے جوناگڑھ سے نوابی ختم کرنے کی قسم اٹھوائی گئی۔

اس کے بعد شامل داس گاندھی نے اپنی تقریر میں کہا

"میں اپنا قلم چھوڑ کر اب تلوار اپنا رہا ہوں۔ جب تک میرے جسم میں جان ہے تب تک جوناگڑھ پاکستان میں شامل نہیں ہو سکے گا۔ نواب کے لئے ہماری وفاداری آج سے ختم ہو رہی ہے۔ ریاست جوناگڑھ میں اب کوئی نواب نہیں۔ کوئی پاکستان نہیں۔ ریاست جوناگڑھ کی پوری حکومت اب ہماری ہے پاکستان کے دلال جوناگڑھ چھوڑ کر چلے جائیں جوناگڑھ کے خلاف ہمارا یہ جہاد اسی وقت ختم ہوگا۔ جب جوناگڑھ کے آسمان پر ہمارا جھنڈا لہرائے گا۔ گر آج ہم علم بغاوت بلند نہیں کرتے تو یہ ہماری اور ہمارے کاٹھیاواڑ کی موت ہے ہماری ہندو رعایا کے مذہب اور عزت کا خاتمہ ہے۔"

اسی اجلاس میں "جنم بھومی" کے مدیر امرت لال سیٹھ اور کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد کے صدر دربار گوپال داس نے بھی خطاب کیا تھا۔ ۱۲

راجکوٹ کی راہ:-

دوسری شام عارضی حکومت کے سربراہ اور دیگر رہنما بڑے

۱۲۔ الگن یاترا صفحہ ۲۶ تا ۳۴ لوک کرانتی صفحہ ۱۵ تا ۱۸

الحاق جوناگڑھ کے چند اہم کردار



نواب مہابت خانجی



قائد اعظم محمد علی جناح



لارڈ ماؤنٹ بیٹن



لیاقت علی خان



پنڈت جواہر لعل نہرو



سر شاہنواز بھٹو



شاطر داس گاندھی



سردار پٹیل



گاندھی جی



دلاور خانجی



ابراہانی



مانڈویا



ڈھیبر

جوش و جذبے کے ماحول میں بذریعہ "کاٹھیاواڑ میل" راجکوٹ کی جانب روانہ ہوئے اس موقع پر اسٹیشن پر ایک جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں شامڑ داس گاندھی کو ایک تلوار اور اُوپر کوٹ کے تعلقے پر لہرانے کے لئے ایک پرچم عطا کیا۔

بمبئی سے راجکوٹ کے سفر کے دوران کئی اسٹیشن پر لوگوں کے چھوٹے بڑے اجتماعات نے ان کا پُر جوش خیر مقدم کیا۔ تقاریر ہوئیں۔ گلدستے پیش کئے گئے اور "جے سومناتھ" کے نعرے گونجتے رہے۔

۲۷ ستمبر کی شام عارضی حکومت کے رہنما راجکوٹ پہنچے۔ اسٹیشن پر تقریباً بیس ہزار افراد کے ہجوم نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد ان رہنماؤں کو ایک جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ پہنچایا گیا۔ اس جلوس میں کئی افراد پرچم کے علاوہ تلواریں اور کرپانیں لہرا رہے تھے ص۱۵

اس جلسہ میں شامڑ داس گاندھی نے کہا کہ جناح ہندوستان میں دوبارہ اسلامی سلطنت قائم کرنے اور خود اس کے سلطان بننے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

شامڑ داس نے مزید کہا کہ میں اس اجلاس میں جوناگڑھ کے نواب اور جوناگڑھ کے بابی خاندان کی باقاعدہ موت کا اعلان کرتا ہوں۔ ص۱۶

جوناگڑھ ہاؤس پر قبضہ:۔

راجکوٹ، کاٹھیاواڑ میں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کا صدر دفتر تھا۔ جہاں کاٹھیاواڑ کے کئی حکمرانوں نے اپنے قیام کے لئے بنگلے تعمیر کرائے تھے جوناگڑھ کے نواب اور دیگر اعلیٰ حکام کے قیام کے لئے صدر کے علاقے میں

ص۱۵ مسلم گجرات ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

ص۱۶ اگنی پاترا صفحہ ۴۱

ایک شاندار رہائش گاہ تعمیر کرائی گئی تھی جو "جوناگڑھ ہاؤس" کے نام سے مشہور تھی۔

عارضی حکومت کے رہنماؤں کے راجکوٹ پہنچنے کے فوراً بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جوناگڑھ ہاؤس پر حملہ کیا گیا۔ جوناگڑھ ہاؤس میں اس وقت صرف آٹھ دس چوکیدار موجود تھے عارضی حکومت کے مسلح جوانوں نے بڑی آسانی کے ساتھ بغیر کسی مقابلے کے اس پر قبضہ کر لیا۔[۱۷]

جوناگڑھ ہاؤس پر قبضے کے بعد عارضی حکومت کے نائب صدر ولبھ جی کھیانی نے ترنگا پرچم لہرایا۔ اور عارضی حکومت کے چند وزراء نے ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ پاکستان کے وزیر اعظم نے حکومت ہند پر عارضی حکومت کے قبضے، ریاست کی ناکہ بندی اور ایسے ہی دیگر افعال پر پُرجوش احتجاج کیا۔

اس کے باوجود دونوں ممالک کے وزرائے اعظم کے درمیان جوناگڑھ کے سلسلے میں پیغامات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں سے ایک ٹیلیگرام میں حکومت بھارت نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمیں اس بات سے قطعی انکار ہے کہ جوناگڑھ کی عارضی حکومت میں حکومت ہند یا اس کے کسی بھی افسر کا ہاتھ ہے یا ان کی طرف سے ہمت افزائی کی گئی ہے۔

اس ٹیلیگرام میں مزید کہا گیا تھا کہ حکومت ہند اس الحاق کو تسلیم نہیں کرتی۔[۱۸]

جوناگڑھ ہاؤس پر قبضہ کے بعد عارضی حکومت نے ایک ماہ تک اعلانیہ طور پر کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اندرونی طور پر وہ جوناگڑھ پر یلغار کرنے کے لئے رضاکاروں کو فوجی تربیت دیتی رہی اور ان کے دستے تشکیل دیتی رہی۔

---

۱۷ لوک کرانتی صفحہ ۲۱ ۔ اگن پاترا صفحہ ۴۲ تا ۴۳

۱۸ جوناگڑھ صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۸ ۔ ۲۸۱ تا ۲۸۲

اس پورے لشکر کا نام "آزاد جوناگڑھ فوج" رکھا گیا تھا۔ عوام میں یہ "لوک سینا" (عوامی فوج) کے نام سے زیادہ مشہور تھی۔ مسٹر رتو بھائی اڈانی اس فوج کے کمانڈر انچیف تھے۔ اس کے علاوہ ریاست جوناگڑھ کے اندر بھی راجپوت اور دیگر اقوام مثلاً میر (MER)، میتا (MAIYA) اور ہاٹی (HATI) وغیرہ کو بغاوت کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔[۱۹]

بابریاواڈ کا معاملہ

بابریاواڈ، ریاست جوناگڑھ کی ایک تحصیل تھا۔ یہ ۵۲ دیہاتوں پر مشتمل تھا جہاں چھوٹے بڑے ہندو زمیندار تھے۔ ماضی میں کاٹھیاواڑ "سیٹلمنٹ" کے ذریعہ چند انتظامی اور عدالتی امور کے لئے بابریاواڈ کو ریاست جوناگڑھ کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ ریاست جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کا اعلان کرتے ہی ان زمینداروں نے بھی اعلان کر دیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی سابقہ معاہدے ختم ہو جاتے ہیں۔ اب وہ آزاد ہیں اور بھارت کے ساتھ ملحق ہونا چاہتے ہیں حکومت بھارت نے ۱۰ ستمبر کو ان کے الحاق کو تسلیم کر لیا۔[۲۰]

اس کے باوجود حکومت بھارت نے بابریاواڈ پر فوری طور پر قبضہ کرنے سے گریز کیا کیونکہ ایسا کرنے سے جوناگڑھ کے ساتھ تصادم اور حالات مزید خراب ہونے کی صورت میں پاکستان کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ محسوس ہو رہا تھا لہٰذا بھارت نے وقتی طور پر ریاست جوناگڑھ کی حدود کے باہر ہی اپنی فوج کو متعین کرنے پر ہی اکتفا کر لیا۔

مقابلے یا جنگ کی صورت میں بھارت کی مدد کرنے کے لئے ڈیفنس کی

---

۱۹ لوک کرانتی صفحہ ۲۱

۲۰ اگن پاترا صفحہ ۱۸ تا ۱۹، ۳۲ ۔ لوک کرانتی صفحہ ۷

کے کچھ ارکان نے ریاست جوناگڑھ کے قریب [illegible] کے اہم مقامات پر چھاؤنی قائم کر لی۔ دھرول (DHROL) میں فوجی تربیت حاصل کرنے والے مختلف مقامات پر جا کر بڑی تعداد میں رضاکار جوانوں کو فوجی تربیت دینے لگے۔ ساتھ ہی ریاست جوناگڑھ کے اندر بھی خفیہ کارروائیوں کا آغاز ہو گیا۔(۲۱)

بھارتی افواج کی ہچکچاہٹ

اس دوران جوناگڑھ کے بارے میں دہلی میں دلچسپ واقعات رونما ہو رہے تھے۔ جس وقت ریاست کے اطراف میں بھارتی افواج متعین کرنے کا حکم دیا گیا، تب تینوں افواج کے تینوں برطانوی کمانڈر انچیف اور اعلیٰ برطانوی فوجی افسران نے اس حکم کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل لاک ہارٹ کی سرگزشت کے مطابق ان سب برطانوی فوجی افسران نے بھارتی کابینہ کے نام سے ایک رپورٹ ارسال کی جس میں بتایا گیا کہ جوناگڑھ کے خلاف کسی قسم کا فوجی اقدام پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بن سکتا ہے۔ بھارتی افواج اس وقت بھارت کی اندرونی سلامتی کی حفاظت کرنے میں مصروف ہیں۔(۲۲) وہ جنگ کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔

پنڈت نہرو اور سردار پٹیل اس پر انتہائی مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے اعلیٰ برطانوی افسران کو طلب کر کے انہیں موجودہ سنگین حالات سے آگاہ کیا اور ان سے اپنے نظریے پر نظر ثانی کرنے پر اصرار کیا۔

آخر کار برطانوی فوجی افسران نے اپنی رپورٹ یہ کہہ کر کہ یہ جلد بازی میں تیار کی گئی ہے واپس لے لی۔(۲۳)

(۲۱) [illegible] صفحہ [illegible] (۲۲) دی گریٹ ڈیوائیڈ صفحہ ۳۳۳ (۲۳) مشن صفحہ ۲۰۰

غیر جانبداری کا خاتمہ

بھارتی کابینہ نے ایک ڈیفنس کمیٹی تشکیل دی، اس کمیٹی کے ارکان میں نہرو، پٹیل، دیگر چند وزرا اور اعلیٰ فوجی افسران بھی شامل تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کو اس کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ [illegible] بھارت کے گورنر جنرل [illegible] ڈیفنس کمیٹی کے بھی چیئرمین بن گئے۔ بھارتی ڈیفنس کمیٹی کے چیئرمین تھے بھارتی ڈیفنس کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے [illegible] غیر جانبدار [illegible] بات کا خود ان کو بھی احساس تھا۔(۲۳)

یہ قابل ذکر بات ہے کہ ڈیفنس کمیٹی [illegible] کا محاصرہ کرنے کی [illegible] بھارت کے [illegible] کارروائیاں اسی ڈیفنس کمیٹی کے [illegible] چیئرمین ہونے کی حیثیت سے [illegible] پاکستان [illegible] اعتماد کرتے تھے۔ اس کو اس تقرر کے ساتھ ہی خاتمہ ہو گیا۔

اسی دوران ۲۲ ستمبر کو بھارتی حکومت [illegible] ایک بیان جاری کیا گیا جس میں [illegible] جوناگڑھ کے الحاق کے فیصلے کو [illegible] کی ہدایت کی گئی تھی۔

اس کے جواب میں پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خان نے حکومت ہند کے نام ایک تار ارسال کیا کہ ریاست جوناگڑھ کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔(۲۴)

(۲۳) دی گریٹ ڈیوائیڈ صفحہ ۲۳۳

(۲۴) [illegible] صفحہ ۱۳۷

تین اہم واقعات:۔

۱۵ ستمبر کے دن ریاست جوناگڑھ سے متعلق تین اہم واقعات رونما ہوئے پہلا واقعہ الحاق کے خلاف عوام کی [illegible] ریاست جوناگڑھ کی عارضی حکومت کی تشکیل تھی، دوسرا واقعہ حکومت بھارت کی وزارت ریاستہائے [illegible] کا اہم اعلان تھا اور تیسرا واقعہ پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کا جوناگڑھ کے سلسلے میں بھارت کو شدید انتباہ تھا۔

حکومت بھارت کا بیان:۔

۱۵ ستمبر کی شب بھارت کی وزارت ریاستی امور نے حسب ذیل اعلامیہ جاری کیا۔

"پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کا الحاق، جوناگڑھ اور اس کے اطراف کی ریاستوں کے درمیان، جوناگڑھ اور بھارت کے درمیان نیز بھارت اور پاکستان کے درمیان تنازعہ کی بنیاد بن سکتا ہے اس مسئلے کو حل کرنے کا حکومت بھارت نے پختہ عزم کر رکھا ہے کہ کاٹھیاواڑ میں امن قائم رکھنا ہی ہمارا نصب العین ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ یہ فیصلہ عوام کی آزادانہ رائے کے مطابق کیا جائے جوناگڑھ کے اطراف میں واقع ریاستوں کے مفاد کا دفاع کرنا حکومت بھارت کی ذمہ داری ہے اور وہ اس ذمہ داری کو مکمل طور پر پورا کرے گی۔" ۲۵

لیاقت علی خان کی برہمی:۔

اسی دن یعنی ۱۵ ستمبر کو دہلی میں پاک بھارت مشترکہ کیبنٹ کی میٹنگ

---

۲۵ مسلم ٹائمز ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء اگن پاترا صفحہ ۸۷ تا ۸۹

منعقد ہوئی جس میں پاکستان کی طرف سے وزیر اعظم لیاقت علی خان اور [illegible] نے بھی شرکت کی۔ اس میٹنگ میں [illegible] اور ڈاکٹر [illegible] لیاقت علی خان کو جب یہ معلوم ہوا کہ بھارت کی جانب سے [illegible] کوئی اقدام [illegible] تو لیاقت علی خان نے اس پر شدید احتجاج کیا اور ماؤنٹ بیٹن پر صاف الفاظ میں الزام لگایا کہ جوناگڑھ کا [illegible] کو ہوا دیا جا رہا ہے۔

ادھر سے [illegible] کہ [illegible] جوناگڑھ کے الحاق کو تسلیم کرنے سے پہلے [illegible] ایک [illegible] غور و فکر کیا تھا کیونکہ ہم اس الحاق کی راہ میں آنے والی مشکلوں سے باخبر تھے آخر کار ریاست جوناگڑھ کے نواب کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اور ریاست کی بندرگاہ ویراول سے کراچی آمد و رفت کی سہولت کی وجہ سے ہم نے اس الحاق کی پیشکش قبول کر لی۔

ماؤنٹ بیٹن نے [illegible] ایک [illegible] کو [illegible] کہ یہ ریاست جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق پر [illegible] غور و فکر کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ [illegible] کے ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۴۷ء کے اعلامیہ کے رو سے یہ الحاق قانونی تھا۔ لیکن اس الحاق کو اخلاقی طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ۲۶

شطرنج کا کھیل:۔

ایلن کیمبل جونسن نے اپنی کتاب "مشن ود ماؤنٹ بیٹن" میں اس میٹنگ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جوناگڑھ کے حالات شطرنج کا ایسا آتش گیر کھیل معلوم ہوتا ہے جس میں ریاست جوناگڑھ، اس کی ماتحت ریاستیں اور قرب و جوار کی ریاستیں مہرے بنی ہوئی ہیں اور کراچی اور دہلی ان کو چلا رہے ہیں۔ لیاقت علی خان ابھی حال ہی میں دہلی آئے تھے اس دوران ان سے

---

۲۶ گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۶

ہونے والی گڑبڑ سے لارڈ اسمے کو یقین ہو چکا ہے کہ پاکستان کی پوری حکمت عملی یہ ہے کہ جوناگڑھ کے مسئلے کو کشمیر کے سلسلے میں سودا بازی کے طور پر پیش کرنا ہے۔ اسی کی وجہ اس ملاقات میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے روبرو لیاقت علی خان کا یہ اظہار تھا۔

" بھارت کو آگے بڑھ کر کوئی جنگی قدم لینے دو اور اس کے بعد دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے۔ " نمبر ۲۷

دونوں ممالک کی تباہی کا خطرہ:۔

جوناگڑھ کی عارضی حکومت کی تشکیل پس پشت حکومت بھارت کا مقصد پاکستان کے ساتھ براہ راست جنگ کو ٹالنا تھا۔

۲۷ ستمبر کی میٹنگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صاف الفاظ میں بتایا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بننے والا حکومت بھارت کا کوئی بھی اقدام انتہائی خطرناک ہوگا۔ اس جنگ میں پاکستان بالکل ختم ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بھارت بھی کم از کم ایک نسل تک پسپا ہو جائے گا۔ یہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے حکومت بھارت کا عزت و وقار ایسے کسی بھی اقدام سے ختم ہو جائے گا۔

ماؤنٹ بیٹن کے اس نظریہ کی روشنی میں اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جوناگڑھ کی سرحدوں پر افواج متعین کر دی جائے لیکن وہ افواج ریاست کی حدود میں داخل نہ ہوں نمبر ۲۸

نمبر ۲۷ مشن صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۰

نمبر ۲۸ انٹیگریشن صفحہ ۱۳۸

نہرو کا اندیشہ:۔

انہی دنوں بھارت کی ڈیفنس کمیٹی کی پہلی میٹنگ منعقد ہوئی۔ پنڈت نہرو نے اس میٹنگ میں مانگرول اور بابریاواڈ کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کی انہوں نے کہا کہ دونوں ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کے دوران کوئی بھی ایسا واقعہ پیش آسکتا ہے جو پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بن جائے۔ بھارت، جوناگڑھ کے معاملے میں پاکستان سے جنگ کرانا نہیں چاہتا اور وہ اس جنگ کو ٹالنا چاہتا ہے۔ اس جنگ میں اگر دوسرے ممالک کو ملوث نہیں کیا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ پاکستان کی شکست اور تباہی کی صورت میں آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی بھارت کو بھی ایک طویل عرصہ تک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑے گا ہمارے لئے اس جنگ سے چند دیگر سنگین نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہمارا بین الاقوامی مقام کلی طور پر ختم ہو جائے گا۔

نہرو نے اس رپورٹ کے آخر میں کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ پاکستان نہیں چاہتا ہو اور وہ یہ سب کچھ محض ہمیں برہم کرنے اور ہمیں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کرنے کے لئے کرتا ہو جس کے بارے میں وہ اقوام متحدہ میں ہمارے خلاف اپیل کر سکے۔

نہرو نے اس کے بعد ایک مشورہ دیا کہ پاکستان اور جوناگڑھ کو مطلع کر دینا چاہیئے کہ پاکستان کے ساتھ ریاست جوناگڑھ کے الحاق اور بابریاواڈ اور مانگرول پر جوناگڑھ کے دعوے کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور پاکستان کو فوری طور پر اپنی افواج وہاں سے ہٹا لینی چاہیئے۔

اسی میٹنگ میں ڈیفنس کمیٹی نے ریاست جوناگڑھ کے قرب وجوار میں

واقع ریاستوں میں بھارتی افواج کے دستے بھیج دینے کا فیصلہ کیا۔[29]

کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج۔

اس مقصد کے لئے حکومت بھارت نے "کاٹھیاواڑ ڈیفنس فورسز" (کاٹھیاواڑ دفاعی فوج) تشکیل دی جس کے کمانڈر بریگیڈیئر سردار گرودیال سنگھ تھے۔ نوانگر، بھاؤنگر اور پوربندر کی ریاستوں سے بھی فوجی امداد طلب کی گئی۔[30]

ریاست لمڑی (LIMDI) کے دربار رنجیت سنگھ جی نریندرادول کے ایک چھوٹے دستے کے ساتھ اس مہم میں شامل ہوئے۔[31]

اس کے علاوہ بھارتی حکومت نے تین جنگی بحری جہاز "کرشنا"، "کاویری" اور "جمنا" کو اس مہم پر بھیجا۔ سرنگیں تلاش کرنے والے جہاز "کوکنڈ" کو مدراس روانہ کیا اور ایک ٹینک بردار جہاز پوربندر کی بندرگاہ میں بھیجا۔ اس کے ساتھ ہی "ٹیمپیسٹ" (TEMPEST) قسم کے طیاروں کا ایک اسکواڈرن بھی بھیجا گیا۔[32]

اس کے علاوہ رائل انڈین انجینئرنگ اور میڈیکل کور کے دستے بھی بذریعہ بحری جہاز جعفرآباد کی بندرگاہ پر پہنچائے گئے۔[33]

اس طرح کاٹھیاواڑ کے عوام نے زندگی میں پہلی بار ٹینک، جنگی طیارے جنگی جہاز اور دیگر جدید سامان حرب دیکھا۔

---

29 گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۲۳۴ تا ۲۳۵ مشن صفحہ ۲۱۳

30 انٹیگریشن صفحہ ۱۳۸

31 لوک کرانتی صفحہ ۲۴

32 اگنی پاترا صفحہ ۴۵ 33 لوک کرانتی صفحہ ۲۵

نئی دہلی میں ۲۰ اکتوبر کے دن وزیراعظم کے دفتر سے جاری کئے گئے ایک پریس نوٹ میں مذکورہ بالا تمام تفصیلات بیان کی گئی تھیں اس میں مزید یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کاٹھیاواڑ کی چند ریاستوں کی درخواست پر بھارتی فوج کا ایک مختصر سا دستہ پوربندر کی بندرگاہ پر بھیجا گیا ہے۔[34]

اس کے برخلاف حکومت پاکستان کی جانب سے ستمبر کے آخر میں تین بحری جہاز کے ذریعہ غلہ، تیل، اور کوئلہ وغیرہ کی رسد ویراول کی بندرگاہ پر پہنچائی گئیں۔[35]

اس کے بعد حکومت پاکستان نے ریاست جوناگڑھ کو کراؤن کی سات کمپنیاں (دستے) بھیجنے کی پیشکش کی۔ لیکن بھارتی افواج اور لوک سینا کے ہزاروں مسلح جوانوں نے ریاست کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس صورت میں کراؤن پولیس کی یہ قلیل تعداد ان کا کسی بھی طرح مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس بات کے پیش نظر جوناگڑھ خونریزی کو روکنے کے لئے شاہنواز بھٹو نے اس پیشکش کو منظور نہیں کیا۔[36]

کاٹھیاواڑ کے چند میمن زردار نے کچھ سال قبل کاٹھیاواڑ کی سب سے پہلی مشترکہ مسلم صنعت "کاٹھیاواڑ انڈسٹریز لمیٹڈ" کی بنیاد رکھی تھی ان زردار نے حالات کا بغور مشاہدہ کرکے انڈسٹریز کے گوداموں میں اناج کا کافی ذخیرہ کر رکھا تھا۔ بانٹوا میں بھی سیٹھ حاجی حبیب ہاشم محمد نے اپنی کمپنی کے گوداموں میں تقریباً ۱۱۲ کروڑ روپے کی مالیت کے اناج کا ذخیرہ کر رکھا تھا۔[37]

---

34 "پاکستان ٹائمز" ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ 35 مسلم ہیرالڈ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷

36 انٹیگریشن صفحہ ۱۴۲ 37 قوم صفحہ ۹۲

دو محاذوں کی کہانی

جوناگڑھ اور کشمیر

ستمبر ۱۹۴۷ء کے اواخر سے لے کر اکتوبر کے تیسرے ہفتے تک حکومت بھارت یا عارضی حکومت نے جوناگڑھ کے سلسلے میں کسی قسم کی پیش قدمی نہیں کی. شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ شطرنج کی بازی کی اگلی چال ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی. ریاست جوناگڑھ کے اردگرد بھارتی افواج کے دستے محاصرہ کئے ہوئے تھے. عارضی حکومت کے پرچم تلے ہزاروں رضاکار حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے.

اس کے بعد فوراً ہی یکے بعد دیگرے ڈرامائی واقعات پیش آنے لگے.

بھارتی ڈیفنس کمیٹی نے ۲۱، اکتوبر کے دن ریاست جوناگڑھ کی ماتحت چند مسلم ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا. ماؤنٹ بیٹن نے اس میٹنگ کے بارے میں شہنشاہ کو ارسال کردہ ایک خفیہ رپورٹ میں لکھا تھا کہ میں ان لوگوں کو اب زیادہ دیر تک نہیں روک سکتا ہوں[1]

دوسری جانب تقریباً اسی وقت کشمیر میں عرصہ دراز سے کھولنے والا آتش فشاں پھٹ پڑا. اس کے بعد کے ڈرامائی حادثوں پر مشتمل کشمیر اور جوناگڑھ

---

۱ [illegible] صفحہ ۳۰۶

کی کہانی ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو گئی. کشمیر کے محاذ پر جو کچھ ہوا اس کے براہ راست اثرات جوناگڑھ پر نمودار ہونے لگے. ریاست جوناگڑھ اور اس کے مسلمانوں پر اس کے اثرات اب تک باقی ہیں.

مانا ودر پر قبضہ

بھارت نے اپنے پہلے ہدف کے طور پر ایک سو مربع میل پر مشتمل مانا ودر کی چھوٹی سی ریاست کا انتخاب کیا. مانا ودر کے خان غلام محی الدین ابتداء ہی سے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کر چکے تھے. راجکوٹ میں ۱۹ ستمبر کو اپنے دورے کے دوران مسٹر وی. پی مینن نے ان کو راجکوٹ طلب کیا اور ان پر بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دباؤ ڈالا لیکن خان صاحب اپنے فیصلے پر قائم رہے. بعد میں دہلی واپس پہنچ کر مینن نے پنڈت نہرو اور سردار پٹیل سے اس سلسلے میں صلاح و مشورے کئے۔[2]

باوجود اس کے بھارتی حکومت نے اس کے بعد کچھ اس قسم کا پریس نوٹ جاری کیا کہ مانا ودر بھارتی یونین کے ساتھ ملحق ریاست ہے اور وہاں فرقہ وارانہ فسادات ہونے کا خدشہ ہے لہٰذا انہیں روکنے کے لئے مانا ودر کو سول کمشنر کی براہ راست تحویل میں دیئے جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے[3]

بعد ازاں ۲۲، اکتوبر کو بھارتی افواج کے دستوں نے مانا ودر کی جانب پیش قدمی کی. ان کے ہمراہ ریاست نوانگر کے فوجی دستے بھی تھے. ان فوجیوں سے بھرے ہوئے متعدد ٹرک علی الصبح مانا ودر پہنچ گئے اور بھارتی ایئر فورس کے دو ہوائی جہاز مانا ودر کی فضا میں چکر لگانے لگے. فوجیوں نے [illegible]

---

۲ [illegible] صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۴، ۱۳۵

۳ [illegible]

سے عمل کا موقع مل گیا اور یہ علاقہ جناب کو قبضہ کر کے پیچھے سے ... پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس علاقہ میں مسلمانوں کا ایک کثیر تعداد ہلاک ہو گئی تھی۔

کشمیر کے حالات

تقسیم کے اعلان کے ساتھ ہی یو پی، دہلی اور مشرقی پنجاب کے شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ ان فسادات میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ قتل عام مشرقی پنجاب کے سکھ علاقوں کی ریاست پٹیالہ میں ہوا۔

اس کے بعد ریاست کشمیر میں بھی ڈوگرہ، سکھ اور ہندوؤں کی مدد سے مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ [illegible] اسٹیٹس مین [illegible] کے ایک اداریہ کے مطابق [illegible] مسلمان ہلاک کر دیئے گئے [illegible] ریاست سے باہر دھکیل دیئے گئے۔ [illegible] کے مطابق اس قتل عام کی [illegible] تھی۔ اس کے ساتھ ہی [illegible] شیخ عبداللہ کو رہا کر دیا گیا۔

ریاست کشمیر سے متصل پاکستانی علاقوں کے باشندوں کے کشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ گہرے مذہبی اور اقتصادی تعلقات کے علاوہ [illegible] قرابت داریاں بھی تھیں۔ کشمیر کے مسلمانوں کے قتل عام [illegible] علاقوں میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور [illegible] مسلح ہو کر اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے کشمیر روانہ ہو گئے۔ ۲۲ اکتوبر کو وہ دریائے جہلم کو عبور کر کے کشمیر میں داخل ہو گئے۔

اس کے [illegible] بعد [illegible] دسہرہ کے موقع پر [illegible] عارضی حکومت کے رضاکاروں نے ریاست جوناگڑھ

---

(۱) [illegible] اسٹیٹس مین [illegible]
[illegible]

کے مختلف علاقوں پر حملہ کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔ اس کا سیدھا مطلب یہی نکالا جا سکتا ہے کہ حکومت ہندوستان کو ایک مسلم ریاست پر رضاکاروں کے ذریعے حملہ کرنے کا جواز مل گیا تھا جس کا حکمران مسلمان اور رعایا کی اکثریت ہندو تھی۔ لہٰذا اس نے عارضی حکومت کو فوراً ریاست جوناگڑھ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دسہرہ کے روز

دسہرہ کے روز ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو راجکوٹ میں عارضی حکومت کے صدر دفتر میں چند مذہبی رسومات کی ادائیگی کے بعد عارضی حکومت کا [illegible] دیگر [illegible] رضاکاروں کے ساتھ [illegible] روانہ ہو گئے۔ [illegible] اور راجکوٹ کو جانے والی سڑک پر واقع [illegible] ایک چھوٹا سا گاؤں اور ریلوے اسٹیشن ہے [illegible] کے ایک کارخانے کے [illegible] میں [illegible] کے بعد ان کی میٹنگ ہوئی۔ ہر رضاکار کو ایک ایک بندوق اور پچاس پچاس کارتوس مہیا کیے گئے اور حملے کا [illegible] بتائی گئی۔ چند تقاریر کی گئیں [illegible] رسومات کے بعد [illegible] تمام لوگ [illegible] بسوں اور ٹرکوں میں سوار ہو کر اپنے پہلے ہدف امراپور کی جانب روانہ ہو گئے۔

ریاست جوناگڑھ کے کئی گاؤں ریاست کے علاقے سے منقطع تھے بلکہ کئی [illegible] فاصلے پر اور دیگر ہندو ریاستوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ امراپور ایسا ہی ایک گاؤں تھا۔ جو گونڈل [illegible] سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس تک پہنچنے کا راستہ کچا کیچڑ سے بھرا ہوا اور نہایت خراب حالات میں تھا۔ لہٰذا قافلہ کو [illegible] پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے میں دو گھنٹے صرف ہوئے۔

امراپور کے نزدیک آ کر رضاکاروں نے گاؤں کا چاروں طرف

سے واسطہ کر دیا۔ اس کے بعد گولیاں چلاتے ہوئے گاؤں میں داخل ہوئے۔ گاؤں کے وڈیرے اور بارہ پولیس والوں کو بندوق کے زور پر گرفتار کر لیا گیا اور بھارتی پرچم لہرا دیا گیا۔

اسی طرح اسی روز یعنی ۵ اکتوبر کو گیارہ دیگر گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا۔[1]

کبڈی کا کھیل

بعد میں دو سرکاری دستوں کے درمیان گھرے ریاست جوناگڑھ کے مزید گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے لوک سیوک سنگھ رضاکاروں کے جتھے بڑھتے رہے۔ تقریباً ہر گاؤں میں ریاست کے مقرر کردہ دو چار یا دس بارہ سپاہی تھے۔ جو یا تو معمولی مزاحمت کے بعد یا بغیر مقابلے کے ہتھیار ڈال دیتے تھے۔[2]

یہ تمام کارروائی کس انداز سے ہوتی تھی اس کا کچھ اندازہ لوک سیوک کے ساتھ رہنے والے ایک صحافی [illegible] بھائی کوٹھاری کے حسب ذیل الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔

"گاؤں کو فتح کرنا جوانوں کے لئے ایک کھیل سا تھا۔ چند بندوقیں چھوٹیں پھر ہو جاتے۔ کچھ مقابلہ کیا جاتا۔ ہم آگے بڑھ جاتے۔ یہ تمام کارروائی سب جوانوں کے لئے کبڈی کے کھیل جیسی سہل معلوم ہوتی تھی۔"[3]

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ریاست جوناگڑھ کے پاس صرف نیزہ بردار (LANCERS) پیادہ فوج کے ۳۰۰ جوان اور صرف پولیس والے تھے۔[4]

---

[1] [illegible] صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۰ انگریزی ترجمہ صفحہ ۵۷ تا ۵۸

[2] [illegible] صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۰ انگریزی ترجمہ صفحہ ۶۰ تا ۶۱

[3] [illegible] کوٹھاری: لوک کرانتی صفحہ ۳۳

[4] [illegible]

قبائلیوں کی پیش قدمی

دوسری جانب کشمیر میں داخل ہونے والے قبائلی بھی ۲۶ اکتوبر کو کشمیر کے دارالحکومت سری نگر کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اگر راستے میں لوٹ مار نہ کی ہوتی اور اس طرح وقت ضائع نہ کیا ہوتا اور بغیر نظم و ضبط کے نہ ہوتے تو انہوں نے سری نگر پر قبضہ کر لیا ہوتا۔[1]

قبائلیوں نے راہ میں ۲۴ اکتوبر کے دن مہورا (MAHURA) پر قبضہ کر لیا جہاں سری نگر کو بجلی مہیا کرنے والا بجلی گھر واقع تھا۔ قبائلیوں نے بجلی کی سپلائی منقطع کر دی۔ ساتھ ہی اس قسم کا اعلان بھی کیا کہ ہم ۲۶ اکتوبر کی صبح عید کی نماز سری نگر میں ادا کریں گے۔[2]

بھارتی افواج کی آمد

اسی شام کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے حکومت بھارت سے امداد کی درخواست کی۔ اگلی صبح بھارتی ڈیفنس کمیٹی کی ایک میٹنگ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی زیر صدارت منعقد کی گئی۔ اس میٹنگ کے فیصلے کے مطابق وی پی مینن ایک چارٹرڈ جہاز کے ذریعے سری نگر روانہ ہو گئے۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے ان کے ہمراہ بھارتی بحری اور فضائی افواج کے چند اعلیٰ افسر بھی سری نگر روانہ کئے گئے۔ سری نگر پہنچ کر مینن نے مہاراجہ سے ملاقات کی اور حالات کے بارے میں مشورہ کیا۔

اس وقت یہ توقع کی جا رہی تھی کہ قبائلی دو تین روز تک سری نگر میں آ پہنچیں گے۔ مینن نے مہاراجہ کو فوری طور پر سری نگر چھوڑنے کا مشورہ دیا۔

---

[1] [illegible] صفحہ ۲۴۳

[2] [illegible] صفحہ ۳۹۰

لہٰذا مہاراجہ اپنے خاندان سمیت رات گئے بذریعہ کار جموں روانہ ہو گئے۔ [۱۲]
۲۶ اکتوبر کو صبح سویرے مینن دہلی واپس پہنچ گئے۔ ڈیفنس کمیٹی نے ان کو الحاق کی دستاویز ساتھ لے کر جموں جانے کا حکم دیا۔ مینن نے جموں پہنچ کر الحاق کی دستاویز پر مہاراجہ کے دستخط لئے۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً ایک سو تجارتی اور فوجی طیاروں کے ذریعے بڑی تعداد میں بھارتی افواج اور جنگی ساز و سامان سری نگر پہنچانے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ [۱۳]

پاکستانی کمانڈر کا انکار

کشمیر میں بھارتی افواج کی مداخلت کے ساتھ ہی ان کے مقابلے کے لئے قائداعظم نے پاکستانی بری فوج کے برطانوی کمانڈر جنرل گریسی (GRACY) کو کشمیر میں پاکستانی افواج بھیجنے کا حکم دیا۔ جنرل گریسی نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ [۱۴]

دونوں ممالک کی افواج کے مشترکہ کمانڈر انچیف فیلڈ مارشل اوکن لیک (AUCHIN LECK) ۲۸ اکتوبر کے دن لاہور پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر اپنے الحاق کے بعد بھارت کا ایک حصہ بن چکا ہے اور اگر پاکستانی افواج اس میں داخل ہوئی تو پاکستان کی مسلح افواج کے تمام برطانوی افسران مستعفی ہو جائیں گے۔ بعد ازاں یکم نومبر کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لارڈ اسمے بھی لاہور میں قائداعظم سے گفت و شنید کر کے واپس چلے گئے۔ [۱۵]

---

[۱۲] انٹی گریشن صفحہ ۳۹۷ تا ۳۹۸

[۱۳] انٹی گریشن صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱

[۱۴] ایمرجنس صفحہ ۲۹۵ انٹی گریشن صفحہ ۴۰۳

[۱۵] انٹی گریشن صفحہ ۴۰۴ تا ۴۰۵

نواب صاحب کی روانگی

ادھر کاٹھیاواڑ میں حالات دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے تھے۔ مانا ودر کے حکمران شیخ غلام محی الدین قید کر لئے گئے تھے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے کسی قسم کی امداد اور رہنمائی کا مکمل فقدان تھا۔ ادھر کشمیر میں بھارتی افواج اتارنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ریاست جوناگڑھ چاروں اطراف سے بھارتی افواج اور عارضی حکومت کے دستوں کے درمیان محصور تھی اور وہ کسی بھی وقت سرحدیں عبور کر کے جوناگڑھ شہر میں پہنچ سکتے تھے۔ ایسے حالات میں نوابی خاندان کے لئے جوناگڑھ میں مزید وقت رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ لہٰذا ۲۴ اکتوبر کی شام نواب مہابت خانجی اور ان کے چند اہل خاندان جوناگڑھ کے قریب واقع کیشود (KESHOD) کے ایروڈرم سے بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہو گئے۔ اس طرح پاکستان کے ساتھ سب سے پہلے الحاق کرنے والی ریاست کے حکمران کو الحاق کے صرف ۱۷ دن کے بعد ہی ترک وطن پر مجبور ہونا پڑا۔ نواب صاحب کے کراچی پہنچنے پر سندھ کے گورنر غلام حسین ہدایت اللہ نے ان کی رہائش کے لئے اپنا بنگلہ خالی کر دیا۔

کیشود ریاست جوناگڑھ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو جوناگڑھ شہر سے ۲۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے چند ماہ قبل وہاں پر ایک ایروڈرم تعمیر کیا گیا تھا۔ جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کے بعد .P.I.A کی پیش رو اورینٹ ائرویز نے ایک چھوٹے سے طیارے کے ذریعہ کراچی اور کیشود کے درمیان اپنی فضائی سروس کا آغاز کیا تھا۔

دوسرے روز یعنی ۲۷ اکتوبر کی صبح ولی عہد دلاور خانجی اور خاندان کے چند دیگر افراد بھی کیشود سے بذریعہ طیارہ کراچی پہنچ گئے۔ نوابی خاندان کے اس سفر میں ریاست کے چند اعلیٰ افسران بھی شامل تھے۔ جس میں نواب صاحب

کے بھی ہندو ڈاکٹر اور دو ایک دیگر ہندو افسران بھی شامل تھے۔ اس کے فوراً بعد بانٹوا کے حکمران دربار شیر خانجی اور سردار گڑھ کے حکمران دربار غلام محی الدین بھی کراچی روانہ ہو گئے۔

نواب صاحب اپنی نجی ملکیت کے طور پر ایک کروڑ ۲۹ لاکھ ۴۴ ہزار سات سو مالیت کی برطانوی ہند کی سیکورٹیز (ضمانتیں) اپنے ساتھ کراچی لے گئے تھے۔ جوناگڑھ سے ان کی روانگی کے فوراً بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک آرڈیننس کے ذریعے ان سیکورٹیز کو گمشدہ ظاہر کیا اور ریزرو بنک آف انڈیا کو اس کی متبادل ڈپلیکیٹ سیکورٹیز جاری کرنے کا اختیار دیا ۱۶؎

اس کے ساتھ ہی ریزرو بنک آف انڈیا کی بمبئی برانچ میں ریاست جوناگڑھ کی طرف سے بطور ڈپازٹ رکھی گئی سات لاکھ روپے کی رقم بھی ضبط کر لی گئی ۱۷؎

قائداعظم کے نام پیغام

نواب صاحب کی کراچی روانگی کے بعد ۲۷ اکتوبر کو دیوان سر شاہنواز بھٹو نے قائداعظم کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں تازہ ترین حالات کی سنگینی سے مطلع کیا گیا تھا۔ اس پیغام میں بتایا گیا تھا۔

" ہمارے مالیات کے ذرائع مثلاً ریلوے اور کسٹم وغیرہ بالکل ختم ہو چکے ہیں۔ غذائی قلت نے حالات حد درجہ خراب کر دیئے ہیں۔ حالانکہ پاکستان نے فیاضی کے ساتھ اناج بھیج کر ہماری امداد کی ہے۔ کاٹھیاواڑ کی ریلوے لائن پر جو مسلمان سفر کرتے ہیں ان کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

ہز ہائی نس نواب صاحب اور ان کے اہل خاندان کو جوناگڑھ سے جانا پڑا۔ کیونکہ ہمارے خفیہ ذرائع کی اطلاع کے مطابق ان کی جان اور عزت و آبرو

۱۶؎ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۸ ۱۷؎ مسلم ٹائمز ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء

کو شدید خطرہ لاحق تھا......

حکومت پاکستان نے ہمیں کراؤن پولیس کی سات کمپنیوں کی پیشکش کی ہے لیکن ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر یہ سپاہ یہاں آئے تو دشمن کی کثیر تعداد کے مدنظر یہ انسانی خون اور ساز و سامان کا رائیگاں جانا ہوگا...... میرے سینئر وزیر مسٹر ہاروے جونز نے آپ کو حالات کی سنگینی سے باخبر کیا ہوگا۔ حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں کہ ذمہ دار لوگ مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں اس دشواری کا کوئی حل ڈھونڈ نکالوں......

یہ نازک مسئلہ باعزت طریقے سے سلجھ سکتا ہے۔ میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں وفادار رعایا کی مصیبتوں، تباہیوں اور خونریزی کا موجب بنوں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے مطلق پرواہ نہیں کہ مجھ پر کیا گزرے گی۔ لیکن میں مزید ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ فوراً بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کر کے جوناگڑھ کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں" ۱۸؎

اس کے بعد ۳۱ اکتوبر کو سر شاہنواز بھٹو نے پاکستان کی وزارت برائے ریاستی امور کے سیکریٹری جناب اکرام اللہ کے نام ایک پیغام ارسال کیا جس میں بتایا گیا تھا کہ ریاست کے عوام انتہائی مایوس ہو چکے ہیں ۱۹؎

اس دوران نواب مہابت خانجی نے کراچی سے شاہنواز بھٹو کو ایک پیغام بھیج کر انہیں حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ۲۰؎

۱۸؎ جوناگڑھ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳

۱۹؎ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۳

۲۰؎ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۳

رہنمائی کا فقدان

اس وقت قائدِ اعظم لاہور میں تھے۔ کشمیر میں جنگ کی ابتداء ہو چکی تھی وزیرِ اعظم لیاقت علی خان اور ریاستی امور کے وزیر سردار عبدالرب نشتر بھی اس وقت کشمیر اور دیگر اہم معاملات میں مصروف تھے۔ اس وقت کراچی میں وزارت ریاستی امور کے سیکریٹری جناب اکرام اللہ موجود تھے جو شاہنواز بھٹو کی کسی طرح بھی رہنمائی نہیں کر سکتے تھے۔ ان سب پیغامات کی آمد و رفت ویراول کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہر قسم کی جنگی صلاحیت سے محروم دو جہاز "نربدا" اور "گوداوری" کے وائرلیس سیٹس کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ریاست جوناگڑھ جو تین ماہ تک پاکستان سے ملحق رہی۔ اس عرصہ کے دوران حکومت پاکستان کے کسی ایک وزیر، سیکریٹری یا اعلیٰ افسر نے ریاست جوناگڑھ کا دورہ نہیں کیا تھا [۲۱]

مزید گاؤں پر قبضہ

عارضی حکومت کے رضاکاروں نے ۲۴، اکتوبر سے ۲ نومبر تک ریاست جوناگڑھ کے دور افتادہ کل ۳۶ گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران صرف دو گاؤں میں سندھی محافظوں نے ان کا جانبازی سے مقابلہ کیا۔

موٹی ہڑیاد (MOTI-HADIYAD) نامی گاؤں میں مامد (محمد) نامی ایک سندھی چوکیدار نے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ موٹی ہڑیاد گاؤں پر عید الاضحٰی کو رات گئے حملہ کیا گیا۔ وہاں کے سندھی چوکیدار مامد اور اس کے چھ ساتھیوں نے حملہ آوروں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک دونوں جانب سے گولیاں چلتی رہیں۔ آخر کار مامد مارا گیا

[۲۱] جیل ویٹی صفحہ ۱۴۴

اور اس کا ایک ساتھی زخمی ہو گیا جبکہ باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ [۲۲]

بھڈولہ نامی گاؤں میں کچھ سندھی کچے مکانات میں رہتے تھے۔ عارضی حکومت کے رضاکاروں نے جب گاؤں پر حملہ کیا تو وہاں رہنے والوں نے دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں تین سندھی مارے گئے اور چند زخمی ہو گئے۔ [۲۳]

بھاؤنگر اور گائیکواڑ کی مخالفت

بھارت نے ریاست جوناگڑھ کے اردگرد اپنے فوجی دستے متعین کرنے کے علاوہ کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں سے بھی فوجی دستے طلب کئے تھے۔ لیکن نوانگر کے سوا کسی بھی ریاست نے اپنے فوجی دستے اس کاروائی کے لئے نہیں بھیجے تھے۔ پھر بھی بھارتی افواج کے دستے یا عارضی حکومت کے رضاکار کسی بھی ریاست کی حدود سے گزرتے تو ماسوائے بڑودا (BARODA) اور بھاؤنگر کی ریاستوں کے کسی اور ریاست کے حکمران نے ان کی مخالفت کرنے کی جراءت نہیں کی۔

عارضی حکومت کے رضاکاروں کو کاواڈ سے ریاست جوناگڑھ کے ایک اور دور افتادہ گاؤں گادھکڑا (GADHAKADA) کی سمت جانے کے لئے گائیکواڑی اور بھاؤنگری علاقوں سے گزرنا تھا۔ عارضی حکومت نے بڑودا اور بھاؤنگر کے مہاراجاؤں کو اپنے ارادے کی پیشگی اطلاع بھیج کر ان کی اجازت طلب کی لیکن اجازت ملنے سے قبل ہی اس کے رضاکاروں نے کوچ کر دیا۔ ان رضاکاروں کے ٹرک راہ میں جب گائیکواڑی شہر امریلی (AMRELI) پہنچے تو انہیں روکنے کی کوشش کی گئی لیکن ان رضاکاروں نے اس کی پرواہ کئے بغیر

[۲۲] لوک کرانتی صفحہ ۳۰ تا ۳۱ اگن پاتڑا صفحہ ۲۹

[۲۳] لوک کرانتی صفحہ ۴۸

گائیکواڑی اور بعد میں بھاؤ نگری علاقے عبور کر کے گاد حکڑا پر قبضہ کر لیا اس کے بعد کچھ رضا کار جب واپس جا رہے تھے۔ تب راہ میں بھاؤ نگر کی پولیس نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس واقعہ سے بہت ہلچل مچ گئی۔ بھاؤ نگر کے دیوان اننت رائے پٹنی (ANANTRAI PATNI) کو فوراً راجکوٹ طلب کیا گیا اور ان پر دباؤ کے ذریعے ان رضا کاروں کو رہا کرا لیا گیا۔[24]

سردار پٹیل نے اس کے فوراً بعد اننت رائے پٹنی کو بھاؤ نگر کے دیوان کے عہدے سے برطرف کرایا۔ بڑودہ کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ راؤ (PRATAPSING RAO) گائیکواڑ سے یہ اور ایسے ہی دیگر کارروائیوں کی وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد بدلہ لیا گیا۔

"مجاہد" کا جہاد

ریاست جوناگڈھ کی اقتصادی ناکہ بندی ہونے کے بعد گجرات اور کاٹھیاواڑ سے جو چند مسلم اخبارات و جرائد شائع ہوتے تھے۔ ان تمام پر ریاست میں آمد پر پابندی عائد کر دی گئی۔ بڑی تعداد میں شائع ہونے والے ہندو ملکیت کے اخبارات و جرائد اور ابلاغ عامہ کے دیگر ذرائع بڑے زور و شور سے مخالفانہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے اس نقار خانے میں یوسف مانڈویا صرف ایک شہنائی لے کر کود پڑے اور پاکستان کی حمایت کا صور پھونکنے لگے۔

اس شہنائی کا نام تھا "مجاہد"۔ انہوں نے جوناگڈھ سے ہر دوسرے روز شائع ہونے والا ایک چھوٹا اخبار شروع کر دیا۔ ریاست جوناگڈھ سے باہر بھیجی جانے والی "مجاہد" کی نقلیں تو ریاست کی سرحد ختم ہوتے ہی جیتل سر (JETALSAR) جنکشن پہ نذر آتش کر دی جاتی تھیں لیکن ریاست کے

[24] لوک سرائتی صفحہ ۳۲ تا ۳۳

اندر اس کی بڑی کھپت تھی۔ اس اخبار میں مانڈویا عارضی حکومت کے پروپیگنڈہ اور سازشوں کو اپنے کاٹ دار اور تیکھے لہجہ میں بے نقاب کرتے تھے اور پاکستان کی حمایت میں پُر زور پروپیگنڈے سے عوام کے حوصلے بلند رکھتے تھے۔[25] "مجاہد" مانڈویا کا نجی اخبار تھا اس کے باوجود بھی اس کے پاکستان کی حمایت میں پُر زور پروپیگنڈے کے باعث اس کو حکومت پاکستان کا اخبار سمجھا جاتا تھا۔[26]

[25] جیل وینی صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۴

[26] اگن یاترا صفحہ ۵۴

باب ہفتم

سقوط جوناگڈھ

مانگرول میں بھارتی بحریہ

نومبر ۱۹۴۷ء کے اوائل میں جوناگڈھ اور کشمیر دونوں محاذوں پر چند اہم اور تیز رفتار واقعات رونما ہوئے کشمیر میں وادی سری نگر میں داخل ہونے کے درّے پر واقع بارامولا کے نزدیک بھارتی افواج نے قبائلیوں کی پیش قدمی روک دی۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر کے شمالی علاقے گلگت پر وہاں کی پولیس اور اسکاؤٹس (نیم فوجی افراد) نے قبضہ کر لیا۔ دوسری جانب کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج نے چند دیگر ایسے علاقوں پر قبضہ کر لیا جن پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔

ریاست جوناگڈھ کی مغرب میں سمندر کے کنارے مانگرول نامی ایک چھوٹی مسلم ریاست واقع تھی جس کی بنیاد پانچ (۵) صدیوں سے پہلے رکھی گئی تھی۔

بابی دور حکومت کے دوران کئی دہائیوں سے حکومت مانگرول کے چند اعلیٰ عدالتی اور انتظامی اختیارات جوناگڈھ کے ماتحت تھے۔ مانگرول کے حاکم فطری طور پر ان اختیارات سے مطمئن نہ تھے۔ مانگرول کے حاکم شیخ نصیر الدین نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے روز ہی اپنی ریاست کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد وی پی مینن راجکوٹ

پہنچے تو انہوں نے شیخ نصیر الدین کو بھی ملاقات کے لئے راجکوٹ طلب کیا۔ مانگرول سے راجکوٹ تک جانے کا راستہ جوناگڈھ کے علاقے سے گزرتا تھا۔ شیخ نصیر الدین نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا۔ لہٰذا مینن نے انہیں مانگرول سے راجکوٹ لانے کے لئے ریاست نوانگر کی گاڑی بھیجی۔ شیخ نصیر الدین نے راجکوٹ پہنچ کر اپنی ریاست مانگرول کے بھارت سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

واپسی میں شیخ نصیر الدین جوناگڈھ آئے اس وقت ریاست جوناگڈھ کے رہنماؤں نے انہیں اپنی ریاست کا الحاق پاکستان سے کرنے کے لئے سمجھایا۔ نتیجۃً انہوں نے اپنی ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق مسترد کرنے کا ٹیلیگرام دہلی بھیجا۔ بھارتی حکومت نے اس الحاق کو مسترد کرنے سے انکار کر دیا۔ [1]

بعد ازاں کشمیر میں جنگ کی ابتداء ہوئی۔ اس سے چھتیس (۳۶) گھنٹے قبل یعنی ۲۱ اکتوبر کو بھارتی ڈیفنس کمیٹی نے مانگرول اور بابریاواڑ پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس قبضہ کی حکمت عملی کو بھارتی کابینہ نے ۲۵ اکتوبر کو منظوری دی۔ [2]

اس کے بعد یکم نومبر کو بھارت نے مانگرول پر قبضہ کر لیا۔ بھارت نے مانگرول پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں اپنی بری فوج کی بجائے بحری بیڑے کو استعمال کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بھارت کے ساتھ الحاق کے بعد ریاست پوربندر سے مانگرول کی طرف جاتے ہوئے راہ میں ایک ایسا تنگ علاقہ واقع تھا جو سمندر تک چلا جاتا تھا اور جس کی ملکیت کے لئے پوربندر اور جوناگڈھ دونوں دعویدار تھے اور بھارت اس وقت اپنی افواج جوناگڈھ بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔

بھارت نے مانگرول پر قبضہ کرنے کے لئے دو جنگی جہاز بھیجے۔ ان میں سے لینڈنگ کرافٹ کے ذریعے بحری جوان کنارے پر اتارے گئے۔ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کی۔

قبضہ کے فوراً بعد مانگرول کے دیوان الطاف حسین، نائب دیوان

۱۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۶

۲۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۳۸

عبد القادر، محمد الدین اور پولیس کے سربراہ [illegible] حمید اللہ سمیت گرفتار کر لیا۔ شیخ نصیر الدین کو کافی عرصہ تک نظر بند رکھا گیا۔

بابریاواڑ پر قبضہ

[illegible] بابریاواڑ کے [illegible] نے [illegible] بھارت کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کر دیا تھا مگر [illegible] بھارت نے اس علاقے کو اپنی تحویل میں نہیں لیا تھا۔ [illegible] بھارت نے فوجی دستے بھیج کر اس پر قبضہ کر لیا۔

[illegible] حکومت بھارت کی جانب سے [illegible] بھارتی افواج [illegible] کے ساتھ [illegible] اور [illegible] کا انتظام سنبھال لیا۔

بانٹوا، سردار گڑھ

[illegible] سردار گڑھ کے [illegible] پاکستان [illegible] بھارت [illegible]

[illegible] حکومت بھارت نے [illegible] کو قبضہ کر لیا۔

[illegible]

گلگت میں بغاوت

مہاراجہ ہری سنگھ کے ریاست کشمیر کے بھارت سے الحاق کے اعلان سے ریاست کے شمال میں واقع گلگت کے علاقے کے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے ۳۱ اکتوبر کو وہاں کے ڈوگرا ایجنٹ کو گرفتار کر لیا اور پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں ان کی درخواست کے نتیجے میں حکومت پاکستان نے گلگت کا انتظام سنبھال لیا۔ گلگت کے علاقے میں واقع "ہنزہ" اور "نگر" کی ریاستیں بھی پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئیں۔ اس کے بعد سے یہ علاقہ پاکستان کے زیر انتظام رہا ہے اور کشمیر کے تنازعہ سے مکمل طور پر مستثنیٰ رہا ہے۔

۱۰۲ گاؤں پر قبضہ

اس طرف [illegible] سے [illegible] حکومت کے [illegible] ریاست [illegible] گاؤں [illegible] قبضہ کرنے [illegible] کر لیا تھا۔

شاہنواز کا ٹیلیگرام

[illegible] اکتوبر [illegible] شاہنواز [illegible] حکومت پاکستان [illegible]

[illegible]

گئے تھے۔ اور تمام اسلحہ ضبط کر لیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان کی وزارت خارجہ نے ۲۰ دسمبر کو بھارتی وزارت خارجہ کو ایک احتجاجی مراسلہ روانہ کیا تھا ۔۷

لیکن ان حالات میں شاہنواز بھٹو کو کیا کرنا چاہئیے اس سلسلے میں حکومت پاکستان کی جانب سے کسی بھی قسم کی رہنمائی کا مکمل فقدان تھا۔

کتیانہ پر حملے کی تیاریاں

ریاست جوناگڑھ میں کتیانہ محال (ضلع) بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ محال کا مرکزی شہر کتیانہ ریاست میں جوناگڑھ شہر کے بعد سب سے بڑا شہر ہے۔ کتیانہ یعنی بے حساب دولت کے مالک مسلمانوں کی جائے سکونت۔ کتیانہ کے دولتمندوں نے مسلم لیگ اور جناب جناح کو لاکھوں روپے کے عطیات دیئے تھے۔ کاٹھیاواڑ میں مسلم لیگ کا سب سے بڑا اڈا اور مرکز اگر کوئی تھا تو وہ کتیانہ تھا۔۸

کتیانہ کی آبادی اس وقت تقریباً ۲۵ ہزار نفوس پر مشتمل تھی چار یا پانچ ہزار افراد کو چھوڑ کر باقی تمام آبادی مسلمانوں کی تھی۔ ان میں میمنوں کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔

عارضی حکومت کے قیام اور جوناگڑھ کی سرزمین پر اس کی چڑھائی کے آغاز کے ساتھ ہی کتیانہ کے قرب و جوار کے گاؤں کے متعدد مسلمانوں نے کتیانہ پہنچ کر پناہ لی تھی۔ شہر کے مسلمانوں نے ان مہاجرین کی امداد کے لئے ایک "ریلیف کمیٹی" تشکیل دی اس کے سیکریٹری جناب عمر فاضل فاروقی تھے۔

بھارتی ذرائع کے مطابق کتیانہ میں اس وقت پولیس کے پینسٹھ (۶۵) اور انفنٹری کے سو (۱۰۰) سپاہی تھے۔ شہر پر قبضہ کرنے کے لئے ان کے مقابلے کے لئے "لوک سینا" نے تقریباً ایک ہزار مسلح افراد کا ایک لشکر تیار کیا تھا۔۹

کتیانہ محال کے تین اطراف میں ہندو ریاستیں واقع تھیں۔ نومبر ۱۹۴۷ء کے

۷۔ "جوناگڑھ" صفحہ ۲۷۰

۸۔ لوک کرانتی صفحہ ۳۶

۹۔ لوک کرانتی صفحہ ۴۰ تا ۴۱

آغاز تک پورے محال کی حفاظت کا بندوبست کر دی گئی۔ ۸ نومبر کو ہندوؤں کا دھن تیرس کا تہوار تھا۔ اسی روز کتیانہ کے اسٹیشن "سرادیا" (SARADIYA) پر ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ دی گئیں۔ تار، ٹیلیفون کے کھمبے اکھاڑ دیئے گئے ایک ریلوے انجن اور چند بوگیوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔۱۰

کتیانہ شہر کے اردگرد محاصرہ زیادہ تنگ کر دیا گیا۔ ان تمام واقعات کو دیکھ کر کتیانہ کے مسلمانوں کا ڈر و خوف مسلسل بڑھ رہا تھا۔ ان حالات میں ۹ نومبر کی شب بھارتی ریڈیو نے خبر دی کہ جوناگڑھ کا کنٹرول بھارتی افواج نے سنبھال لیا ہے۔ کتیانہ کے مسلمانوں نے محسوس کیا کہ عارضی حکومت کی "لوک سینا" کے کے حملوں کا خدشہ ٹل گیا ہے انہوں نے کچھ سکون محسوس کیا۔

لیکن اگلے روز یعنی ۱۰ نومبر کو دیوالی کے موقع پر علی الصبح کتیانہ پر شدید حملے کا آغاز کر دیا گیا۔

لوک سینا کے رہنماؤں کو ۸ نومبر کی شب ہی یہ خبر مل چکی تھی کہ ریاست جوناگڑھ نے بھارتی یونین سے پناہ طلب کر لی ہے۔ اور کسی بھی وقت ہتھیار ڈالنے کا اعلان متوقع ہے اس کے باوجود بھی کتیانہ پر حملے کے پروگرام میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کیا گیا۔۱۱

اگلے روز یعنی ۹ نومبر کی شب کو بھارتی فوج کا ایک دستہ کتیانہ پہنچا اور عارضی حکومت کے رہنماؤں کو بتایا کہ جوناگڑھ کی اطاعت کی درخواست قبول کر لی گئی ہے اور اب وہ کتیانہ کا انتظام سنبھال لیتے ہیں۔ عارضی حکومت کے رہنماؤں نے ان کے ساتھ مذاکرات کئے جس کے بعد بھی یہ طے کیا گیا کہ کتیانہ کا تمام انتظام فی الحال عارضی حکومت کے پاس ہی رہے گا۔۱۲

۱۱۔ لوک کرانتی صفحہ ۴۹

۱۲۔ لوک کرانتی صفحہ ۵۶



[illegible]

نوابی جونا گڑھ کے آخری ایام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حکومت ایک قانونی حکومت ہے۔ جبکہ یہ اعزاز کیبنٹ یا مجلس کو حاصل ہے۔ یہ فیصلہ کیا کہ ریاست جوناگڑھ کا انتظام سنبھالنے کے لئے بھارت کے ریجنل کمشنر کاٹھیاواڑ مسٹر نیلم بُچ (NEELAM BUCH) سے درخواست کی جائے۔

کونسل کی میٹنگ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس اہم ترین فیصلے کو جوناگڑھ کے عوام کی تائید بھی حاصل ہونی چاہیئے۔ اس کے پیش نظر جمعیت المسلمین کی تمام شاخوں کے عہدے داروں کے ساتھ ریاست کی دیگر سرکردہ شخصیات کو شاہنواز بھٹو کے دستخط شدہ دعوت نامے بھیجے گئے ان دعوت ناموں میں انہیں ریاست کے سیکرٹریٹ میں ۸ نومبر کو منعقد ہونے والے ایک اہم اجلاس میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔

شاہنواز اس کو دن میں نے ہاروے جونز کے ساتھ غیر مشروط معاہدہ پر دستخط لئے کو جو الٹی میٹم بھیجا تھا۔ اس کی مدت ۸ نومبر کی نصف شب کو ختم ہوتی تھی۔

بارہ بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے کہ راجکوٹ سے شاہنواز بھٹو کو ٹیلیفون کر کے الٹی میٹم کی مدت ختم ہونے کی یاد دہانی کرائی۔ ہاروے جونز نے جواب دیا کہ نواب صاحب کے حکم کے مطابق احتیاطی تدابیر کے ساتھ ریاست کا نظم بھارتی یونین کے سپرد کرنے کو تیار ہیں اور جو اس سلسلے میں مسٹر نیلم بُچ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ راجکوٹ میں اس وقت مسٹر نیلم بُچ شاہنواز کو فون کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فون لیا اور ہاروے جونز نے انہیں نواب کا حکم اور کونسل کے فیصلے سے مطلع کیا۔

اس کے بعد مسٹر نیلم بُچ نے فوراً مسٹر وی۔ پی۔ مینن کو دہلی فون کیا جو غالباً اس وقت ماؤنٹ بیٹن کی کوٹھی کو جا چکے تھے۔ انہوں نے اس معاملے کے سلسلے میں پنڈت نہرو سے بات چیت کی۔ اس کے بعد سردار پٹیل کو نیند سے جگا کر اطلاع

۵۵۔ انٹیگریشن آف انڈین اسٹیٹس صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳۔ آمن یاترا صفحہ ۷۔ تاریخ کراچی صفحہ ۲۹

دی اور ان سے بھی مذاکرات کئے۔ [16]

ماؤنٹ بیٹن سے پردہ پوشی

اس دوران لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بھتیجے لیفٹیننٹ فلپ (LEIUT. PHILLIP) کی شادی برطانیہ کی شہزادی الزبتھ سے ہونے والی تھی اور ماؤنٹ بیٹن اس میں شرکت کے لئے ۱۰ نومبر کو دہلی سے لندن روانہ ہونے والے تھے۔ ۸ نومبر کو وہ چکرورتی راج گوپال اچاریہ (CHAKRAVARTY RAJGOPAL ACHARYA) کو قائم مقام گورنر جنرل کا چارج دینے کے موقع پر انہوں نے ۸ نومبر کی شب ایک عشائیہ اہتمام کیا تھا۔

۸ نومبر کو رات کے پچھلے پہر حکومت بھارت سے ریاست جوناگڑھ کا قبضہ سنبھال لینے کی جو درخواست کی گئی تھی۔ ان پر نہرو، پٹیل اور مینن تقریباً صبح تک گفت و شنید کرنے کے بعد اس درخواست کو قبول کرنے کا اور بھارتی افواج کے ذریعے جوناگڑھ کا قبضہ سنبھال لینے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن اس سلسلے میں انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے مکمل طور پر پردہ پوشی کی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت بھارت کے کسی اہم فیصلے کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کو پیشگی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

ریاست جوناگڑھ پر فوری قبضہ کرنے کے فیصلے کی اطلاع ماؤنٹ بیٹن کو ۹ نومبر کو دن ڈھلے ملی تھی۔ عشائیہ کے موقع پر انہوں نے پنڈت نہرو کے روبرو ایسے فوری قبضے کا پُرزور احتجاج کیا۔ اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خان کو فوراً ایک مراسلہ بھیج کر اطلاع دیں کہ یہ قبضہ صرف ہنگامی نوعیت کا ہے اور بعد میں رائے عامہ کے ذریعے اس مسئلے کو حل کیا جائے گا۔ [17]

۱۶۔ اسٹی مرکشن صفحہ ۱۴۴ ۔ ۱۷۔ ہڈسن گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹

ان ہدایات کے مطابق مینن نے ایک تار کا مضمون تیار کیا اور اسے سردار پٹیل کو دکھانے کے لئے لے گئے۔ پٹیل اس قسم کا تار کو منظوری دینے کے لئے یہ شرط رکھی کہ اس تار میں سے وہ تمام الفاظ نکال دیئے جائیں جو پاکستان سے دوستی ظاہر کرتے ہوں۔ پٹیل نے مسئلہ جوناگڑھ کا رائے عامہ کے ذریعے حل کرنے کے ارادے کے اظہار کی بھی مخالفت کی تھی لیکن بعد میں مینن کے سمجھانے بجھانے پر وہ اس کے لئے رضامند ہو گئے۔ [18]

اتفاقاً اسی روز یعنی ۸ نومبر کو پاکستان کے وزیر داخلہ سردار عبدالرب نشتر اور چوہدری محمد علی چند مسائل کے سلسلے میں مذاکرات کے لئے دہلی تشریف لائے تھے انہوں نے ماؤنٹ بیٹن نہرو اور پٹیل کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور بعد کشمیر اور چند دیگر مسائل پر بات چیت کی۔ اسی روز دہلی میں اطلاع ملی کہ بھارتی افواج نے وادیٔ سری نگر کے درہ کے نزدیک واقع بارہ مولا پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ [19]

قبضہ سنبھال لینے کی درخواست

دوسری جانب شاہنواز بھٹو نے کاٹھیاواڑ کے ریجنل کمشنر مسٹر نیلم بچ کے نام ۸ نومبر کو حسب ذیل مراسلہ تیار کیا۔

۸ نومبر کو اسٹیٹ کونسل کے سینئر ممبر میجر ہاروے جونز۔ گاندھی سے گفت و شنید کے بعد کچھ تجاویز اسٹیٹ کونسل کے غور کرنے کے لئے اپنے ساتھ لائے۔ کونسل ان تجاویز کو احتجاج کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار ہے لیکن آخری فیصلے سے قبل گاندھی کو مطلع کرنے سے قبل یہ ضروری سمجھا گیا کہ عوام کے سرکردہ نمائندگان سے بھی رائے معلوم کر لی جائے۔ چنانچہ آج تمام ان کی ایک میٹنگ منعقد کی گئی اور جملہ نمائندگان نے متفقہ طور پر اس رائے کا

۱۸۔ ہڈسن گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۲۲۹ ۔ اسٹی مرکشن صفحہ ۱۴۶

۱۹۔ مینن صفحہ ۲۳۷

اختیار کیا کہ ریاست کا انتظام بجائے عارضی حکومت کے راجکوٹ کے علاقائی کمشنر کی
معرفت براہ راست انڈین یونین کے سپرد کر دیا جائے۔ اس تجویز کا مقصد یہ ہے کہ
بیرونی حملہ آوروں کے ذریعے قانون اور نظم و نسق کے جو حالات بگڑ رہے ہیں انہیں
کم سے کم کیا جائے۔ یہ انتظام الحاق جوناگڑھ سے متعلق مسائل کا باعزت تصفیہ ہونے
تک عمل میں رہے گا۔ اب حکومت جوناگڑھ خونریزی، مشکلات اور جان و مال کی
بربادی کو روکنے کے لئے اور شاہی خاندان کے تحفظ کے لئے آپ سے ریاست کا انتظام
سنبھالنے کی درخواست کرتی ہے مٹ۲۰

آخری ٹیلیگرام

اس کے ساتھ ہی ۸ نومبر کو شاہنواز بھٹو نے حکومت پاکستان کو مزید
ٹیلیگرام ارسال کیا۔ جو ان کی جانب سے ارسال کردہ آخری ٹیلیگرام ثابت ہوا
اس میں انہوں نے بتایا
"حالات سنگین ہیں عارضی حکومت نے بیس ہزار مسلح سپاہیوں اور
ٹینکوں کے ذریعے ہمیں کچل ڈالنے کی دھمکی دی ہے۔ گزشتہ شب مزید اس قسم
کی دھمکی دی گئی ہے کہ عارضی سرکار کی تابعداری قبول نہ کی گئی تو اس کے سنگین
نتائج برآمد ہوں گے۔ ریاست کو ختم کر دیا جائے گا۔ کوئی دوسرا راستہ نہ ہونے
کی وجہ سے ہم نے راجکوٹ میں مقیم علاقائی کمشنر جو بھارتی حکومت کے نمائندہ
ہیں انہیں کہا ہے کہ متعلقہ مسائل کے پرامن حل کے لئے اور نظم و ضبط کے تحفظ
کے لئے اور خونریزی کو روکنے کے لئے ہماری مدد کریں۔" مٹ۲۱

مٹ۲۰ انٹیگریشن صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۴
جوناگڑھ صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۵
مٹ۲۱ جوناگڑھ صفحہ ۲۹۱

بھٹو کی روانگی

سر شاہنواز بھٹو کے دعوت نامے پر دیراول سے جمعیت کے سیکریٹری جناب
اختر علی۔ ایم۔ اے۔ جمعیت کی دیراول شاخ کے صدر بادشاہ میاں حاجی یوسف
مکرانی اور جناب عثمان کھاٹڑ والا ۸ نومبر کو جہاز دو بجے بذریعہ کار جوناگڑھ کی
جانب روانہ ہوئے۔ دیراول سے جوناگڑھ [illegible] میل کے فاصلے پر واقع تھا۔
کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں کیشود ایئرپورٹ کی
طرف جانے والی سڑک بڑی شاہراہ سے ملتی تھی وہ ابھی اس سنگم سے کچھ دور تھے
کہ انہوں نے دیکھا کہ جوناگڑھ کی جانب سے ریاست کی ایک کار آ رہی ہے۔ جو
ایئرپورٹ کی طرف مڑ گئی اس کار میں سر شاہنواز بھٹو سوار تھے۔ جو کیشود سے
پاکستان جانے والے آخری پاکستانی جہاز میں کراچی جا رہے تھے۔
اس میٹنگ میں جمعیت کے صرف دیراول شاخ کے نمائندے آئے تھے۔
اس کے علاوہ جمعیت کے جوناگڑھ شہر کے چند رہنما بھی موجود تھے ان میں قاضی
اختر، ابا جود، تترک نور محمد کاپڑیا، سیٹھ محمد نور محمد کھتری اور گابھا (GABBHA)
کے دربار سید عبداللہ، جناب محمد باڈیلا اور کیشود کے دو معین رہنما بھی شامل تھے
کونسل کے سرکاری ممبران میں سے صرف میجر ہاروے جونز کے علاوہ ریاست
کی طرف سے جناب اسمٰعیل ابراہانی، وزیر قانون اور پولیس کے سربراہ جناب عبدالمجید
خان نقوی اور وہ چار انتظامی امور کے افسران حاضر تھے۔ ابراہانی اور نقوی کے
سوا تمام اعلیٰ حکام اور افسران اس سے قبل جوناگڑھ چھوڑ کر جا چکے تھے مٹ۲۲

آخری کاروائی

کونسل کی وہ میٹنگ بعد از مغرب شروع ہوئی۔ حالات کا مزید ایک بار تفصیل
سے جائزہ لیا گیا، لیکن ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی اور راہ نظر نہیں آئی۔ اسی دوران

مٹ۲۲ جیل ویٹی صفحہ ۲۵، ۲۴/ ۲۶۳

شاہنواز بھٹو کراچی پہنچ گئے اور انہوں نے نواب مہابت خانجی سے ملاقات کر کے انہیں ریاست کے حالات کی سنگینی سے آگاہ کیا۔ نواب صاحب نے ویراول کی بندرگاہ پر لنگر انداز "نرمدا" اور "گوداوری" کے وائرلیس کی معرفت پیغام بھیجا۔

"میں اپنے عوام کی خونریزی نہیں چاہتا ریاست جوناگڑھ کو احتجاج کے ساتھ بھارتی حکام کے سپرد کر دیا جائے۔"

یہ پیغام ویراول سے بذریعہ جیپ فوری طور پر جوناگڑھ پہنچایا گیا۔ میٹنگ کے پاس اب صرف ایک ہی کام رہ گیا تھا۔ وہ کام شاہنواز بھٹو کے کراچی روانہ ہونے سے پہلے نیلم بیگ کے نام لکھے گئے خط کو منظوری دینا تھا۔

اس کے بعد مسٹر ہاروے جونز اور جناب عبدالمجید خان نقوی نے ضروری دستاویزات تیار کیں اور اس پر میٹنگ میں موجود تمام شرکاء کے دستخط لئے۔ بعد میں مسٹر ہاروے جونز ان دستاویزات کو لے کر راجکوٹ روانہ ہو گئے۔

اس کے ساتھ ہی بابِ خانہ اناں کی آخری میٹنگ ختم ہوئی اور تمام نمائندگان اپنے مستقبل کی فکر و تشویش دلوں میں لئے منتشر ہو گئے۔

۹ نومبر کی شام

۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارت کے فوجی دستے ٹینکوں کے ساتھ گرنار دروازے سے جوناگڑھ شہر میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل بھارتی ایئر فورس کے چند طیارے شہر کی فضا میں چکر لگاتے رہے تھے۔ سب سے پہلی ٹینک پر مسٹر ہاروے جونز کے ہمراہ مسٹر نیلم بیگ اور کاٹھیاواڑ کے لئے بھارتی فوج کے کمانڈر بریگیڈیئر گوردیال سنگھ سوار تھے۔ فوجی دستوں کے ساتھ شامل داس گاندھی اور ڈھیبر بھی تھے۔ دروازے کے نزدیک ریاست کے پارسی سیکرٹری مسٹر ایس پالگو والا نے ریاست جوناگڑھ کو باقاعدہ طور پر مسٹر نیلم بیگ کے سپرد کیا۔ ۲۷

---

۲۳ انٹیگریشن صفحہ ۱۲۵ ۔ جیل ڈیلی صفحہ ۱۳/۱۲/۹۲۔

اس روز پورے شہر میں تہوار کا سا سماں تھا لیکن مسلمانوں کی دکانیں بند تھیں اور مسلم محلے ویران نظر آتے تھے۔ ۲۴

اس شب اور اگلے روز ریاست کے تمام سپاہیوں سے اسلحہ لے لیا گیا اور ریاست کے توشہ خانہ اور جہاں جہاں قیمتی اشیاء تھیں، ان تمام مقامات کو سیل کر دیا گیا۔ ۲۵

نہرو-لیاقت ٹیلیگرامز

جوناگڑھ پر قبضہ کے ساتھ ہی پنڈت نہرو نے لیاقت علی خان کو یہ تار بھیجا۔

"حکومت بھارت نے مکمل بدامنی کو روکنے کے لئے دیوان سر شاہنواز کی درخواست قبول کر لی ہے لیکن حکومت بھارت یہ انتظام جاری رکھنا نہیں چاہتی اور جوناگڑھ کے عوام کی خواہش کے مطابق اس مسئلہ کا فوری حل تلاش کرنا چاہتی ہے ہم جوناگڑھ سے متعلق مسائل کے بارے میں پاکستان کے نمائندوں سے جلد از جلد مذاکرات کرنے کے لئے تیار ہیں۔" ۲۶

۱۱ نومبر کو لیاقت علی خان نے اس تار کا حسب ذیل جواب بھیجا۔

"جوناگڑھ کے پاکستان سے باقاعدہ الحاق کرنے کی وجہ سے دیوان یا خود نواب بھی بھارت کے ساتھ اس معاملے میں کوئی بھی ہنگامی یا مستقل سمجھوتہ نہیں کر سکتے پاکستان کی منظوری کے بغیر بلکہ اس کو مطلع کئے بغیر ریاست جوناگڑھ میں افواج بھیجی گئیں اور اس کا انتظام سنبھالنے کی کارروائی پاکستانی سرزمین پر جارحیت اور بین الاقوامی قوانین کی سرعام خلاف ورزی ہے۔ دونوں ڈومینین کے نمائندگان کی میٹنگ میں پاکستان صرف اسی شرط پر موجود رہ سکتا ہے کہ ریاست سے بھارتی افواج فوراً ہٹا دی

---

۲۴ اگن پاشا صفحہ ۷۲

۲۵ انٹیگریشن صفحہ ۱۲۵

۲۶ انٹیگریشن صفحہ ۱۲۴

جائیں۔ نواب کی حکومت کو دوبارہ بحال کیا جائے اور ریاست کے اندر اور باہر حسب معمول حالات دوبارہ قائم کئے جائیں اور عارضی حکومت کی سرگرمیاں بند کرا دی جائیں" [27]

اس دوران مہاتما گاندھی نے دوبارہ اپنی ایک پرارتھنا سبھا میں فرمایا۔

"اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اس میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی یا حکومت بھارت نے جوناگڑھ پر قبضہ کیا۔ اس میں چڑھائی جیسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ مجھے لگتا ہے کہ جوناگڑھ کی رعایا کی جانب کی جانب سے عارضی حکومت کی بھیڑ چال کے بارے میں کوئی غیر قانونی بات نہیں مجھے اس پورے معاملے کے بارے میں کوئی بھی بات غیر قانونی محسوس نہیں ہوتی [28]

بھارتی مسلمان گنہگار ہیں

جوناگڑھ کے جشن فتح میں شامل ہونے کے لئے ولبھ بھائی پٹیل ۱۳ نومبر کو جوناگڑھ پہنچے۔ اس سے ایک روز قبل انہوں نے راجکوٹ میں ایک بڑے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت میں ایک پُر زور تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے بھارت میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کو تنبیہ کی۔

"ہمیں پاکستان نہ پہنچنے والے ۴ کروڑ مسلمانوں کا خیال کرنا ہے۔ ہاں۔ انہوں نے پاکستان پیدا کرنے کا گناہ کیا ہے۔ لیکن وہ کیسی ابتر حالت میں پہنچ چکے ہیں۔ ہمارے خیال میں ان کی اذیت کو دور کرنے کا صحیح علاج تو پاکستان میں ہے۔ لیکن پاکستان کے حکمران بندر جیسی حرکات کرتے رہیں۔

اب ہند کے مسلمان ہر علیحدہ حقوق اور مراعات کا مطالبہ کریں گے تو ایسا مطالبہ ان کی وفاداریوں کو مشکوک بنا کر ڈالے گا اور نتیجتاً ان کو ہی نقصان اٹھانا پڑیگا" [29]

---

[27] انٹی گریشن صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶ [28] لوک کراتی صفحہ ۶۰

[29] رگی یاترا صفحہ ۹۴ تا ۹۶

سردار پٹیل کی دھمکیاں

۱۳ نومبر کو سردار پٹیل، شامڑ داس گاندھی، جام دگیہ وجے سنگھ اور دیگر رہنماؤں کی جوناگڑھ آمد ہوئی۔ جوناگڑھ کے ہندو عوام کی جانب سے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ بہاء الدین کالج کے وسیع احاطے میں ایک بڑا جلسۂ عام منعقد ہوا۔

شامڑ داس گاندھی نے اس وقت اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا۔

جوناگڑھ کی فتح کا تمام تر سہرا صرف سردار پٹیل کے سر ہے۔ انہوں نے ہر قدم پر میری رہنمائی کی ہے اور ہر قسم کی امداد دی ہے۔

شامڑ داس گاندھی نے وہ تلوار جو انہیں بمبئی میں دی گئی، سردار پٹیل کے قدموں میں رکھ دی اور کہا

"عارضی حکومت کا کام مکمل ہونے کی وجہ سے یہ تلوار آپکے قدموں میں رکھتا ہوں"

سردار پٹیل نے اس جلسہ میں کہا کہ ریاست جوناگڑھ کو پاکستان سے الحاق کرنا ہے یا بھارت کے ساتھ یہ طے کرنے کے لئے ہم جلد ہی رائے عامہ کا اہتمام کریں گے انہوں نے مزید کہا۔

جوناگڑھ کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ہے یا بھارت کے ساتھ اس کا فیصلہ ابھی اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جن کو بھارت کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ اپنے ہاتھ اوپر اٹھائیں۔ (تمام ہاتھ بلند ہو گئے) اب جن کو پاکستان کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ ہاتھ اونچے کریں۔ (ایک بھی ہاتھ بلند نہ ہوا) یہ ہے رائے عامہ!

سردار پٹیل نے مزید کہا کہ جوناگڑھ کے مسلمان کو اب بھی پاکستان کی دوستی کا شوق ہو تو وہ نواب کی طرح (پاکستان) چلے جائیں۔ یہاں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں جن کو اب بھی پاکستان کی فکر ہو۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ تم کو تمہارے مال واسباب کے علاوہ پانچ پانچ روپے دکشنا (خیرات) ابھی دوں گا۔ تم ابھی اور اسی وقت پاکستان چلے جاؤ۔

انہوں نے اپنی طویل تقریر کے آخر میں میمن برادری کا بالواسطہ ذکر کرتے ہوئے انہیں دھمکی دی۔

"میں جانتا ہوں کہ میمنوں اور خوجوں نے مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی ہے میں ان سے کہوں گا کہ بیتی ہوئی باتیں بھول جاؤ اور تمہارے پاس جو اسلحہ ہے اسے ہمارے سپرد کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اس کے نتائج تمہیں کو بھگتنے پڑیں گے۔"

سردار پٹیل نے اسی تقریر میں پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں کو یہ یادگار دھمکی دی تھی۔

"ہمیں کسی کے ساتھ لڑنا نہیں ہے۔ ہمیں سب ملکوں کے ساتھ امن و امان سے رہنا ہے۔ پاکستان کو لڑنے کا جوش آ گیا ہو تو وہ لڑے۔ ہم نے تو اس مسئلے پر مکمل غور و فکر کیا ہے۔ ہند میں ۴ کروڑ مسلمان ہیں۔ ان ۴ کروڑ مسلمانوں کا پاکستان کو خیال رکھنا چاہیے۔۔۔"(۴۸)

امداد نہ بھیجنے کے اسباب

حکومت پاکستان جوناگڑھ کے معاملے میں کن وجوہات کی بناء پر کوئی امداد بھیجنے سے قاصر رہی تھی؟

پاکستان اس وقت جوناگڑھ کی حفاظت کرنے کے ضروری وسائل نہیں رکھتا تھا۔ اس کی افواج کی اندرونی تنظیم نہیں ہوئی تھی کثیر پیمانے پر مہاجروں کی ہجرت سے افواج کو بہت جیسے مسائل کا سامنا تھا۔ بحریہ اور فضائیہ برائے نام تھے۔

"ادھر ریاست جوناگڑھ کے پاس فوج اور پولیس معمولی تعداد میں تھے۔ اس کے مقابلے میں دوسری جانب بھارتی افواج کے سپاہی اور دیگر مسلح افراد کی بڑی تعداد جمع ہو چکی تھی۔ جن میں سے بیشتر افراد فوجی تربیت حاصل کر چکے تھے۔"(۴۹)

۴۸۔ آئن وپلی صفحہ ۹۸، ۹۹ تا ۱۰۳
۴۹۔ ایرجانس صفحہ ۲۶۸

اس کے مقابلے میں پاکستان بڑی تعداد میں اپنی افواج بھیجنے کی حالت میں نہ تھا۔ ان تمام اسباب کے علاوہ کشمیر میں جنگ اپنے عروج پر تھی۔ اور اس سے کسی بھی وقت پاکستان کی سرزمین تک پہنچ کر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لینے کا شدید خطرہ تھا۔ اس وجہ سے حکومت کی تمام تر توجہ کشمیر کی طرف لگی ہوئی تھی۔ نیز اس وقت پاکستان کے سامنے اس کے اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے والے سنگین اقتصادی اور دیگر مسائل بھی حل طلب تھے۔ حکومت پاکستان ان تمام اسباب کی بناء اس وقت جوناگڑھ کی جانب کافی توجہ نہیں دے سکی تھی۔

اس کے باوجود ریاست جوناگڑھ کی جانب پاکستان کی بے توجہی کا سب سے بڑا سبب پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے فروری ۱۹۴۸ء کے ایک اجلاس میں اپنی تقریر میں اس طرح بتایا تھا۔

"پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنی کوئی فوج نہیں بھیجی تھی حالانکہ اس کو ایسا کرنے کا مکمل حق تھا۔ جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا۔ اور الحاق کی شرائط میں دفاع شامل ہے۔ پاکستان ریاست جوناگڑھ کا دفاع کرنے کا پابند ہے۔ کچھ افراد یہ کہتے ہیں کہ پاکستان نے اس وقت اپنی فوج جوناگڑھ میں نہ بھیج کر غلطی کی ہے دوسری جانب یہ یقینی بات ہے کہ اگر پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنی افواج بھیجی ہوتیں تو پاکستان اور بھارت کی افواج کے درمیان بالواسطہ تصادم ہو جاتا اور دونوں ملکوں کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی۔"(۵۰)

اور اس طرح ریاست جوناگڑھ پر سوا پانچ سو سال پر محیط مسلم حکومت کا اور بابی خاندان کی دو سو سالہ حکمرانی کا دور ختم ہو گیا۔

۵۰۔ "ظفر اللہ خان کی تقریر" جوناگڑھ صفحہ ۳۰۹

باب ہشتم

کتیانہ اور بانٹوا کی تباہی

عارضی حکومت کا کلنک

جوناگڑھ پر قبضہ کے بعد میمن برادری کے دو بڑے دولتمند شہروں کتیانہ اور بانٹوا میں وسیع پیمانے پر جو لوٹ مار کی گئی تھی، اس کے بارے میں بھارت کے مؤرخین کی تصانیف میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ پھر بھی حکومت ہند کے وزارت ریاستی امور کے خاص افسر مسٹر وی۔ پی۔ مینن کے قلم سے ایسے الفاظ ضرور نکل گئے ہیں۔

کتیانہ میں عارضی حکومت کے آدمیوں کا کافی سامنا کیا گیا تھا اور جس کے بدلے میں انہوں نے کچھ لوٹ مار کی تھی اور آگ وغیرہ لگائی تھی۔ عارضی حکومت کے مجموعی طور پر اچھے برتاؤ اور نظم و ضبط کے نام پر کتیانہ میں رضاکاروں کا برتاؤ صرف واحد کلنک ہے ۱؎

دوسری جانب ایک بھارتی مصنف نے کچھ اس قسم کا بھی ذکر کیا ہے۔

۱؎ وی۔ پی مینن : انٹی گریشن صفحہ ۱۴۲

۱۷ نومبر ۱۹۴۷ء سے ۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کے درمیانی پندرہ روز میں بانٹوا شہر کے زیادہ تر میمن افراد پاکستان پہنچ گئے ۲؎

کتیانہ کی عارضی حکومت کے نام پر کلنک لگانے والے کون سے واقعات تھے؟ اور بانٹوا کے ہزاروں میمن صرف پندرہ روز میں کیوں اجتماعی ہجرت کر گئے تھے؟

کاٹھیاواڑ کے مسلمان برصغیر کی تقسیم تک اور اس کے بعد کافی عرصہ تک پاکستان میں رہائش پذیر ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ گرچہ ارض پر ایک نئی اسلامی مملکت کی تخلیق میں انہوں نے جو کچھ تعاون کیا تھا، اس پر انہیں اطمینان تھا۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان نے بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کو بھارت کا وفادار شہری بن کر رہنے کی تلقین کی تھی۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں بھارت کے جشنِ آزادی میں مسلمان برابر شریک رہے تھے۔ جوناگڑھ پر عارضی حکومت کے قبضہ، میمنوں کو سردار پٹیل کی دھمکی اور کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار تک ان کی سماجی اور فلاحی سرگرمیاں پہلے کی طرح برابر جاری تھیں اور مستقبل کی فلاحی سکیموں کے لئے چندے بھی جمع کئے جا رہے تھے۔ انہوں نے بھارت کے دوسرے علاقوں سے پاکستان پہنچنے والے مہاجرین کی امداد کے لئے کراچی میں شروع کئے گئے قائداعظم ریلیف فنڈ میں بھی کافی رقوم بھجوائی تھیں۔

بانٹوا میں جھنڈا وندن اور حسینی سربلندی

بانٹوا پر بھارتی یونین کی جانب سے اکتوبر ۱۹۴۷ء کے آخر میں بلا مقابلہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔ بھارتی حکام نے بانٹوا کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر شری جے سکھ لال بُچ (JAISUKH LAL BUCH) کا تقرر کیا تھا۔

۲؎ مخدوم : "بانٹوا کی ہسٹری" صفحہ ۴۴

بانٹوا کی اکثریت میمنوں پر مشتمل تھی۔ یہ اکثریت پاکستان کی بڑی حامی تھی۔ اس کے باوجود بانٹوا کی ہندو آبادی کو کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی حقیقت یہ تھی کہ میمن تاجروں کے صدر دفاتر میں خزانچی، منیجر، اور حساب نویس و اکاؤنٹنٹ ہندو ہی تھے۔ اس کے علاوہ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی ہندو بڑی تعداد میں فائز تھے۔ دھوبی، حجام (نائی)، لوہار اور دیگر کاریگر بھی ہندو تھے۔

اس کے باوجود بھارتی قبضہ کے بعد بانٹوا کی فضا بگڑنے لگی اور کشیدگی بڑھنے لگی۔ ریاست جوناگڑھ میں عارضی حکومت کی پیش قدمی اور بھارتی افواج کی موجودگی سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کے جوشیلے حامیوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس میں جھنڈا وندن (پرچم کشائی) کے واقعہ نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے غم و غصہ اور اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔

جوناگڑھ پر بھارتی یونین کا قبضہ ہونے کے بعد فوراً ہی بانٹوا میں ہندوؤں کی جانب سے ایک جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس میں قابل اعتراض نعرے لگائے گئے اور راستے میں واقع دکانوں کے مسلمان مالکوں کو ہراساں کیا گیا۔ جلوس کے بعد جیل کے قریبی میدان میں "جھنڈا وندن" (پرچم کشائی) کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس موقع پر شہر کے متعدد میمن رہنماؤں کو مدعو کیا گیا اور انہیں بھارتی جھنڈے کو ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔

سفید ریش بزرگ سیٹھ حسین قاسم دادا نے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے بلا خوف کہا "ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا سر صرف خدائے واحد کے سامنے ہی جھک سکتا ہے اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں"

حسین سیٹھ یہ جواب سن کر ایک سکھ سپاہی نے مشتعل ہو کر ان کے سامنے اپنی بندوق تان لی۔ لیکن اس کے لبلبی دبانے سے پہلے مسٹر بیگ نے مداخلت کر کے اسے روک دیا۔

حسین سیٹھ کے اس جواب سے تقریب پر سناٹا چھا گیا۔ دیگر مسلمان بھی ثابت قدم رہے کسی نے بھی جھنڈے کو "وندن" (سلام) نہیں کیا اور تقریب ختم ہو گئی۔*

بانٹوا کی لوٹ اور میمنوں کی ہجرت

کچھ دنوں بعد ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عیدالاضحیٰ کا موقع آیا۔ اس وقت تک ماحول بہت کشیدہ ہو چکا تھا۔ بانٹوا کے مسلمان نماز عید ادا کرنے کے لئے عیدگاہ تک بھی نہ جا سکے اور انہوں نے اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نماز عید ادا کی۔

۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو جوناگڑھ پر بھارتی قبضہ ہونے کے اگلے روز کتیانہ میں خونریزی اور لوٹ مار کی گئی اس کے ساتھ بانٹوا کے اطراف میں واقع گاؤں کے باشندے میمنوں کے اس مشہور دولت شہر کو بھی لوٹنے کے منصوبے بنانے لگے جوناگڑھ پر قبضہ کے پورے ایک ہفتہ کے بعد یعنی ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء کی شب بانٹوا میں اچانک کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اطراف کے گاؤں سے اکٹھے ہونے والے لٹیروں نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ بڑے بازار کی دکانوں اور چند دیگر مقامات کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ہوائی فائرنگ کر کے مکانات کے دروازے کھلوائے گئے میمنوں کی دور دراز کے علاقوں میں سالہا سال کی محنت اور تجارت کے نتیجے میں جمع کی گئی دولت اور قیمتی اشیاء کے خاصے بڑے حصے کو ایک ہی رات میں لوٹ لیا گیا۔

لٹیرے سونے چاندی اور ہیرے کے جڑاؤ زیورات، نقد رقوم اور قیمتی ملبوسات لوٹنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ خوفزدہ میمن اپنے قیمتی اثاثوں کو خاموشی سے لٹتا دیکھتے رہے۔ اپنی حسب خواہش اشیاء بہ آسانی مل جانے کی وجہ

---

* بانٹوا: (میمن سماج خاص شمارہ ۱۹۶۱ء)
ماخذ و دیا: (ماخوذ از ڈاکٹر رشید و شبنم) ڈان گجراتی ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء

ریاست جوناگڑھ پر چڑھائی کی چند تصاویر





عارضی حکومت کے رضاکاروں کو دی جانے والی فوجی تربیت۔



عارضی حکومت کے سپہ سالار رتو بھائی ادانی رضاکاروں کو فوجی تربیت دے رہے ہیں۔



ریاست جوناگڑھ کے ایک گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے عارضی حکومت
کے مسلح رضاکار لاری میں جا رہے ہیں۔



مسلمانوں کی دولت لوٹنے کے لیے سیکڑوں دیہاتی ہاتھوں میں لاٹھیاں وغیرہ
لئے عارضی حکومت کی فوج میں بطور رضاکار بھرتی ہو گئے تھے۔



عارضی حکومت کی پشت پناہی کے لئے بھارتی حکومت کی جانب سے کاٹھیاواڑ کے ساحل پر بھیجا گیا جنگی جہاز

یہ تمام تصاویر عارضی حکومت کے ساتھ رہنے والے صحافی فوٹو گرافر رتو بھائی کوٹھاری کی اپریل ۱۹۴۸ء میں شائع شدہ گجراتی کتاب "جوناگڑھ کا عوامی انقلاب" سے لی گئی ہیں

اسی طرح سنجارتی جہل پہل اور گہما گہمی کا حامل شہر بانٹوا ویران ہو گیا۔ اس کے بعد بانٹوا میں دیگر قومیں آباد ہوئیں لیکن وہ شان و شوکت اور جاہ و جلال جو میمنوں کے دور میں اسے حاصل تھا۔ وہ صرف تاریخی یا روایتی کہانیاں بن کر رہ گیا۔

کتیانہ پر حملہ

جوناگڑھ پر ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارتی یونین کی افواج نے قبضہ کر لیا تھا دوسرے دن علی الصبح عارضی حکومت کی "لوک سینا" کے آدمیوں اور اطراف کے گاؤں سے اکٹھے ہونے والے سینکڑوں دیہاتیوں نے کتیانہ پر حملے کا آغاز کیا۔

شہر میں جگہ جگہ زبردست مقابلہ ہوا۔ کیپٹن غوث محمد کی زیر قیادت انفنٹری کے چھوٹے دستے نے گھنٹوں مقابلہ کیا۔ [۱۰۶]

بعض مقامات پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ جمعیت المسلمین کی کتیانہ شاخ کے صدر قاضی تاج الدین حسین میاں، پولیس فوجدار ہاشم خاں کھوکھر اور کچھ دیگر

رتو بھائی کوٹھاری نے اپنی کتاب "جوناگڑھ کی لوک کرانتی" میں کتیانہ پر حملہ کی تاریخ ۹ نومبر ۱۹۴۷ء تحریر کی ہے۔ موگٹ لال بارپکھ نے بھی اپنی کتاب "جوناگڑھ تیرا آگ کا سفر" میں اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں بھارتی مورخین نے کتیانہ یا کسی اور مقام پر لوٹ مار کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ دوسری جانب جناب مانڈویا اور جناب عمر فاضل فاروقی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کتیانہ پر حملے اور لوٹ مار کے واقعات ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو رونما ہوئے تھے۔ کراچی میں رہائش پذیر کتیانہ کے تمام افراد بھی ۱۰ نومبر کی ہی تصدیق کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی مورخین نے یہ بتانے کے لئے کہ کتیانہ پر حملہ، جوناگڑھ کی خودسپردگی سے قبل کیا گیا تھا۔ ان واقعات کی تاریخ ایک روز قبل کی تحریر کی ہے۔

[۱۰۶] جمیل زبیری صفحہ ۱۰۷

افراد ہلاک ہوئے بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا گیا [۷]

کوکر برادری کے بزرگ نتھو کھوکھر کو ان کے اپنے کھیت میں قتل کر دیا گیا۔
اس کے فوراً بعد کیتانہ میں خون آلود لوٹ مار کا آغاز ہوا۔

کیتانہ کی پہلی لوٹ

۱۳ نومبر کو کیتانہ میں مقابلہ ختم ہوتے ہی میمن اور دیگر مسلم رہنماؤں، کارکنوں اور سرکردہ شہریوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔ کیتانہ کے عوامی رہنماؤں کو بے تحاشا مارا پیٹا گیا۔ ان میں بہت اسلیمی کی کیتانہ شاخ کے اعزازی سیکریٹری حاجی عبدالحی عثمان بھائی، انجمن اسلام کے اعزازی سیکریٹری جناب نور محمد گگا، پردیسی مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے صدر جناب محمد حسین پردیسی وغیرہ شامل تھے۔ کیتانہ کے متعدد اداروں اور فلاحی سرگرمیوں سے وابستہ جناب عمر فاضل فاروقی کا مکان بوسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ چاروں اطراف سے اونچے مکانات میں گھرا ہونے کی وجہ سے جناب عمر فاضل فاروقی پر کسی کی نظر نہ پڑ سکی۔

رہنماؤں اور کارکنوں کی اجتماعی گرفتاری کے ذریعے لوگوں کے حوصلے پست کرنے کے بعد لوٹ مار کا آغاز کر دیا گیا۔

کیتانہ کی لوٹ کے واقعات کی بیشتر تفصیلات کیتانہ میمن ایسوسی ایشن کے دس سالہ جشن کے مجلہ میں شائع شدہ مضمون "کیتانہ کی خون آلود لوٹ" میں سے لی گئی ہیں جناب عمر فاضل فاروقی نے اپنے کتابچے "خون آلود لوٹ" میں یہی سب تفصیلات بیان کی ہیں۔ دیگر تفصیلات کے حوالے مناسب جگہ پر دیئے گئے ہیں۔

[۷] لوک کراچی صفحہ ۵۰ تا ۵۲

"کیتانہ نا لوہیا ڑ لوٹ" (کیتانہ کی خون آلود لوٹ)، کیتانہ میمن ایسوسی ایشن کا دس سالہ خصوصی مجلہ صفحہ ۹۴

اس لوٹ مار میں عارضی حکومت کے رضاکاروں کے علاوہ اطراف کے گاؤں کے نچلی ذات کے سینکڑوں ہندوؤں نے جس میں کافی تعداد میں عورتیں شامل تھیں حصہ لیا۔ سب سے پہلے ایک گروہ نے شہر کے بازار کو لوٹنا شروع کیا۔ دکانوں کو لوٹنے کے بعد انہیں نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ دوسرے گروہ کے لوگ ہاتھوں میں لاٹھیاں کلہاڑیاں اور چھرے لے کر تلاشی کے بہانے مکانات کے دروازے کھلوا کر اندر گھس جاتے اور سب سے پہلے تجوریوں اور بکسوں کی چابیوں کے گچھے مانگتے۔ بہت سے مکانات میں وہ دھمکیاں دیتے، مار پیٹ کرتے اور اسلحہ سے گھر والوں کو زخمی بھی کرتے۔ اس طرح کافی تعداد میں عورتیں اور بچے زخمی ہوئے تھے اس لوٹ مار میں چار آدمی ہلاک ہوئے جس میں ایک عورت اور ایک بچہ بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ متعدد افراد زخمی ہوئے تھے۔ گھر کی قیمتی اشیاء لوٹنے کے بعد مردوں کو اٹھا لیا جاتا تھا ایک بھارتی مورخ کے مطابق ان ۲۴ گھنٹوں کے دوران تقریباً ایک ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا تھا [۸]

دوسرے لوگ یہ تعداد ڈیڑھ سے دو ہزار تک بتاتے ہیں۔ کیتانہ کے تمام میمن اور دیگر مسلم ادارے، تعلیمی ادارے، فلاحی انجمنوں کے دفاتر اور مساجد میں بھی لوٹ مار اور توڑ پھوڑ کی گئی، اداروں کا تمام ریکارڈ جلا دیا گیا۔ تمام اداروں میں آویزاں قائد اعظم کی تصاویر کی بے حرمتی کی گئی۔

دوسرے روز یعنی ہجری سال کے پہلے دن لوک سینا نے ایک عدالت تشکیل دی۔ تمام قیدیوں کو اس عدالت میں پیش کیا گیا۔ اور چالیس (۴۰) کے سوا تمام افراد کو رہا کر دیا گیا۔ [۹]

---

[۸] لوک کراچی صفحہ ۵۴ تا ۵۵

[۹] لوک کراچی صفحہ ۵۶

مزید دو لاکھ روپے کا مطالبہ

دو چار روز بعد بھارتی یونین کے فوجی دستوں نے عارضی حکومت سے کیانہ کا انتظام سنبھال لیا۔ بھارتی حکومت نے کیانہ کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ڈولر رائے اور پولیس کے سربراہ کے دولت سنگھ کا تقرر کیا اس کے دو تین روز بعد شہر کے مشہور ڈاکٹر نانا وتی (NANAVATI) نے تمام مسلم رہنماؤں کو مسجد کے چوک میں اکٹھا کیا۔

ڈاکٹر نانا وتی نے ان کو کہا کہ شہر کے نئے حکام ڈولر رائے اور دولت سنگھ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس لوٹ مار میں ہمارے حصے میں کچھ نہیں آیا۔ سارا مال دوسرے ہی آدمی ہضم کر گئے ہیں اس لئے اب آپ ہمیں دو لاکھ روپے جمع کر کے دیں۔ ساتھ ہی ڈاکٹر نانا وتی نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر دو دن کے اندر مطلوبہ رقم جمع کر کے نہ دی گئی تو شہر میں پھر لوٹ مار برپا کی جائے گی اور رہنماؤں کو اسلحہ رکھنے کے جرم میں پھانسی کی سزا تک دو (۲) لاکھ روپے جمع کر کے انہیں دے دیئے اس رقم کو ڈولر رائے، دولت سنگھ اور نانا وتی نے آپس میں بانٹ لیا۔

اس واقعہ کے تین یا چار ہفتوں کے بعد شامڑداس گاندھی کو کیانہ کے نئے حکام نے مدعو کیا۔ مقامی حکام نے ان کو پرس (تھیلی) دینے کے لئے میمنوں سے پھر تیس ہزار روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔ مدرسہ اسلامیہ کے گراؤنڈ میں شامڑداس گاندھی کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور کیانہ کے شہریوں کی جانب سے ان کو اکیس ہزار کی تھیلی دی گئی۔

کیانہ میں ۱۰ نومبر کی لوٹ مار کے فوراً بعد میمنوں کے اکا دکا خاندانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لیکن بعد میں حالات کے مجموعی طور پر معمول پہ آنے سے ہجرت کا سلسلہ رک گیا تھا کیانہ پر قبضہ کرنے والی سکھ رجمنٹ واپس

چلی گئی تھی اور ان کی جگہ گوالیار کے راجپوت سپاہیوں کے ایک دستے نے سنبھال لی تھی یہ سپاہی کسی قسم کی بد امنی نہیں ہونے دیتے تھے۔ کیانہ کے مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہونے لگا تھا کہ اب شہر میں کسی قسم کی مزید لوٹ مار نہیں ہوگی۔

کیانہ میں دوسری لوٹ

لیکن اسی دوران کیانہ میں دوبارہ لوٹ مار کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ اس میں زیادہ تر کیانہ شہر کے اور اس کے اطراف کے گاؤں کے وہ ہندو شامل تھے، جو پہلی لوٹ مار میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کی نصف شب کے بعد مسجد چوک میں تین راجپوت سپاہیوں کو قتل کر دیا اور یہ شور مچایا کہ یہ قتل مسلمانوں نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہر میں پہلے ہی سے اکٹھے ہونے والے لٹیرے اور پولیس کے آدمی متعدد محلوں پر لوٹ پڑے۔

اس بار لوٹ مار کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ شاید ہی کسی مسلمان کا مکان اس لوٹ مار سے بچ سکا ہو۔ اس لوٹ مار میں رہی سہی قیمتی اشیاء کے علاوہ فرنیچر اور روزمرہ استعمال کی اشیاء بھی لوٹ لی گئیں۔ بچوں کے پالنے، لوہے کے چولہے، چارپائیاں یہاں تک کہ باورچی خانے کے چھوٹے بڑے ڈبے بھی اس لوٹ مار سے نہ بچ سکے۔

یہ لوٹ مار بھی پہلی لوٹ مار کی طرح شام تک متواتر جاری رہی۔ کولمبو سے اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے آئے ہوئے ایک تاجر عبداللطیف فقیر محمد بگڑیا اور ان کے لڑکے احمد کو چھرے گھونپ کر ہلاک کر دیا گیا۔

رات ہوتے ہی حکام نے کرفیو نافذ کر دیا جو صرف مسلمانوں کے لئے تھا اور کرفیو بغیر کسی وقفے کے مسلسل تین دن اور تین رات جاری رہا جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان خاندان فاقہ کشی کا شکار ہوئے۔

اس دوسری لوٹ کے بعد کتیانہ کے میمنوں اور دیگر مسلمانوں کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس معاشی وسائل تو کجا روزمرہ استعمال کی اشیاء تک نہ تھیں۔ ان کے پاس اب صرف ہجرت کا واحد راستہ باقی رہ گیا تھا۔ چند میمن رہنماؤں نے پڑوسی ریاست پوربندر جاکر وہاں کے حکمران رانا نٹور سنگھ جی (RANA NATVAR SINGHJI) سے رابطہ قائم کیا۔ رانا نے کتیانہ کے مسلمانوں کو ہجرت کے دوران پوربندر میں پناہ دینے پہ آمادگی ظاہر کی۔

کتیانہ کے مسلمانوں کے پاس اب اپنے ساتھ لے جانے کے لئے بہت کم اشیاء بچی تھیں۔ وہاں لوگ کپڑوں کے دو تین جوڑوں اور چند ایسی ہی اشیاء کے ساتھ کتیانہ کے بس اسٹینڈ تک پہنچے۔ یہ جاننے کے بعد کہ رانا نے انہیں پناہ دی ہے کتیانہ چھوڑتے وقت کسی نے انہیں پریشان نہیں کیا۔

اس وقت کتیانہ میں میمن برادری کے دس سے بارہ ہزار افراد رہتے تھے وہ سب کے سب ہجرت کر گئے دیگر مسلمانوں کی تعداد کا بیشتر حصہ بھی ان کے ساتھ ہجرت میں شامل ہوگیا۔ بعد میں کتیانہ میں دوسری قومیں آباد ہوئیں لیکن اس کی سابقہ رونق صرف ماضی کی یاد بن کر رہ گئی۔

بانٹوا، کتیانہ کی لوٹ مار کا گجراتی ناول میں تذکرہ

بانٹوا اور کتیانہ کی لوٹ مار کے بارے میں مورخین چپ ہیں۔ میمن کے ایک حلقے کے سوا باقی تمام مورخین نے کسی قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ لیکن ان واقعات کے دو سال بعد شائع ہونے والے گجراتی زبان کے ایک سماجی ناول میں ان واقعات کا کچھ تذکرہ ملتا ہے۔

گجراتی کے معروف ادیب چونی لال وردھمان شاہ (CHUNI LAL VARDHAMAN SHAH) نے کاٹھیاواڑ کے [illegible]

سیاسی ماحول پر مبنی ایک سماجی ناول "وشنو چکر" (VISHANU CHAKRA) یعنی "زہریلا چکر" کے نام سے لکھا۔ اس میں بہت سے تاریخی واقعات کے علاوہ کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار کی بھی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہ شاید پہلی اور واحد گجراتی کتاب ہے جس میں اس لوٹ مار کا اقرار کیا گیا ہے اس لوٹ مار کا ذکر مذکورہ کتاب میں حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"کتیانہ کے مضبوط قلعو کو سر کرنے کے بعد (عارضی حکومت کے) رضاکار فتح کی خوشیاں منانے لگے۔ انہوں نے مکانات میں داخل ہوکر ریوالور، تلواریں اور خنجر وغیرہ ضبط کر لئے، جن مکانات میں اسلحہ ہونے کا شبہ ہوتا ان کو کھولنے پر انکار پر زبردستی تالے توڑ کر اندر داخل ہو جاتے۔ ایسی تلاش کے دوران زیادتی ہونا ناگزیر تھا......

" امیر اور متوسط درجے کے مکانات تلاشی کی زد میں آجاتے۔ رضاکاروں کے دستے "جے ہند" کے نعرے لگاکر دروازے کھلواتے یا ان کو توڑ کر اندر داخل ہو جاتے، وہ لوگ تلاشی کے نام پہ پیٹیاں، پٹارے، الماریاں توڑ دیتے اور جن کو لوٹ مار کہا جا سکے ایسے واقعات رونما ہونے لگے۔ پولیس والے یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ان واقعات سے چشم پوشی کرنے لگے۔

خوفزدہ لوگ پوشیدہ دولت برآمد کرتے اور جان بچانے کے لئے بذات خود ان کو یہ دولت دے دیتے۔ کبھی کبھی مار پیٹ اور جسمانی ایذا رسانی کے واقعات بھی ہونے لگے۔ کتیانہ کے اطراف کے دیہاتی علاقے کے کسان بڑی تعداد میں ان میں شامل تھے جو لاٹھی یا درانتی ہاتھ میں لے کر بطور رضاکار بھرتی ہو جاتے تھے۔ زیادہ متاثر شدہ کے واقعات ابھی دیہاتیوں کے ہاتھوں ہونے لگے۔ دہقانوں کو لوٹنے کا [illegible] غریب زیادہ غریب ہو گئے امیروں کو بھی لوٹا گیا لیکن [illegible] نے فرار ہونا پسند نہیں کیا تھا۔"

۱۷ چونی لال وردھمان شاہ: "وشنو چکر" صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶

دوسرے روز پانچ سو دیہاتیوں کو لوٹے ہوئے مال کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اپنے دفاع میں کہا کہ ہم نے یہ مال لوٹا نہیں بلکہ گھر والوں نے بذات خود ہمیں دیا ہے۔ ان سب کو بذریعہ اسپیشل ٹرین راجکوٹ کی جیل میں بھیج دیا گیا۔ ملا

کچھ روز بعد راجکوٹ میں کتیانہ سے ٹیلی گرام آیا کہ وہاں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لئے مقرر کئے گئے پولیس دستے کے پانچ افراد کو مسلمانوں نے [illegible] میں ہلاک کر دیا ہے۔ اس ٹیلی گرام کے موصول ہونے پر یہ محسوس ہونے لگا کہ کتیانہ کے مسلمانوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اس وجہ سے راجکوٹ سے ایک بڑا پولیس دستہ کتیانہ روانہ کر دیا گیا۔

"پولیس کے آدمیوں کو اطراف کے گاؤں کے رہنے والے مسلمانوں نے [illegible] قتل کر دیا تھا۔ مشکوک افراد کی گرفتاریاں ہونے لگیں۔ تب ہی اطراف کے گاؤں کے [illegible] لوگ مسلمانوں پر اچانک مشتعل ہو گئے اور ان کے [illegible] بڑے گروہوں نے کتیانہ کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔

"قصور وار مسلمانوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ دونوں شہروں بانٹوا اور کتیانہ پر حملے کی غرض سے پیش قدمی کرنے والے دیہاتیوں کو روکنے کی غرض سے بھی پولیس [illegible] راجکوٹ سے مزید پولیس کمک طلب کر لی گئی۔

"ہزاروں دیہاتیوں کو [illegible] ان دونوں دولت مند شمار کئے جانے والے شہروں کو لوٹ لینے کا موقع آ گیا۔ چند روز قبل عارضی حکومت کی سواری کے موقع پر [illegible] ثابت [illegible] وہ جیل میں گئے تھے۔ پھر [illegible] اپنے گھروں کو واپس آ گئے تھے اور [illegible] ملنے والی چیزیں ان کے گھروں کو پہنچ چکی تھیں۔ وہ لوگ [illegible]

ملا — [illegible] صفحہ ١٣٤ تا ١٣٥

کے اور اس [illegible] سے محروم رہ جانے والے لوگ [illegible] لوگوں سے دیکھتے رہتے تھے اور ان کے دلوں میں [illegible] پیدا ہونے لگی۔ [illegible] اور ہم [illegible] انہیں [illegible] آتا تو اس میں [illegible] پوشیدہ نظر آنے لگتا۔ [illegible] ایسا [illegible] تو [illegible] لوٹ مار کی راہ میں نکل پڑے۔

"دونوں گاؤں، کتیانہ اور [illegible] میں [illegible] لوٹ مار [illegible] اور ایسے [illegible] واقعات رونما ہونے کہ جن کو روکنے میں پولیس [illegible] بھی ناکام رہی۔ [illegible] دیہاتی [illegible]

"[illegible] یہ سب [illegible] کو [illegible] کرنے لگے [illegible] نظر آ رہے تھے۔ [illegible] پولیس کو دیہاتیوں پر [illegible] استعمال کرنا پڑا اور فائرنگ کی گئی۔

"سادے اور قیمتی کپڑے، [illegible] اور [illegible] کی اشیاء [illegible] دونوں شہروں کے [illegible] کی [illegible] سے [illegible] ان کو [illegible] ایسی اشیاء کو [illegible] کرنے والے افراد بھی اطراف کے گاؤں سے وہاں آ جاتے تھے۔

"لوٹنے والے لوٹ گئے اور لُٹنے والے جو کچھ باقی بچا تھا، اس پر [illegible] آنسو بہا کر خاموش ہو گئے۔ پولیس نے [illegible] اپنے اعلیٰ افسران کو بھیج کر اپنا فرض پورا کیا۔ اخبارات [illegible]

[illegible]

میمنوں کی ہجرت کے بعد بانٹوا کی بدحالی

[illegible]

اس کے کچھ سال بعد بانٹوا کی کیا حالت ہو گئی ہو [illegible]

[illegible]

۱۲۸ "[illegible]" صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۲

۱۲۹ "[illegible] بانٹوا کی ڈائرکٹری" صفحہ ۵۲ تا ۵۵

[illegible]

مزید تفصیلات

[illegible] میں کتیانہ سے ہجرت کرکے یہاں کراچی آنے والے ایک باشندے نے [illegible] میں کاٹھیاواڑ کے مختصر دورے کے دوران بانٹوا کی کیا حالت دیکھی؟

"بانٹوا میں ماضی کے شاندار اور دلکش علاقے ٹوٹ پھوٹ کر بالکل ویران پڑے ہیں۔ حسین کاسم دادا، حاجی حبیب، حاجی بابا پیر محمد، حاجی آدم پیر محمد، جناب احمد داؤد وغیرہ کے عالیشان محلات نما بنگلے کے بجائے [illegible] صرف کھنڈرات رہ گئے ہیں۔

۱۳۰ بانٹوا کی ڈائرکٹری صفحہ ۵۶ تا ۵۷

بانٹوا میں لوٹ مار کے وقت متعدد امیروں کی رہائش گاہوں کے فرش کے ٹائلز بھی اس خیال سے اکھیڑ دیے گئے تھے کہ ان کے نیچے سونا چاندی چھپا ہوا ہوگا۔ بانٹوا میں جتنی بھی پرانی رہائش گاہیں تھیں وہ سب ٹوٹ پھوٹ کر معدوم اور غائب ہو رہی ہیں ماضی میں شہر کے بازار میں اتنی بھیڑ تھی کہ ایک دوسرے کے کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ وہ اب کباڑی بازار سے بھی زیادہ ویران معلوم ہوتا ہے۔

" اس وقت بانٹوا میں صرف ڈیڑھ سو مسلمان رہتے ہیں۔ میمنوں کے بمشکل تین چار خاندان ہیں۔ سابقہ ۱۹ مساجد میں سے اب صرف جامع مسجد میں نماز ہوتی ہے۔ عام دنوں میں صرف دو چار اور نماز جمعہ میں دس پندرہ آدمی جمع ہوتے ہیں عید کی نماز ہوتی ہی نہیں ہے اس کے لئے قریبی شہر مانا ودر جانا پڑتا ہے۔

" دیگر مساجد میں سے سیٹھ احمد تلی کی تعمیر کرائی گئی "تلی والی مسجد" بالکل غائب ہوگئی ہے دیگر دو چار مساجد شہید کر دی گئی ہیں۔ باقی ماندہ مساجد بند اور ویران پڑی ہیں۔ حاجی حبیب، حاجی پیر محمد کا تعمیر کرایا گیا اسپتال جس کا افتتاح ۱۹۴۰ء میں قائداعظم نے کیا تھا۔ اس کے آدھے حصے میں بانٹوا انجمن کے دفتر میں مندر قائم کر دیئے گئے ہیں۔ بخاری پیر کی درگاہ سلامت ہے لیکن اس کے ارد گرد کے پورے قبرستان کو ہموار کر کے وہاں بس اڈا بنا دیا گیا ہے" [۱۵]

میمنوں کی ہجرت کے بعد کتیانہ کی بدحالی

میمنوں کی اجتماعی ہجرت کے بعد کتیانہ شہر کا انجام بھی بانٹوا جیسا ہی ہوا۔

(۱۵) عبداللہ درویش "روزی کا سفرنامہ" روزنامہ وطن ۸ نومبر ۱۹۷۶ء
۱۵ " "
۲۹ " "
۱۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

کتیانہ ایک سابق باشندے کو ۱۹۷۶ء میں شہر کیسا نظر آیا؟

" جہاں بڑی بڑی عمارات کھڑی تھیں۔ اور ہر وقت آدمیوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی وہاں اس وقت کتے اڑ رہے تھے۔ تمام عمارتیں غائب ہو چکی تھیں۔ دور دور تک سب کچھ سپاٹ میدان کی طرح پڑا تھا۔ بہت ساری چھوٹی چھوٹی گلیاں ویران میدانوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ جو مکانات کھڑے تھے۔ وہ بالکل بوسیدہ نظر آتے تھے۔ مگر سیٹھ حاجی ستار ڈھیڈی اور حاجی کریم ڈھیڈی کے بنگلوں کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ ستار سیٹھ کی شاندار رہائش گاہ کو جیسے پریاں اٹھا کر اپنے ملک لے گئی ہوں اور اس کے جائے وقوع پر صرف ایک خالی ہموار میدان نظر آرہا تھا۔ صرف بڑے گیٹ کے قریب کچھ کھنڈرات ابھی تک کھڑے تھے۔ اس میں کوئی سرکاری دفتر قائم تھا کریم سیٹھ کے "حاجی محل" کی شاندار عمارت بھی پوری غائب ہو گئی ہے اور اس کی جگہ بس کا اڈا ہے۔

" بانٹوا کی طرح کتیانہ کے بھی مکانات کے لوہے، لکڑی، پتھر اور ملبہ طویل عرصہ تک فروخت ہوتے رہے۔ اس میں سے زیادہ تر اشیاء راناواؤ، جوناگڑھ اور دھوراجی پہنچی تھیں۔ جبکہ بڑے بڑے شہتیر، ثابت وسالم، دروازے "اوپلیٹا" میں پہنچے تھے۔

" اس وقت کتیانہ میں صرف ۱۰۰ مسلم خاندان آباد ہیں جس میں زیادہ تر خاندان کھوکھر برادری کے ہیں۔ میمنوں کے بمشکل تین یا چار خاندان ہیں" [۱۶]

کتیانہ کی لوٹ مار کے ۲۵ سال بعد وہاں کے مختصر دورے پر جانے والے ایک ماہی رضا مزید تفصیلات بتاتے ہیں۔

(۱۶) "روزی کا سفرنامہ" روزنامہ وطن ۲۳ اگست ۱۹۷۶ء
۳۰ " اگست ۱۹۷۶ء
۲۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء

کتیانہ کی کئی مساجد ایسی ہیں جو بند کر دی گئی ہیں۔ ان کی حالت
خستہ ہو گئی ہے۔ جامع مسجد پچیس سال پہلے تک مسلمانوں کے چند حضرات کے تعاون
سے دوبارہ کھولی اور استعمال بنا دی گئی ہے۔ اس سے ملحق دکانوں پر ہندوؤں کا قبضہ
ہے۔ حکومت ان سے کرایہ لیتی ہے لیکن مسجد کو کوئی امداد نہیں دیتی۔ قبرستان کی تمام
قبروں کا برا حال ہے۔ ان کے درمیان واقع مزارات بوسیدہ حالت میں ہیں۔ قبرستان
سے جو باقی درگاہوں کی حالت اچھی ہے۔ مزکین لوٹنے کا ریکارڈ، فرنیچر اور ملکیت
کو لوٹ مار کے وقت تباہ کر دیا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمارتیں مختلف کاموں کے
لئے استعمال ہوتی ہیں۔ میمن جماعت خانے کی وسیع عمارت کو جانوروں کے گھاس
چارے اور دیگر اشیاء کے گودام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ؎۱

؎۱ ڈاکٹر فاضل فاروقی "۲۵ سال بعد" صفحہ ۷۲ تا ۷۸

دیگر واقعات

مانڈویا کی گرفتاری

جس وقت کتیانہ پر عارضی حکومت نے قبضہ کیا اس وقت نو افراد کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ ان میں سے قاضی تاج الدین، ہاشم ٹھوکر وغیرہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس فہرست میں نمایاں نام "مجاہد" کے مدیر مانڈویا کا بھی تھا۔ عارضی حکومت کے سپاہی ان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ان مشکل حالات میں حاجی موتی بھوجانے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مانڈویا کو ایسی جگہ چھپا رکھا کہ تین دن تک کسی کو ان کا پتہ نہ چل سکا۔ بعد میں جب انہیں گرفتار کر لیا گیا، اس وقت بھارتی حکومت کی جانب سے ڈوارلائے نے عارضی حکومت سے کتیانہ کا انتظام سنبھال لیا تھا اور خونریزی بند ہو چکی تھی۔

مانڈویا کا مکان پہلے ہی روز لوٹ لیا گیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان کے "اقبال پریس" کی بھی باقاعدہ ہولی جلائی گئی۔ مقامی ہندو رہنماؤں نے فرداً فرداً آکر پریس پر پیٹرول کا چھڑکاؤ کیا اور پوسٹ ماسٹر نے ماچس سے آگ جلائی ؎۱

؎۱ جیل ورتی صفحہ ۱۰۸

اس ہولی میں دیگر اشیاء کے علاوہ مانڈویا کی اس وقت تک کی شاندار ادبی کارکردگی کا بیشتر ریکارڈ بھی جل کر خاک ہو گیا۔

لیکن ابھی مانڈویا کی مشکلات کا خاتمہ نہیں تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد انہیں جوناگڑھ کی جیل میں بند کر دیا گیا۔ ڈھائی تین ماہ تک باہر کے لوگوں کو یہ علم نہ ہو سکا کہ مانڈویا کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟

مسلم ملکیت کے حامل گجراتی جریدے ان کی خیریت کے بارے میں تشویش کا اظہار کرنے لگے[2]

ان پر مقدمہ چلایا گیا اور طویل قید کی سزا سنائی گئی۔ اس دوران کراچی کے گجراتی روزنامہ "وطن" کے مدیر جناب عثمان طیب "شبنم" اور جناب اے ڈی کریم نے مانڈویا کی رہائی کے لئے جدوجہد شروع کی۔ جناب رفیق میدانی کے گجراتی جریدے "آواز" نے بھی اس جدوجہد میں بھرپور ساتھ دیا۔ سندھ کے وزیر اطلاعات پیر علی محمد راشدی کی معرفت بھارت کے متعلقہ حکام سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اس تمام جدوجہد کے نتیجے میں مانڈویا تین سال کی قید بھگتنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں رہا ہوئے۔

لیکن قید و بند کے آخری مہینوں کے دوران مانڈویا کو متعدد کاری صدمات جھیلنے پڑے، سب سے پہلے اُن کی بہن اس کے بعد والد، پھر اُن کا بیٹا اور آخر میں ان کی رہائی سے صرف چھ روز قبل ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا[3]

رہائی کے بعد مانڈویا نہایت خستہ حالت میں کراچی پہنچے۔ اس وقت ان کی کفالت کے لئے خصوصاً جناب عمر فاضل فاروقی کی کوشش سے کتیانہ کی میمن برادری سے ۱۰۰۰ روپے کی رقم اکٹھی کی گئی اور میٹھادر میں واقع غنی ماسٹر کے اسکول میں جناب محمد ولی محمد جیٹوی کی زیر صدارت ایک چھوٹی سی تقریب منعقد کرکے مانڈویا کو وہ رقم

[2] مسلم گجرات ۳ جنوری ۱۹۴۹ء

[3] جیل ورتی صفحہ ۱۶۷ تا ۱۷۱

پرس کی رقم صورت میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مانڈویا کا ایک پرنٹر، مدیر اور ادیب کی حیثیت سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

ابراہانی کی ثابت قدمی

پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کے الحاق میں نمایاں کردار ادا کرنے والے جناب اسمٰعیل ابراہانی کو بھی جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کئی بار توہین آمیز سلوک کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود ابراہانی پہلے ہی کی طرح پاکستان کے زبردست حامی تھے۔

دسمبر ۱۹۴۷ء میں شام داس گاندھی جوناگڑھ کی جیل کے دورے کے لئے آئے تب انہوں نے ابراہانی کی کوٹھری پر جاکر طنزاً کہا "کیوں ابراہانی پاکستان یاد آتا ہے؟ جانا ہے پاکستان؟"

ابراہانی فوراً جواب دیا "کون کہتا ہے یہ پاکستان نہیں ہے؟ جوناگڑھ قانونی طور پر پاکستان کے ساتھ شامل ہے۔ آج اور اس وقت بھی یہ پاکستان ہی ہے جان لینا کہ اس جسم میں جان ہے تب تک ابراہانی جوناگڑھ کا پاکستان ہرگز چھوڑنے والا نہیں[4]

ابراہانی کو دو سال بعد رہا کر دیا گیا لیکن انہوں نے جوناگڑھ نہیں چھوڑا۔ ان کے لئے جوناگڑھ ہمیشہ کے لئے پاکستان بن چکا تھا۔

ریاست جوناگڑھ پر بھارت کا قبضہ ہونے کے بعد ریاست کے دیگر متعدد سرکردہ مسلمان رہنماؤں، انتظامیہ پولیس افسران وغیرہ کو جوناگڑھ جیل میں قید کر دیا گیا تھا[5]

عارضی حکومت کی ناکہ بندی کے دوران ریاست کے باہر سے لائے جانے والے مسلم روزنامے اور جرائد "وطن"، "مسلم ٹائمز"، "مسلم گجرات"، "دین" وغیرہ کی

[4] جیل ورتی صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰

[5] " " " ۲۰۱

کیونکہ اس ریاست کی سرحد پر غیر قانونی طور پر ضبط کر لی جاتی تھیں۔ ملا حکوٹ کے کرپٹ حکام نے بھارتی قبضے کے بعد ان اخبارات و جرائد پر ایک فرمان کے ذریعے قانونی پابندی عائد کر دی۔

ویراول میں کشیدگی

ریاست جوناگڑھ میں ویراول، قیام پاکستان کی جدوجہد کا ایک اہم مرکز تھا۔ جہاں قائد اعظم کا یوم پیدائش اور مسلم لیگ کے اعلان شدہ مختلف ایام جوش و خروش سے منائے جاتے تھے۔ شہر کے چوک میں پاکستان کا نقشہ بھی بنایا گیا تھا۔

جوناگڑھ پر عارضی حکومت کی چڑھائی سے قبل راجستھان کے الور (ALWAR) بھرت پور اور دیگر ریاستوں کے ہزاروں خستہ حال مسلمان مہاجر پورے شمالی گجرات اور کاٹھیاواڑ کو عبور کر کے ویراول پہنچے تھے چونکہ اس وقت جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کر چکا تھا۔ ان مہاجرین کو میمن جماعت خانہ، پٹنی جماعت خانہ اور دیگر مقامات پر پناہ دی گئی تھی۔ ان کو خوراک اور دیگر سہولیات میمنوں اور دیگر مسلمانوں کی جانب سے فراہم کی گئی تھیں۔ اور مناسب مالی امداد دے کر انہیں بذریعہ چھوٹے بحری جہاز کراچی بھیج دیا جاتا تھا۔ جوناگڑھ پر حکومت بھارت کا قبضہ ہونے تک ویراول سے کراچی تک کی یہ کاروائی جاری رہی۔

جوناگڑھ پر قبضے کے اگلے روز یعنی ۱۰ نومبر کو بھارتی فوج نے ویراول کا قبضہ سنبھال لیا۔ ۱۳ نومبر کو شامڑداس گاندھی، سردار پٹیل اور جام صاحب سومناتھ کے درشن کرنے آئے۔ اس وقت ویراول کے تمام مسلم رہنماؤں کو ابراہیم دکیل کے دفتر میں اور پربھاس پاٹن کے مسلم رہنماؤں کو "ادریس شاہ" کے کمپاؤنڈ میں بند کر دیا گیا۔

بحوالہ مسلم گجرات ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء

سومناتھ کے مندر کی خستہ حالی دیکھ کر سردار پٹیل نے اسے حکومت بھارت کی جانب سے بہت جلد از سر نو تعمیر کرانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس کام کی ابتداء کے لئے جام صاحب نے اپنی طرف سے ایک لاکھ روپے اور شامڑداس گاندھی نے عوام کی طرف سے پچاس ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان کیا۔

ریاست جوناگڑھ پر بھارتی حکومت کے قبضے کے بعد ویراول میں کافی کشیدگی پھیل گئی۔ ایک روز مسلمانوں کی چار پانچ دکانیں لوٹ لی گئیں۔ اس ماحول سے خوفزدہ ہو کر وہاں کی میمن برادری کے آدھے سے زیادہ لوگ اور دیگر ہزاروں مسلمان پاکستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ نئی انتظامیہ نے ویراول سے خصوصاً کراچی کی سروس بند کر دی اس کے باوجود بھی ویراول سے مسلمانوں کی ہجرت پُرامن رہی۔ زیادہ تر مسلمان بذریعہ ٹرین اوکھا پھر دور دراز بمبئی پہنچتے تھے جہاں سے وہ بذریعہ جہاز کراچی پہنچ جاتے۔ ریاست جوناگڑھ کے بیشتر سیاسی کارکنوں نے ریاست بڑودہ کے قریبی علاقے امریلی (AMRELI) اور کوڈی نار (KORINAR) میں پناہ لی تھی۔ وہاں پر امریلی کے کانگریسی رہنما داجیبہ رتن جوسف ریوسف، ابراہیم موتی والا اور دیگر حضرات نے مہاجرین کی کافی مدد کی۔ مہاجرین کاٹھیاواڑ کے علاقے میں چھ ماہ قیام کرنے کے بعد کراچی پہنچ پائے۔ قاضی احمد میاں اختر اور دیگر چند کارکن کوڈی نار کے کنارے سے کچھ فاصلے پر واقع چھوٹے سے جزیرے "دیو" جو پرتگیزی علاقہ تھا وہاں پناہ گزین تھے۔ وہاں طویل عرصہ تک مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد وہ ایک لانچ کے ذریعے کراچی پہنچ گئے۔

مانگرول سے ہجرت

مانگرول میں بھارتی قبضہ کے بعد مسلم زمینداروں کی زمینیں ضبط کر لی گئیں اور سرکاری ملازمتوں سے مسلمانوں کو الگ کر دیا گیا۔ لہٰذا مسلمانوں کی اقتصادی حالت

بگڑنے لگی اور پاکستان کی طرف ان کی ہجرت شروع ہوئی ہوا یہ کہ نواب کے ساتھ اول
کے بیشتر مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے

ونتھلی کے امی جی

ونتھلی ریاست جوناگڑھ سے ۹ میل کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی آبادی پندرہ (۱۵) ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ اس میں سے نصف آبادی مسلمان تھی جن میں ڈھائی ہزار کے قریب تعداد میمنوں کی تھی۔

جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ شامل ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ونتھلی کے اوپر خطرے کے بادل چھانے لگے۔ اس وقت حاجی عثمان "آگ" نے شہر کی چوکیداری کے لئے دو سو رضاکاروں پر مشتمل ایک ہوم گارڈ تشکیل دی جس کے کمانڈر وہ خود تھے۔

کتیانہ پر قبضہ کے بعد لوک سینا کا ارادہ اب ونتھلی، ویراول وغیرہ کی جانب رخ کرنے کا تھا۔ لیکن اسی دوران ۹ نومبر کو حکومت بھارت نے ریاست کا نظم و نسق سنبھال لیا۔

ونتھلی کے ایک سرکردہ مسلم رہنما سیٹھ امی جی ولی جی پٹیل جو خلافت تحریک کے دور سے ہی ایک سرگرم کارکن سمجھے جاتے تھے، پاکستان کی تخلیق کے خلاف نہیں تھے لیکن پاکستان کے ساتھ الحاق جوناگڑھ کو حقائق کے خلاف اور ناقابل عمل سمجھتے تھے لیکن ان کے ان مخلصانہ خیالات کی کانگریسی اخبارات نے بہت نمایاں تشہیر کی۔

جوناگڑھ پر قبضہ کے بعد سردار پٹیل اور گاندھی جی ونتھلی آئے، اسی وقت انہوں نے جلسہ عام میں امی جی پٹیل کو پہلے تو ایک ... بلکہ انہیں ان الفاظ میں مبارکباد دی تھی "آپ سچے ہندوستانی ہیں" پاکستان کا ضبط شدہ اسلحہ بھی انہیں

واپس کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے مقامی ہندو امی جی پٹیل کو نئی انتظامیہ کا ایک بااثر رہنما شمار کرنے لگے تھے۔ شاید اسی وجہ سے ونتھلی میں مکمل امن و امان رہا تھا۔

اس کے دو تین ماہ بعد اس قسم کی اطلاع موصول ہوئی کہ ونتھلی کے اطراف میں آ کر بسنے والے ہندو پناہ گزینوں نے ونتھلی میں لوٹ مار کا منصوبہ بنایا ہے۔ اطلاع ملتے ہی کتیانہ کی لوٹ مار میں ملوث میر (MER) برادری کے بے شمار لوگ اپنے "خونی رشتے کے بھائی" امی جی پٹیل کے پاس پہنچ گئے اور ونتھلی کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کی پیشکش کی تھی۔

میر برادری اور امی جی پٹیل کی کہانی کافی دلچسپ ہے۔ روایت ہے کہ بہت عرصہ قبل "سانگھر جی" نام کے ایک ہندو فوجی کے میر ذات کے ایک شخص سے جوناگڑھ کا حاکم وقت کسی بات پر خفا ہو گیا وہ جوناگڑھ سے فرار ہو گیا۔ نواب کے فوجی دستے نے اس کا پیچھا کیا۔ راستے میں ونتھلی شہر آیا جس کے دروازے کے باہر ناگوری برادری کی چند باراتیں شہر سے اپنے استقبال کے لئے آنے والے لوگوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ انہوں نے سانگھر جی کو پناہ دی۔ اسی دوران جوناگڑھ کے سپاہی وہاں پہنچ گئے۔ دونوں میں تصادم ہوا جس کے نتیجے میں سانگھر جی کے علاوہ ناگوری برادری کے تمام دولہے اور متعدد باراتی مارے گئے۔ سانگھر جی کی کھانبی ونتھلی میں مارے جانے والے دولہوں باراتیوں کی یاد میں کھڑا کیا جانے والا لمبا پتھر، اور ناگوریوں کی قبریں آج بھی ونتھلی شہر کے دروازے کے نزدیک موجود ہیں۔ مسلمان ناگوریوں نے ہندو میر کی حفاظت کے لئے اپنا خون بہایا اس وجہ سے میر برادری کے لوگ آج تک مسلم ناگوریوں کو اپنے "خونی رشتے کے بھائی" سمجھتے ہیں اور ان کا بہت ادب و احترام کرتے ہیں۔

ونتھلی میں اس وقت راجندر سنگھ نامی ایک راجپوت فوجدار کا تقرر ہوا

تھا۔ وہ بہت فرض شناس اور قومی تعصب سے پاک شخص تھا۔ اس نے بھی دتھلی میں قومی امن برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے کسی بھی شرپسند عناصر کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ اسی وجہ سے اس کو قتل کرنے کی ناکام کوشش بھی کی گئی۔

اتفاقاً اسی دوران ایک محلے میں رہنے والے چند ہندو نوجوانوں نے ایک میمن پڑوسی کے مکان کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک شب وہ اُس پڑوسی کے مکان میں دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے لیکن اسی دوران وہاں خوابیدہ سلیمان نامی ایک جوان کی آنکھ کھل گئی اور اس نے لٹیروں کو پہچان لیا چنانچہ لٹیرے اُسے قتل کر کے فرار ہو گئے۔

دتھلی سے چند میل دور واقع راترا نامی گاؤں میں صرف ایک ہی مسلم خاندان رہتا تھا۔ اس خاندان کے دو جوان بھائیوں ہاشم کارا اور غفار کارا گھانچی کو ان کے اپنے کھیت میں اسی گاؤں کے چند ہندوؤں نے ہلاک کر ڈالا۔

ان کی لاشیں پوسٹ مارٹم اور کفن دفن کے لئے دتھلی لائی گئیں۔ مسلمان پہلے ہی سے کاٹھیاواڑ کے حالات کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس دوران ان دونوں واقعات نے ان کو مزید خوفزدہ کر دیا۔ اور وہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو زیادہ محفوظ سمجھنے لگے۔ ابھی تک صرف اکا دکا خاندانوں نے ہجرت کی تھی لیکن مذکورہ دونوں بھائیوں کی میتوں کو سپرد خاک کرنے کے چوبیس گھنٹے کے اندر میمنوں اور دیگر مسلمانوں کے بیسیوں خاندان اجتماعی ہجرت کر گئے اور اس کے بعد بھی یہ ہجرت جاری رہی۔

کیشود میں فائرنگ

کیشود گاؤں سے تیس میل کے فاصلے پر ریاست جوناگڑھ کا واحد ایئرپورٹ

واقع تھا۔ اس وجہ سے وہاں پر بھارتی افواج کے سپاہی بڑی تعداد میں تعینات کئے گئے تھے۔ ایک رات کیشود کے اطراف کے گاؤں کے میر، آہیر، رباری وغیرہ برادری کے لوگوں نے کیشود پر حملہ کر دیا۔ گڑ بازار اور بیچ چوک میں واقع مسلمانوں کی دکانیں لوٹ لیں۔ کسی مسلمان نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ہی کسی سپاہی نے انہیں روکا۔

وہ لوگ لوٹا ہوا مال لے کر اپنے گاؤں پہنچے تو دوسرے لوگ اس لوٹ مار میں شریک نہ ہونے کا افسوس کرنے لگے اور ان لوگوں پر مشتمل ایک بڑا گروہ دوبارہ لوٹ مار کرنے کے لئے کیشود کی جانب بڑھا۔ اتفاقاً پہلی لوٹ مار کے بعد چند مسلمان ایک مکان کی پہلی منزل پر موجودہ حالات کے بارے میں تبادلۂ خیال کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے لٹیروں کے ایک بڑے گروہ کو گاؤں کی جانب بڑھتا دیکھ کر زور سے "اللہ اکبر" کے نعرے لگائے۔

وہاں متعین بھارتی فوج کے سپاہی اللہ اکبر کے نعرے سُن کر یہ سمجھے کہ کیشود کی جانب بڑھنے والا گروہ مسلمانوں کا ہے اسی وجہ سے انہوں نے اندھیرے میں اس گروہ پر مشین گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ بہت سے افراد مارے گئے باقی فرار ہو گئے۔ فوج نے احتیاطاً کرفیو نافذ کر دیا جو مسلسل دو روز جاری رہا اس واقعہ کے بعد صبح کے وقت سپاہیوں نے ان لاشوں کو فوجی ٹرکوں میں بھر کر انہیں ٹھکانے لگا دیا۔

جوناگڑھ میں فساد

ریاست جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق سے پہلے، بعد میں اور ریاست پر بھارتی افواج کے قبضے کے بعد بھی مکمل امن و امان سا تھا۔ لیکن قبضے کے ایک ماہ بعد وہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ شہر کے "اُوپر کوٹ" کے قلعہ

کی جانب جانے والا ڈھلانی راستہ "ڈھال روڈ" کے نام سے مشہور ہے اُس وقت وہاں مسلمانوں کی کافی دکانیں آباد تھیں۔ کچھ ہندوؤں نے ان دکانوں کو لوٹنے کا منصوبہ تیار کیا۔ جس کی اطلاع ملتے ہی مسلمان دکاندار بھی مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء کے روز متعدد ہندوؤں نے ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں گھیر لیا۔ یہ تصادم بہت دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد بہت سے مسلمان انتقام کے خوف سے رات ہی میں جوناگڈھ چھوڑ گئے۔ اس واقعہ کے بعد جوناگڈھ شہر سے مسلمانوں کی اکا دکا ہجرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

یہ واحد واقعہ تھا کہ ریاست جوناگڈھ پر بھارتی افواج کے قبضے کے دوران پورے کاٹھیاواڑ میں مسلمانوں نے ہندوؤں کا براہ راست مقابلہ کیا ہو۔

راجکوٹ کے حالات

راجکوٹ شہر میں ۱۹۴۷ء میں گاندھی جی اور کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے میمن رہنماؤں میں ایک یادگار سیاسی مقابلہ ہو چکا تھا۔ جس کے دوران وہاں مکمل قومی امن وامان رہا تھا۔ وہی راجکوٹ شہر ۱۹۴۷ء میں وہاں عارضی حکومت کا صدر دفتر ہونے کے باوجود پُرسکون رہا تھا۔ صرف چند ہندو نوجوانوں کی شرارتیں ماحول میں کچھ کشیدگی کا باعث بنی تھیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر میمن رہنماؤں نے وہاں کے حاکم ٹھاکر پردیومن سنگھ (PRADUMAN SINGH) کو باقاعدہ عرضی کی کہ انہیں جوناگڈھ (پاکستان) جانے کی اجازت دی جائے اور اس کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ٹھاکر صاحب نے انہیں اطمینان دلایا کہ ہم آپ کی پوری حفاظت کریں گے۔ میمنوں نے دلیل پیش کی کہ ریاست میں تمام افسران اور پولیس والے ہندو ہیں۔ ایسی حالت میں کس وقت کہاں حالات بگڑ جائیں تو ہمارا کیا ہوگا؟ پھر بھی ٹھاکر صاحب اپنی مصالحتی کوششوں میں کامیاب رہے اور میمنوں نے جوناگڈھ

(پاکستان) جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن چند روز بعد ایک بزرگ کانگریسی رہنما نے ایک میمن رہنما کو مطلع کر دیا کہ کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے تمام رہنماؤں کو قتل کرنے کی سازش تیار ہو رہی ہے۔ اُسی شب راجکوٹ میمن بورڈنگ میں واقع کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے دفتر میں تمام رہنماؤں اور دیگر سرکردہ افراد کی ایک فوری میٹنگ ہوئی۔ اور دوسرے ہی روز تمام رہنما اور ہفت روزہ "مسلم بلیٹن" کے مدیر جناب "نور" کراچی روانہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ۔ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ اور "مسلم بلیٹن" دونوں کی تخریبی کارکردگی ختم ہو گئی۔

لیکن جوناگڈھ پہ بھارتی قبضہ کے بعد ٹھاکر پردیومن سنگھ جی بھی کانگریسی رہنماؤں کے فرقہ ورانہ تعصب سے متاثر ہونے لگے اور انہوں نے ایک جلسۂ عام میں کہہ دیا کہ مسلمان بھارت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ پاکستان کی طرف لگاؤ رکھنے والے افراد فوراً راجکوٹ چھوڑ دیں۔ مُ

ان واقعات سے راجکوٹ کے مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ بے حد مایوس ہو گئے۔ اس کے بعد راجکوٹ سے بھی مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی یہ ہجرت پُرامن رہی۔

دھوراجی میں ہنگامہ

دھوراجی، ریاست گونڈل کا ایک اہم شہر اور میمنوں کی آبادی کا ایک بڑا مرکز تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں تقریباً آدھی آبادی مسلمانوں کی تھی۔ اس نصف آبادی میں تقریباً اٹھارہ ہزار میمن شامل تھے کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں کی طرح دھوراجی کے مسلمان بھی بھارت کا جشن آزادی منانے میں ہندوؤں کے برابر شریک رہے تھے۔ اتفاقاً پولیس کے

مُ مسلم ٹائمز ۲۹ر نومبر ۱۹۴۷ء

سربراہ نے زبانی طور پر گوشت بندی کا حکم جاری کیا اور مسلم رہنماؤں کے سمجھانے بجھانے پر اس حکم کو واپس لے لیا۔ لیکن اس سے ماحول میں اشتعال پھیل گیا آمنے سامنے ضو بازی ہوئی [۸]

ایسے حالات میں ایک فقیر قاسم میاں کو جوش آگیا اور انہوں نے مانڈوی بازار، پولیس اسٹیشن کی اس عمارت پر پاکستانی پرچم لہرانے کی کوشش کی جس کے مالک تو مسلمان تھے، لیکن اس کے کرایہ دار ہندو تھے۔ اس عمارت کے چوکیدار نے قاسم میاں پر گولی چلا کر انہیں ہلاک کر دیا۔ دوسرے روز ایک ہندو پوسٹ مین ہرکلام کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد کنبی برادری کے پانچ سو افراد نے چند مسلمانوں کے مکانات پر حملہ کیا۔ جس میں مزید دو آدمی مارے گئے، متعدد افراد زخمی ہوئے، توڑ پھوڑ کی گئی۔ ایسی حالت میں دھوراجی میمن جماعت نے مسلمانوں کو عید کی صبح نماز عید کے لئے عیدگاہ نہ جانے کی تلقین کی اور نماز عید شہر کے اندر مختلف مقامات پر ادا کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ہندوؤں نے مسلمانوں کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کر دیا [۹]

بعد میں ریاست گونڈل کے حاکم کی دانشمندانہ پالیسی کی وجہ سے حالات بہت جلدی معمول پر آگئے۔ کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار کے واقعات سے دھوراجی میں کسی قسم کا کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ اس کے باوجود اپنے مستقبل کے لئے فکرمند ہو کر میمنوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان ہجرت کر گئی ان کی یہ ہجرت پُرامن رہی۔

اس وقت دھوراجی میں میمنوں کی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہے یہ بمبئی کے بعد بھارت میں میمنوں کی آبادی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور سخاوت میں بھی سرفہرست ہے۔

---

۸ مسلم بلیٹن ۲۹، اگست ۱۹۴۷ء

۹ مسلم بلیٹن ۲۹، اگست ۱۹۴۷ء

جیت پور اور دیگر شہر

جیت پور کی آبادی ۱۹۴۷ء میں تیئس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جس میں نصف حصہ مسلمانوں کا تھا ان میں میمنوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ جیت پور میمنوں کا ایک اہم مرکز تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے دوران جیت پور میں امن و امان رہا۔ ہندو مسلم اتحاد ماضی کی طرح مستحکم رہا اس کے باوجود بھی ریاست جوناگڈھ کے واقعات کے رد عمل کے طور پر یہاں کی آدھی سے زیادہ میمن برادری اور دیگر مسلمان ہجرت کر گئے۔ ٹرینوں میں سکھ سپاہیوں کی چیرہ دستیوں کے سوا ان کی ہجرت تقریباً پُرامن رہی۔

کاٹھیاواڑ کے دیگر شہروں اور گاؤں سے بھی میمن خاندان بڑی تعداد میں پاکستان کی جانب ہجرت کر گئے۔ راستے میں انہیں کہیں کہیں پریشان کیا گیا۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر ان کی ہجرت پُرامن رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر دیگر مسلمانوں کے ہزاروں خاندان بھی اپنی جائیدادیں سستے داموں فروخت کر کے پاکستان پہنچنے لگے۔ گجرات کے علاقے اور بمبئی شہر سے بھی میمنوں اور دیگر مسلمانوں نے کافی تعداد میں ہجرت کی۔ ان سب کی غیر منقولہ جائیدادیں کسٹوڈین کی معرفت ضبط کر لی گئیں۔ ہجرت کا یہ سلسلہ قیام پاکستان کے بعد تقریباً پانچ برس تک جاری رہا۔

عارضی حکومت کا خاتمہ

ریاست جوناگڈھ کا انتظام سنبھالنے کے بعد حکومت بھارت نے اس کا نظم و نسق چلانے کے لئے ایک ایڈمنسٹریٹر کی تقرری کی۔ اور مسٹر شامڑداس گاندھی، مسٹر دیا شنکر دوبے اور شریمتی پشپا بہن مہتا پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی۔

اس کونسل کے زیر اہتمام فروری ۱۹۴۸ء میں استصواب رائے کرایا گیا اس میں ریاست جوناگڈھ کے بھارت کے ساتھ الحاق کی حمایت میں ایک لاکھ نوے ہزار آٹھ سو اکہتر (۱۹۰۸۷۱) ووٹ ڈالے گئے جبکہ پاکستان کی حمایت میں

صرف اکیانوے (۹۱) ووٹ نکلے ۱۰

اسی ماہ کاٹھیاواڑ کی تقریباً تمام (۲۰۰) دو سو سے زائد ریاستوں کو ختم کر کے سوراشٹر صوبے کی تشکیل کی گئی۔ اس موقع پر جام نگر میں سردار پٹیل کی زیر صدارت ایک شاندار تقریب منعقد کی گئی۔ جام صاحب دگوجے سنگھ جی کا نئے صوبے کے پہلے راج پرمکھ (گورنر) کی حیثیت سے تقرر کیا گیا اور جناب اُچھرنگ رائے ڈھیبر کو وزیر اعلیٰ بنا کر سوراشٹر کی پہلی کابینہ تشکیل دی گئی ۱۱

اس طرح ریاست جوناگڑھ کے علاوہ بھارت کے ساتھ الحاق شدہ کاٹھیاواڑ کی تمام ریاستوں کے وجود کا آزادی کے صرف چھ ماہ کے عرصہ میں ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ عارضی حکومت کا ۱۰ فروری ۱۹۴۸ء کے روز بغیر کسی قسم کی تقریب، تقریباً بالکل خاموشی سے خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ حقیقت کافی دلچسپ ہے کہ حکومت بھارت نے جوناگڑھ کی عارضی حکومت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا تھا حکومتِ بھارت نے اپنے سرکاری اعلانات میں بھی عارضی حکومت کا کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا۔

اقوام متحدہ میں بھارت کے نمائندے مسٹر دلیری نے ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو اپنی تقریر میں کہا تھا کہ عارضی حکومت نے بھارت سے درخواست کی تھی کہ اسے تسلیم کر لیا جائے جسے مسترد کر دیا گیا تھا ۱۲

---

۱۰ اگن پاتھا صفحہ ۸۰ - ۸۱

۱۱ مسلم گجرات ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء

۱۲ اسمٰعیل بیگ "جوناگڑھ" صفحہ ۳۱۸

باب دھم

کاٹھیاواڑ سے ہجرت

پوربندر میں پناہ

کاٹھیاواڑ کی بیشتر ریاستوں اور شہروں میں حالات کشیدہ ہوتے ہوئے بھی پُر امن تھے۔ لیکن جوناگڑھ پر بھارت کے قبضہ اور مانگرول و کتیانہ کی خونریز لوٹ مار کی وجہ سے وہاں کے مسلمان خوفزدہ ہو کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ اس وقت کاٹھیاواڑ سے باہر جانے کے لئے صرف دو محفوظ راستے تھے۔ ان میں سے ایک راستہ نزدیکی ریاست پوربندر سے تھا۔ اور دوسرا راستہ کاٹھیاواڑ کے شمال مغرب میں واقع ریاست گائیکواڑ کے ماتحت اوکھا کے علاقے کا تھا۔

پوربندر کے رانا نٹور سنگھ (NATWAR SINGH) اور پولیس کمشنر پرتھوی سنگھ جی PRITHVI SINGHJI نے ریاست جوناگڑھ کے خصوصاً کتیانہ کے مہاجرین کو ان کی ہجرت کے دوران اپنی ریاست سے گزرنے اور ہر قسم کی سہولتیں حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

جناب حبیب حاجی شکور بھاڈیلیا (BADELYA) کی زیر صدارت پوربندر سوریاواڈ (SURIYAWAD) میمن جماعت اور والنٹیئر کور نے ان

مہاجرین کے قیام وطعام اور دیگر تمام سہولیات کی فراہمی کا مکمل انتظام کیا تھا یہاں تک کہ مہاجرین کے شیر خوار بچوں کے لئے پالنے تک انہوں نے اپنے گھروں سے مہیا کئے تھے۔ ہندو بھائیوں نے بھی ان مسلم مہاجرین کی اچھی خاصی امداد کی تھی۔[1]

فرض شناس پرتھوی سنگھ

پوربندر پہنچنے والے کتیانہ کے تمام میمن خاندان جب کراچی روانہ ہو چکے تب کتیانہ کے چند میمن رہنما وہاں کے پولیس کمشنر شری پرتھوی سنگھ جی کا شکریہ ادا کرنے گئے۔ پرتھوی سنگھ جی نے مہاجرین کے ساتھ جس اعلیٰ قسم کی انسانیت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تھا اس سے متاثر ہو کر ان میں سے ایک رہنما نے جذباتی انداز میں اپنا ایک ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ ان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے پرتھوی سنگھ جی وہ ہاتھ دیکھ کر چونک اٹھے۔ ان کے چہرے کی لکیریں یکایک سخت ہو گئیں۔ اس بڑھے ہوئے ہاتھ میں نوٹوں کی ایک گڈی تھی جس میں تقریباً پانچ ہزار روپے تھے۔ انہوں نے کتیانہ کے مسلمانوں سے جو حسن سلوک کیا تھا، اس کے اظہار تشکر کے طور پر کتیانہ کے رہنما یہ رقم ان کو عطیہ پیش کرنا چاہتے تھے۔

لیکن پرتھوی سنگھ جی نے پانچ ہزار روپے کی خطیر رقم کی طرف ایک نظر دیکھے بغیر ہی انکار کرتے ہوئے نہایت سادگی سے کہا

"میں نے اپنے فرض سے بڑھ کر کچھ نہیں کیا"

کتیانہ میں چھ سے دو ماہ تک انسانیت کی موت دیکھنے کے بعد انسانیت کے اس خوبصورت و دلکش منظر کو دیکھ کر کتیانہ کے ان رہنماؤں کی آنکھیں بھر آئیں۔

کتیانہ کے ان رہنماؤں نے بعد میں [illegible] اپنے وطن کی [illegible] کی [illegible]

[1] حبیب حاجی [illegible] "کتیانہ سے پوربندر" "کتیانہ میمن [illegible]" دس سالہ خصوصی مجلہ ، صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۶

اس ایک خوشگوار یاد کو ہمراہ لے کر اس سرزمین کو شاید ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔[2]

ریاست بڑودہ کی کاروائی

گجرات اور کاٹھیاواڑ دونوں میں اپنا علاقہ رکھنے والی بڑودہ (BARODA) کی گائیکواڑی ریاست اس وقت پورے برصغیر میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مثالی ریاست سمجھی جاتی تھی۔ اپنی خصوصی تعلیمی سہولتوں اور [illegible] چھوٹی بڑی لائبریریوں [illegible]، مفت پرائمری تعلیم اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے وہ بہت مشہور تھی اس کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ راؤ گائیکواڑ نے بھارت کے ساتھ الحاق کرنے میں پہل کی تھی لیکن اس کی اپنی ریاست کے مسلمانوں کے لئے اس کی فراخدلانہ پالیسی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

ریاست بڑودہ کے کاٹھیاواڑ میں واقع امریلی (AMRELI) اور کوڈینار (KODINAR) کے علاقے کافی عرصہ تک مہاجرین کی جائے پناہ رہے تھے۔

اور ریاست جوناگڑھ کے مہاجرین کے علاوہ راجستھان، یوپی اور بہار کے کئی مہاجر خاندان بھی کافی عرصہ تک یہاں پناہ گزین رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس کی بندرگاہ اوکھا کاٹھیاواڑ سے کراچی پہنچنے کے لئے ایک اہم گذرگاہ بن گئی تھی۔

گودھرا میں فساد

اپریل ۱۹۴۸ء میں صوبہ گجرات کے شہر گودھرا میں خونریز ہندو مسلم فساد ہوئے جس کے نتیجے میں وہاں کے ہزاروں مسلمان کئی دنوں تک [illegible] خاندان شامل تھے [illegible] بڑودہ [illegible] گئے۔ وہاں ان کی امداد کے لئے

[2] کتیانہ کی [illegible] دس سالہ خصوصی مجلہ ، صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳

ایک رفیف کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے چیئرمین بڑودہ اسٹیٹ مسلم لیگ کے صدر جناب رسول خان پٹھان اور اعزازی سیکریٹری بڑودہ میمن بورڈنگ کے نوجوان سپرنٹنڈنٹ جناب سلیمان عبدالغنی پنجوانی تھے۔ انہوں نے ان مہاجرین کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کیں۔ اور ان کو اوکھا اور بمبئی کے راستے بذریعہ سمندری جہاز کراچی پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ ان تمام اخراجات کا نصف حصہ حکومت بڑودہ اور بقیہ نصف میمن مخیر حضرات نے فراہم کیا تھا۔

گودھرا کے مہاجرین ریاست بڑودہ کا یہ احسان کبھی فراموش نہ کر سکے۔ اس وقت کے ریاست بڑودہ کے حکمران پرتاپ سنگھ راؤ کے صاحبزادے فتح سنگھ راؤ گائیکواڑ کچھ عرصہ پہلے بھارتی کرکٹ ٹیم کے منیجر کی حیثیت سے پاکستان آئے تو اس وقت گودھرا کے مسلمانوں نے کراچی میں ایک تقریب منعقد کر کے اس احسان کا سرِ عام شکریہ ادا کیا جو ریاست بڑودہ نے ماضی میں ان پر کیا تھا۔

ہندو ریاستوں کا تعاون

پاکستان ہجرت کرنے والے مسلمان خاندانوں کو پوربندر اور بڑودہ کے علاوہ بھاؤنگر، گونڈل اور دیگر ہندو ریاستوں نے تمام سہولیات فراہم کی تھیں اور انہیں کسی طرح بھی پریشان نہیں کیا تھا۔ کچھ ریاستوں اور ان کے متعدد ہندو رہنماؤں نے ان مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑ کر نہ جانے کے لئے پر جوش اصرار کیا تھا۔

اوکھا کا راستہ

کاٹھیاواڑ کے متعدد مہاجرین نے کراچی پہنچنے کے لئے اوکھا منتخب کیا تھا جن میں دوسرے صوبوں سے آنے والے مہاجرین بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔

اوکھا میں ان مہاجرین کے لئے امدادی کاروائی اوکھائی میمن جماعت نے سنبھال

لی۔ ان کو مختلف مقامات پر پناہ دی گئی اور بحری جہازوں میں جگہ ملنے پر انہیں کراچی روانہ کر دیا گیا۔ یہ جہاز کراچی سے واپسی سفر میں سندھ کے ہندو مہاجرین کو اوکھا پہنچاتے تھے۔ وہ ہندو مہاجرین اپنی تمام قیمتی گھریلو اشیاء کے علاوہ ہر جو استعمال کی بیشمار اشیاء حتیٰ کہ طوطے کے پنجرے تک اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے ان ہندو مہاجرین کے لئے رہائش کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں اور بعد میں وہ جہاں چاہتے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچا دیا جاتا۔

سندھی مہاجرین

پاکستان کے حصے میں آنے والے صوبوں میں سے پنجاب کے علاوہ کہیں بھی کوئی فسادات نہیں ہوئے تھے۔ اس کے باوجود بھی کانگریسی رہنماؤں کے اشتعال دلانے پر سندھ کے سینکڑوں ہندو خاندان کراچی سے بذریعہ بحری راستہ کاٹھیاواڑ اور بمبئی ہجرت کرنے لگے تھے۔ ان کی یہ ہجرت مکمل طور سے پُر امن رہی تھی۔ وہ اپنے ساتھ جو کچھ بھی لے سکتے تھے۔ لے گئے۔

کاٹھیاواڑ میں اُن کو مسلمانوں کے خالی کئے ہوئے بانٹوا، کتیانہ، ونتھلی اور دیگر مقامات پر آباد کیا گیا جہاں سے وہ پورے کاٹھیاواڑ، گجرات اور کچھ میں پھیل گئے۔

بمبئی کی کاروائی

اوکھا اور پوربندر سے ملنے والی سمندری سفر کی سہولیات مہاجرین کی اتنی بڑی تعداد کے لئے ناکافی تھیں۔ اس وجہ سے کاٹھیاواڑ اور گجرات کے ہزاروں مہاجرین بذریعہ ٹرین بمبئی بھی پہنچنے لگے تھے۔ دیگر صوبوں سے بھی ہزاروں مہاجرین بمبئی آ رہے تھے۔ بمبئی میں حاجی ہاشم موسیٰ اسمٰعیل پال والا کے زیر انتظام میمن چیمبر آف کامرس میں لاکھوں روپے کا فنڈ اکٹھا کیا گیا۔ جس سے گجرات، کاٹھیاواڑ اور دیگر صوبوں سے آنے والے مہاجرین

[illegible]

حاجی حبیب کی پیشکش

[illegible]

[illegible]

پاکستان میں میمنوں کا پہلا جلسۂ عام

[illegible] (VATYANI) [illegible]

کراچی کی بندرگاہ کے علاوہ سندھ اور راجستھان کی سرحد پر واقع کھوکھراپار کے راستے سے بھی مختلف صوبوں کے ہزاروں مہاجرین آنے لگے۔ ان حالات پر غور و فکر کرنے کے لئے جناب قاسم سلیمان کے قائم کردہ ریلیف کمیٹی کے ماتحت جوڑیا بازار کے کھتری گلی میں میمن ٹریڈنگ کمپنی کے دفتر میں اس وقت کراچی میں موجود میمن رہنماؤں اور شہر کے تاجروں کی ایک میٹنگ طلب کی گئی حاجی ولی محمد قاسم دادا کی زیر صدارت اس میٹنگ میں مہاجرین کی بہتر منصوبہ بندی اور وسیع پیمانے پر امدادی کاروائی کرنے کے میمن برادری کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے ایک جلسۂ عام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

پاکستان کی سرزمین پر منعقد کئے جانے والے میمنوں کے اس پہلے جلسۂ عام کو جو مظلوم انسانیت کی خدمت کے جذبے کے تحت منعقد کیا گیا تھا۔ کامیاب بنانے کے لئے چند سماجی کارکنوں اور خصوصاً میسور اسٹیٹ مسلم لیگ کے نائب صدر جناب عبدالغنی ڈوکا نے بہت زحمت اٹھائی تھی۔

یہ جلسۂ عام نومبر ۱۹۴۷ء کے وسط میں بھاؤنگر اسٹیٹ مسلم لیگ کے صدر جناب عبدالقادر موسیٰ لاکھانی کے زیر صدارت بمبئی بازار کے بڑے چوک میں منعقد ہوا تھا۔

میمنوں کے جلسۂ عام میں خصوصاً قوم کے عظیم رہنما آدمجی حاجی داؤد نے بحری اور بری راستوں سے امڈتے ہوئے مہاجرین کے سیلاب سے پیدا شدہ سنگین حالات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے میمن برادری میں مظلوم انسانیت کے لئے انجام دی گئی سابقہ خدمات اور خصوصاً بہار اور کوئٹہ کے زلزلوں کے دوران میمن ریلیف کمیٹی کلکتہ کی تاریخی خدمات یاد دلائیں۔ آخر میں انہوں نے پاکستان جیسے نوزائیدہ ملک کے سامنے پیش آنے والے ان سنگین حالات سے ملک کو نکالنے کے لئے ایک ایسی ہی میمن ریلیف کمیٹی قائم کرنے کی پُرزور اپیل کی۔

جلسہ کے دیگر مقررین نے ان کی اس تجویز کی تائید کی اور اسی وقت ایک میمن ریلیف کمیٹی تشکیل دی گئی۔

حاجی ولی محمد قاسم دادا کو اس کمیٹی کا صدر، کاٹھیاواڑ کے سرکردہ سیاسی رہنما اور کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے صدر جناب عثمان عیسیٰ بھائی میمن اور جناب عبداللطیف تو ابو موتی والا کو نائب صدر اور حاجی عبداللطیف ابراہیم باوانی کو خزانچی مقرر کیا گیا۔ اعزازی سیکریٹری کی ذمہ داریاں جناب عبدالقادر لاکھانی کے سپرد کی گئیں۔ جوائنٹ سیکریٹری کے عہدے کے لئے جناب عبدالغفار چھوٹانی اور جناب سلیمان آدم کا انتخاب کیا گیا۔ اس ریلیف کمیٹی کی میٹنگ میں اس وقت کے تقریباً تمام میمن رہنماؤں کو شامل کیا گیا۔

اس کمیٹی کی سات سالہ کارکردگی میں حاجی ولی محمد دادا نے شروع کے پانچ سال اور جناب احمد ای۔ ایچ۔ جعفر نے آخری دو سال صدر کے فرائض انجام دیئے۔ اعزازی سیکریٹری کی حیثیت سے جناب عبدالقادر لاکھانی نے چار سال، جناب ایم آئی مرچنٹ نے ایک سال اور جناب عبدالعزیز دانہ والا نے آخری دو سال خدمات انجام دی تھیں۔

کھوکھراپار میں امدادی کاروائی

میمن ریلیف کمیٹی نے تشکیل کے بعد فوراً کھوکھراپار اسٹیشن پر امدادی کاروائی شروع کر دی۔ کھوکھراپار سندھ، راجستھان کی سرحد پر پاکستان کے علاقے میں تین میل کے فاصلے پر واقع چھلار ریلوے اسٹیشن تھا۔ اس کے اطراف میں ریگستان پھیلا ہوا ہے۔ بھارتی ٹرینیں سرحد تک آتی تھیں اور وہاں سے مہاجرین کو اپنے سامان اور بال بچوں کے ساتھ چلچلاتی دھوپ میں پیدل چل کر اسٹیشن تک پہنچنا ہوتا تھا۔ وہاں کوئی سواری یا جانور تو درکنار پانی تک میسر نہیں تھا۔ اس وقت حیدرآباد

سے ایک ٹرین دو چار روز کے بعد ہنگامی مہاجرین کو لے جاتی تھی۔ ایسے بے آب و گیاہ ریگستان اور زہریلے حشرات الارض سے بھرپور کھوکھراپار میں مہاجرین کو شدید مشکلات کا سامنا تھا۔

سب سے پہلے میمن ریلیف کمیٹی نے مہاجرین کو شدید دھوپ سے بچانے کے لئے کھوکھراپار اسٹیشن پر ایک وسیع و عریض سائبان تعمیر کروایا۔ روزانہ تقریباً ایک ہزار مہاجرین کو پکا پکایا کھانا فراہم کرنے کے انتظامات کے علاوہ کمیٹی نے کھوکھراپار سے اگلے اسٹیشن "چھور" (CHHOR) سے بذریعہ ریلوے ٹینکر پانی منگوانے کا بھی بندوبست کیا۔ کمیٹی ہی کی کوششوں سے ٹرین اب روزانہ کھوکھراپار آنے لگی تھی اس کے علاوہ ٹرین کی آمد میں تاخیر کی صورت میں پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے مٹی کی بڑی بڑی ٹنکیاں بنوائی گئی تھیں۔ کسی ناگہانی حادثے کے پیش نظر ابتدائی طبی امداد کے سامان کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

کیمپ سپروائزر کے طور پر سب سے پہلے جناب سلیمان نگو جی نے اور بعد میں جناب عبدالغفار مچھو ماڈی اور جناب قاسم سلیمان نے خدمات انجام دی تھیں۔ کیمپ انچارج جناب ستار راجوانی تھے۔

کھوکھراپار پہنچنے والے مہاجرین میں اگرچہ میمنوں کی تعداد بہت کم تھی زیادہ تر مہاجرین راجستھان، یوپی، بہار اور بھارت کے دیگر صوبوں اور ریاستوں سے تعلق رکھتے تھے۔ میمنوں نے انہیں اپنی روایت کے مطابق کسی قسم کے امتیاز کے بغیر ہر طرح کی سہولتیں مہیا کیں۔

کراچی کی کارگزاری

میمن ریلیف کمیٹی کا کام مہاجرین کو کھوکھراپار سے روانہ کرنے پر ہی محدود نہ تھا۔ کمیٹی نے کراچی میں مختلف مقامات پر گیارہ کیمپ قائم کئے تھے۔ کھوکھراپار

سے آنے والے مہاجرین کو ان کیمپوں میں پہنچایا جاتا تھا۔ اور ان کو غذا اور رہائش کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ مہاجرین کے اس سیلاب میں کراچی کی بندرگاہ سے آنے والے مہاجرین بھی شامل ہو جاتے تھے۔ میمن ریلیف کمیٹی نے موجودہ مدرسۂ اسلامیہ نمبر ۱، مدرسۂ اسلامیہ نمبر ۲، اوکھائی میمن مدرسہ، آغا خان اسکول کھارادر (جو اس وقت ایگزیکٹر اسکول کے نام سے مشہور تھا) عید گاہ کے علاقہ میں واقع سیتارام بلڈنگ ہاکس واڑہ کی کچھ عمارتوں وغیرہ میں اپنے ریلیف کیمپ قائم کئے تھے۔ ان تمام کیمپوں میں ایک وقت پندرہ سے بیس ہزار مہاجرین کو سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ ان تمام کیمپوں کا انتظام سنبھالنے کے لئے ایک والنٹیئر کور تشکیل دیا گیا تھا۔ جس کے کیپٹن گجراتی کے معروف شاعر جناب رفیق جیدانی تھے۔ کارکردگی کے پہلے سال میمن ریلیف کمیٹی نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کئے تھے۔ بعد میں اس خرچ میں اضافہ ہوتے ہوتے آخری سالوں میں یہ خرچ سالانہ چار سے چھ لاکھ روپے تک پہنچ گیا تھا۔ کمیٹی کے پاس رقم کی کوئی کمی نہ تھی۔ تمام تر اخراجات کمیٹی کے ممبران ہی پورے کرتے تھے کچھ امداد بغیر مانگے بھی مل جاتی تھی۔ چنانچہ کمیٹی کو کبھی بھی دیگر افراد سے امداد طلب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

سرکاری سہولتیں

میمن ریلیف کمیٹی کو حکام بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کمیٹی کے صدر، نائب صدر، سیکریٹری اور جوائنٹ سیکریٹری وفد کی صورت میں کام کا جائزہ لینے کے لئے کھوکھراپار تشریف لے گئے۔ اس وقت حکومت نے میرپورخاص کی دو بوگی پر مشتمل اسپیشل ٹرین انہیں مہیا کی تھی۔

کھوکھراپار کے مہاجرین کے لئے تمام تر امدادی سامان کراچی سے بذریعہ ٹرین کھوکھراپار پہنچایا جاتا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں کراچی سے ٹرینوں کی آمد و رفت میں بہت بد نظمی

پیدا ہو گئی تھی۔ کھوکھراپار میں امدادی سامان کی بروقت رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے بہت مشکلات پیدا ہو گئیں۔ حکومت کو بہت گزارشات کرنے کے باوجود بدنظمی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور آخر کار کمیٹی نے کھوکھراپار میں اپنا ریلیف کیمپ بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اخبارات میں شائع ہوتے ہی مہاجر کمشنر جناب عزیز اللہ، ریلیف کمیٹی کے سیکریٹری جناب عبدالعزیز دانہ والا کی رہائش گاہ زینب منزل واقع گاڑی کھاتہ رات کے گیارہ بجے پہنچے اور کہا کہ گورنر جنرل غلام محمد نے پیغام بھجوایا ہے کہ کھوکھراپار کا ریلیف کیمپ بند نہ کیا جائے اور بذریعہ ٹیلیگرام وہاں امدادی کارروائی جاری رکھنے کی ہدایات دی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اگلے روز ہی سے کھوکھراپار کے لئے وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ ریلوے سروس بحال ہو گئی۔ امدادی سامان اور پانی کی رسد باقاعدہ ملنے لگی۔ اس کے علاوہ حکومت نے کمیٹی کو پچاس ہزار من گندم بھی دی۔

خوشگوار یادیں

کراچی اور کھوکھراپار میں میمن ریلیف کمیٹی کی مہاجرین کے لئے امدادی خدمات ۱۹۵۵ء تک جاری رہی تھیں اس دوران میں سے پچیس لاکھ مہاجرین ان کی خدمات سے فیضیاب ہوئے تھے مہاجر کمشنر عزیز اللہ کبھی کبھار کھوکھراپار کے مہاجر کیمپ کا دورہ کرنے آتے تھے کراچی کے ایڈمنسٹریٹر جناب ہاشم رضا بھی وقتاً فوقتاً کراچی کے مختلف مہاجر کیمپوں کا معائنہ کرتے رہتے تھے۔ ان دو صاحبان کے سوا کوئی اور وزیر سیاسی رہنما یا مذہبی عالم ان مہاجر کیمپوں کو دیکھنے تک نہیں آئے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے ریلیف کمیٹی کو ایک تعریفی خط ارسال کیا تھا۔ اس کے سوا کسی بھی سیاسی یا عوامی رہنما نے ریلیف کمیٹی کی کارکردگی کا کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ لاکھوں مہاجرین جو بھارت سے بے سروسامانی کی حالت میں یہاں آئے تھے آج تک میمن ریلیف کمیٹی کو تشکر کے ساتھ یاد کرتے ہیں کیونکہ انہیں پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی جس سلوک اور ضروری امداد کی فراہمی کے ساتھ اس نئے وطن میں خوش آمدید کہا تھا۔

باب گیارھواں

اقوام متحدہ میں

چار ماہ بعد

جوناگڈھ پر بھارتی قبضہ کے بعد تین ماہ سے زائد عرصے تک حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ میں جوناگڈھ پر بھارتی قبضے سے متعلق بھارت کے خلاف کوئی فریاد نہ کی تھی۔ یا اس معاملے کی اطلاع تک نہ دی تھی۔ اقوام متحدہ کا صدر دفتر اس وقت نیویارک کے نزدیک لیک سکسیس (LAKE SUCCESS) کے مقام پر واقع تھا۔ وہاں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں مسئلہ کشمیر پر مسلسل بحث ہوتی رہتی تھی جنوری ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پاکستان کے خلاف فریاد داخل کی تھی کہ بھارت کے ساتھ ملحق ریاست کشمیر پر پاکستان نے قبائلیوں کے ذریعے چڑھائی کر دی ہے۔ پاکستان نے اس معاملے میں بھارت کے خلاف جوابی فریاد داخل کر دی۔ اس جوابی فریاد کے ضمن میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کے روز چند دستاویزات کے ساتھ ایک خط سلامتی کونسل کو پہنچایا۔ اس خط میں جوناگڈھ اور دیگر کاٹھیاواڑ کی مسلم ریاستوں پر بھارتی حملے اور غیر قانونی قبضے کے بارے میں چند حقائق پیش کئے گئے تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے ۱۱ فروری ۱۹۴۸ء کے روز سلامتی کونسل

کے ۲۲۲ واں اجلاس میں پہلی مرتبہ اس خطہ کا ذکر کیا تھا۔ اس طرح سقوطِ جوناگڑھ کے پورے چار ماہ بعد اقوامِ متحدہ میں پہلی بار جوناگڑھ کا نام سنا گیا۔

جوناگڑھ اور کشمیر

۸ فروری ۱۹۴۸ء کے روز چوہدری ظفر اللہ خان نے سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر پر بحث کرتے ہوئے کہا۔

"جوناگڑھ کا معاملہ کشمیر کے برعکس ہے جوناگڑھ کا حکمران مسلمان ہے اور عوام کی اکثریت غیر مسلم۔ ایک خاص بات قابلِ غور ہے کہ جوناگڑھ میں ۱۵ ستمبر تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ ریاست کا الحاق پُرامن طریقے سے ہوا اور کسی بھی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی۔"

انہوں نے مزید کہا

جب اس بات کا اعلان کیا گیا کہ جوناگڑھ نے پاکستان سے الحاق کرنے کا ارادہ رکھا ہے تو حکومت ہند نے کئی اعتراضات کئے۔ ہم [illegible] بھی یہ اعتراضات پہنچائے گئے کہ ریاست جوناگڑھ پاکستان سے متصل نہیں ہے اس کی آبادی کی اکثریت غیر مسلم ہے اور اس الحاق سے [illegible] ہو سکتا ہے۔ کہ پاکستان کے حدود [illegible] ہندوستان [illegible] ہندوستان کی خود مختاری اور سرحدوں میں دخل اندازی ہے جو دونوں ڈومینیوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے ناموافق ہے [illegible] ہندوستان اسے تسلیم نہیں کرے گا۔

چوہدری ظفر اللہ خان نے مزید کہا

[illegible] ہندوستان کی افواج نے ریاست جوناگڑھ [illegible] پاکستان [illegible] مسئلہ پیدا ہو گیا ہے [illegible]

[illegible] اسٹیلیو بیگ "جوناگڑھ" صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۶

حکومتِ ہند کی فوجوں کو مار بھگانے کی غرض سے اپنی فوجیں روانہ کرنے میں ضبط سے کام نہ لیتی تو دونوں ڈومینیوں کے درمیان باہمی جنگ شروع ہو جاتی۔ ہم نے اپنا ہاتھ تھام رکھا ہے لیکن یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہے جتنا کشمیر کا مسئلہ۔"[۲]

بعد ازاں چوہدری ظفر اللہ خان نے درخواست کی کہ ہندوستانی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی آئینگر مسئلہ کشمیر کی بحث کے سلسلے میں اپنی حکومت سے مشورہ کرنے کے لئے بھارت جا رہے ہیں۔ اسی دوران میں اگر ایجنڈا کا دوسرا مضمون لیا جائے تو سلامتی کونسل کے وقت کی بچت کے ساتھ ساتھ ایک نازک اور پیچیدہ مسئلہ کے حل کی طرف کچھ ترقی ہو گی۔ سلامتی کونسل کے صدر نے اس درخواست سے اتفاق کیا۔

ان کے فیصلے کے مطابق سلامتی کونسل کا ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کے روز منعقدہ ۲۵۰ واں اجلاس میں مسئلہ جوناگڑھ پر بحث کی گئی۔

چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر

چوہدری ظفر اللہ خان نے اس اجلاس میں ایک طویل تقریر کی جس میں انہوں نے جوناگڑھ اور دیگر [illegible] کاٹھیاوار کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ انہوں نے برصغیر کی آزادی، دیسی ریاستوں کے حکمرانوں کے اختیارات، جوناگڑھ وغیرہ کا پاکستان سے الحاق، بھارتی افواج کا محاصرہ اور غیر قانونی قبضہ اور اس کے بعد کے حالات پر روشنی ڈالی۔

انہوں نے اپنی تقریر کی ابتداء میں کہا

"اگر سلامتی کونسل کے اراکین جناب والا کرم میرے مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کے خط کے ساتھ منسلک کردہ دستاویز نمبر ۲ ضمیمہ بی کی طرف توجہ فرمائیں گے تو مسئلہ جوناگڑھ

---

۲ ماخوذ از اجمال [illegible]

۳ اسٹیلیو بیگ "جوناگڑھ" صفحہ ۲۶۲

اسی دستاویز کے آخیر میں جو نئے حصے کے جملہ پیراگراف ۱۲ (سی) اور (ڈی) میں سلامتی کونسل سے گزارش ہے کہ وہ کمیشن پاکستانوں کے ذریعے۔

(سی) جوناگڑھ، مانا ودر اور دیگر ریاستہائے کاٹھیاواڑ جو پاکستان سے الحاق کر چکی ہیں ان میں سے ہندوستانی فوجوں اور سول حکام کو ہٹا کر یہ ریاستیں قانونی حکمرانوں کے حوالے کر دی جائیں۔

(ڈی) یہ ریاستیں جن کا تذکرہ (سی) میں کیا گیا ہے ان کے باشندوں کو جو ان ریاستوں سے جبراً نکال دیئے گئے یا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ انہیں دوبارہ اپنے مکانات، زمینیں اور جائیداد واپس دلوانے میں امداد بہم پہنچائی جائے اور ہندوستان کے فوجیوں، سول حکام اور شہریوں کی غیر قانونی کارروائی اور کارناموں کی وجہ سے جو نقصانات ہوئے ہیں ان کا معاوضہ دلوایا جائے۔ جوناگڑھ کے مسئلے کی تفصیل دستاویز کے پیراگراف ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ میں درج کی گئی ہے [۲]

"جوناگڑھ میں ستمبر کے وسط تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو کسی کے لئے بھی ریاست کی مسلم رعایا کے لئے یا غیر مسلم رعایا کے لئے باعث شکایت ہو۔ جوناگڑھ نے قانونی اور آئینی طریقے سے پاکستان سے الحاق کیا۔

"وزیراعظم جوناگڑھ نے پاکستان سے بار بار اپیل کی۔ حکومت پاکستان نے یہ سوال حکومت ہند کے ساتھ اٹھایا اور وزیراعظم جوناگڑھ کو یہ ہدایت کرتے رہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے بدنظمی یا خونریزی کا امکان ہو۔

"پاکستان نے ایک کوئی فوج جوناگڑھ نہیں بھیجی حالانکہ نہ صرف اس کو یہ حق حاصل تھا جوناگڑھ نے پاکستان سے الحاق کیا تھا اور دفاع الحاق کی شرائط میں سے ایک ہے۔ بلکہ وہ ایسا کرنے کے لئے پابند تھا۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اس قدر ضبط کرنے میں اور جوناگڑھ میں اپنی

[۲] "جوناگڑھ" صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴

فوجیں نہ بھیجنے میں پاکستان نے غلطی کی ہے دوسری طرف یہ امر یقینی ہے کہ اگر پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنی فوجیں امداد کی غرض سے جس کا اسے حق تھا۔ اور جس کی بابت تشریح کر چکا ہے وہ ایسا کرنے کے لئے پابند تھا۔ تو حکومت ہند اور حکومت پاکستان کی مسلح فوجوں کے درمیان براہ راست ٹکر ہوتی اور دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی۔

"جوناگڑھ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس معاملے میں حکومت پاکستان نے نامناسب ضبط کیا ہے یہ ہے موجودہ صورت حال" [۳]

اس کے بعد چوہدری ظفراللہ خان نے اس معاملے کے ایک اور اہم پہلو کی طرف سلامتی کونسل کے اراکین کی توجہ دلائی۔

انہوں نے کہا

"بھارت اس وقت جوناگڑھ میں استصواب رائے کی تیاری کر رہا ہے جوناگڑھ کا معاملہ اس وقت سلامتی کونسل میں زیر بحث ہے۔ ریاست میں موجودہ حالات استصواب رائے کے لئے موافق نہیں ہیں۔

"جب ہمیں بھارت کے اس ارادے کا علم ہوا تب ہم نے سلامتی کونسل کے صدر کی معرفت بھارتی وفد کے لیڈر کے ذریعے حکومت بھارت کو فی الحال ان کا یہ ارادہ ملتوی کرنے کی درخواست کی تھی۔ بھارتی وفد کے لیڈر نے کونسل کی ۲۲۵واں اجلاس میں مطلع کیا تھا کہ انہوں نے یہ درخواست اپنی حکومت کو پہنچا دی ہے۔ لیکن آج بھارتی وفد کے ایک رکن مسٹر ویلوری نے اپنی حکومت کی طرف سے اطلاع دی ہے کہ استصواب رائے کی تیاریاں اتنی آگے بڑھ چکی ہیں کہ اسے اب ملتوی نہیں کیا جا سکتا" [۴]

چوہدری ظفراللہ خان نے اپنی طویل تقریر کے آخر میں کہا۔

[۳] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳

[۴] جوناگڑھ صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۴

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حکومت ہند کو کون سی ایسی معقول وجہ تھی جس کی بنا پر اس نے ریاست جوناگڑھ میں اپنی فوجیں داخل کیں۔ اور ریاست پر اب تک اپنا قبضہ جاری رکھا۔

کوئی بھی شخص جوناگڑھ کے حالات اور کشمیر کے حالات کی مشابہت کا مقابلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور مجھے یقین ہے کہ سلامتی کونسل کے اراکین یہ مقابلہ کر سکیں گے۔

جوناگڑھ کے متعلق جو مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ حکومت ہند اپنے طور پر یا سلامتی کونسل کی کسی تجویز یا سفارش کے ذریعے جوناگڑھ پر قابض اپنی فوجیں ہٹالے اور جوناگڑھ و مانا ودر ریاستیں ان کے حکمرانوں کے حوالے کر دے تاکہ نظم و ضبط حسب معمول ہو جائے۔ اس کے بعد اگر یہ اصرار کیا جائے کہ مثلاً الحاق پر جوناگڑھ کے عوام کی خواہشات بذریعہ رائے شماری معلوم کی جائیں تو آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرائی جائے۔

سلامتی کونسل نے کشمیر کے مسئلہ پر تفصیلی بحث سنی ہے اور وہ اس وقت تک اصول الحاق، سوال رائے شماری وغیرہ سے بخوبی آگاہ ہے اس بنا میں [illegible] دیا نہیں جا سکتا۔ موجودہ حالات میں یہ ہماری کم سے کم درخواست ہے۔

رائے شماری یا مذاق؟

اس کے آٹھ ماہ بعد [illegible] فروری ۱۹۴۸ء کے روز جوناگڑھ کے مسئلہ پر مزید بحث کے لئے سلامتی کونسل کا [illegible] واں اجلاس منعقد ہوا۔ [illegible]

"لیکن بعد میں جوناگڑھ میں رائے شماری کرا لی گئی میں نے ۲۵۰ ویں اجلاس میں سلامتی کونسل کو یہ گذارش کی کہ میرے سوال پر مسٹر ویلوڈی نے یہ اطلاع دی کہ انہیں اپنی حکومت کی طرف سے ایک خط ملا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ استصواب رائے کے انتظامات اس قدر مکمل ہو گئے ہیں کہ اب اس کو ملتوی کرنا ممکن نہیں لیکن اگر ضرورت پیش آئے تو بعد میں دوبارہ رائے شماری کرائی جا سکتی ہے اس کے متعلق میں سلامتی کونسل کو یہ عرض کروں گا کہ ہماری درخواست ۲ فروری کو کی گئی تھی اور جوناگڑھ میں رائے شماری کا کام یقیناً دو ہفتوں سے بھی بعد میں ہوا ہے۔"

انہوں نے مزید کہا

ہم رائے شماری کی صحت کو یقیناً تسلیم نہیں کرتے۔ حکومت ہند کی مسلح فوجیں جوناگڑھ پر قابض ہیں۔ ریاست کا نظام خود حکومت ہند کی براہ راست نگرانی میں ان کی ہدایات کے تحت ہے۔ جہاں تک ریاست کے مسلم عوام کا تعلق ہے ان کے خلاف بھارت کی مسلح افواج کا داخلہ ہوتے ہی خوف و ہراس کی مہم کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا۔

ان حالات میں استصواب رائے مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

ویلوڈی کا جواب

اس کے بعد بھارتی نمائندے مسٹر ویلوڈی نے ایک طویل تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جوناگڑھ اور دیگر ریاستوں کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی مخالفت [illegible] [illegible]

[illegible]

"یہ غیر ضروری اور دراصل غیر مناسب سمجھا گیا کہ ہندی ریاستوں کو اس بات کی آزادی دے کر یا اس قسم کی کوئی گنجائش رکھ کر کہ وہ بلا قیاس کسی بھی ڈومینین سے الحاق کر سکتی ہیں، صورت حال کو مزید پیچیدہ کیا جائے۔

کشمیر کے الحاق کے متعلق پاکستان کی شکایت میں تذکرہ ہے کہ

"یہ الحاق عوام کی بھاری اکثریت کی مرضی کے خلاف ہے اور کسی بھی اخلاق، آئینی، جغرافیائی، اقتصادی، ثقافتی یا مذہبی وجہ سے غیر مناسب ہے"

اسی کسوٹی پر جوناگڑھ کو پرکھنا چاہئے۔ کیا پاکستان یہ کہہ سکتا ہے کہ جوناگڑھ کا پاکستان سے الحاق اکثریت کی خواہشات کے عین مطابق ہے؟ کیا پاکستان یہ مرحکا کہہ سکتا ہے کہ جوناگڑھ اور مانا ودر کا الحاق، اخلاقی، جغرافیائی، اقتصادی، ثقافتی یا مذہبی وجوہات سے مناسب ہے؟ ۹

ریاست جوناگڑھ میں کرائی گئی رائے شماری کے بارے میں مسٹر دیلوری نے کہا کہ رائے شماری کا پروگرام جنوری کے وسط میں ہی ترتیب دے دیا گیا تھا۔ اور اس کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

تاہم حکومت ہند نے یہ ذمہ لیا ہے کہ اگر مستقبل میں حالات کا یہ تقاضا ہو کہ از نو رائے شماری کرائی جائے۔ اور نمائندہ پاکستان نے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ تو بلا شبہ مناسب نگرانی میں اس کا اہتمام کیا جائے گا ۱۰

مزید تقاریر

مسٹر دیلوری کی تقریر کے بعد ان کی تقریر کے بعض نکات پر چوہدری ظفراللہ خان نے بحث کی۔

---

۹ "جوناگڑھ" صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷

۱۰ "جوناگڑھ" صفحہ ۳۱۰

"جب جوناگڑھ کا سوال آیا تو حکومت ہند نے پہلی بار رائے عامہ کا سوال اٹھایا۔ ہم نے اس کو مسترد نہیں کیا۔ ہم نے جو کچھ کہا کہ وہ یہ ہے کہ نہ صرف جوناگڑھ بلکہ ان تمام ریاستوں کا جن کے متعلق اختلاف ہو اس اصول کے تحت فیصلہ کیا جائے۔ اور اس پر ہم اب بھی قائم ہیں۔

ہماری یہ درخواست ہے کہ کشمیر اور جوناگڑھ سے حکومت ہند اپنی فوجیں واپس بلا لے۔ دونوں میں سے کسی بھی ریاست میں پاکستان کی فوج موجود نہیں ۱۱

اس کے بعد بھارتی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی آئینگر نے مسئلہ جوناگڑھ پر اپنی حکومت کی پالیسی کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ

"میں نے اپنی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ممکن ہو تو استصواب رائے کو ملتوی کر دیا جائے اور حکومت ہند اس نتیجہ پر پہنچی کہ استصواب رائے کے انعقاد کے انتظامات اس حد تک مکمل ہو چکے تھے کہ اگر یہ کام معطل کر دیا جاتا ہے تو اس بات کا خدشہ تھا کہ اس سے انتظامی انتشار پیدا ہو" ۱۲

آخری تقریر

مسٹر آئینگر کی طویل تقریر کے بعد چوہدری ظفر اللہ خان نے بعض نکات کی مزید وضاحت کی انہوں نے خصوصاً کہا کہ

"کراچی کے ڈان اخبار میں دو برطانوی نامہ نگاروں کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ووٹ ڈالنے میں رازداری سے قطعی کام نہیں لیا گیا۔ اور جو بیلٹ پیپر رائے دہندگان کو دیئے گئے تھے ان پر نمبر چھپے ہوئے تھے جس سے رائے دینے والے کی پہچان بہ آسانی ہو سکتی تھی یہ نامہ نگار اس وقت جوناگڑھ میں

---

۱۱ "جوناگڑھ" صفحہ ۳۴۷ تا ۳۴۸

۱۲ "جوناگڑھ" صفحہ ۳۵۲ تا ۳۵۳

موجود تھے۔ اور استصواب رائے کا انعقاد انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے [۱۳]

انہوں نے مزید کہا کہ

"کیا وزیر اعظم کو یہ اختیار تھا کہ وہ ریاست کا نظام حکومت ریجنل کمشنر کے سپرد کر دے؟ یہ ہے پہلی بات۔ قانونی بحث کے ماسوا، وہ صورت حالات جس کی وجہ سے ریجنل کمشنر کو یہ درخواست کی گئی وہ حکومت ہند کے ان اقدامات کا نتیجہ تھی جو وسط ستمبر اور اس کے بعد اقتصادی رکاوٹ خشکی کی راہ ریاست پر حملے اور عارضی حکومت کی ہمت افزائی کی شکل میں رونما ہوئے۔ میری یہ مکرر دلیل ہے کہ چونکہ یہ حالات حکومت ہند کے پیدا کردہ تھے اس لئے ۹ نومبر کی شام کو ریاست میں ہندوستانی افواج کے داخلے کا کوئی جواز نہیں [۱۴]

"کشمیر میں عوام نے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے ان کی فوج شکست خوردہ ہو کر منتشر ہو گئی ہے اور مہاراجہ کی حکومت ریاست کشمیر کے صرف ایک حصہ پر قائم ہے وہ لوگ جو مہاراجہ کے خلاف کھلی بغاوت پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ وہ مہاراجہ کی واپسی کو ناپسند کرتے ہیں اور ان علاقوں میں مہاراجہ کو کوئی اختیار نہیں۔ اگر مسٹر آئینگر کے کہنے کے مطابق ان سوالات کا مجموعی طور پر فیصلہ ہونا چاہیئے تو کشمیر میں بھی ایسا ہی کیا جائے ایک طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر ہندوستان سے الحاق اور مہاراجہ کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟ اور دوسری طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر پاکستان سے الحاق اور مہاراجہ سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے؟ اگر جوناگڑھ کے متعلق بھی اس تجویز پر عمل کیا جائے۔ [۱۵]

[۱۳] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۸۴

[۱۴] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۸۶

[۱۵] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۸۹

"میری گذارش ہے کہ سلامتی کونسل کا اصول کے سوال سے تعلق ہے اگر اس معاملے کی تاریخ ماضی کو چھوڑ کر دونوں ڈومینین اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ بذریعہ استصواب رائے حل کیا جائے تو حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ دونوں معاملات میں استصواب رائے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہو۔ کوئی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہ رہے کہ استصواب رائے میں ایک یا دوسرے فریق کی طرفداری کی گئی ہے یا ایک قوم کو دوسری قوم کے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہے۔ یہ ہے کشمیر اور جوناگڑھ کے معاملات کا لب لباب"۔ [۱۶]

بحث کا خاتمہ

چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کے بعد سلامتی کونسل کے صدر نے مسئلہ جوناگڑھ کی بحث کے خاتمہ کا حسب ذیل الفاظ میں اعلان کیا۔

"سلامتی کونسل کے ممبران کو یاد ہو گا کہ مسٹر گوپال سوامی آئینگر کی اپنی حکومت سے مشورے کے لئے روانگی سے قبل سلامتی کونسل مسئلہ کشمیر کے حل کی شرائط پر غور کر رہی تھی۔ گذشتہ دو اجلاس میں ہندوستانی وفد کی سہولت کی خاطر مسئلہ جوناگڑھ پر بحث ہوئی۔

میری رائے میں مسئلہ کشمیر کے حل کی جدوجہد کا وقت آگیا ہے اور اس کے بعد بلاشبہ مسئلہ جوناگڑھ ہوگا۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ آج کا اجلاس ملتوی کیا جائے اور مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس۔ امارچ بروز بدھ رکھا جائے [۱۷]

اس طرح سلامتی کونسل میں مسئلہ جوناگڑھ کی بحث دو روز میں ختم کر دی گئی۔

اس کے دو ماہ بعد اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے اپنے علاقے سے پاکستان کی

[۱۶] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۲

[۱۷] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳

طرف چند وسطے دریاؤں کا پانی روک دیا اور خطرناک قسم کی نوعیت عظیم تعدی کی تیاریاں کیں۔ نتیجتاً پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ چھڑ گئی جو کشمیر کے علاقے تک محدود رہی۔ آخر کار ۱۹۴۹ء کے آغاز میں اقوام متحدہ کی کوشش سے فائر بندی عمل میں آئی۔

تخلیق پاکستان کے ابتدائی چند سالوں تک اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر طویل بحث ہوتی رہی۔ ریاست کشمیر کی طرح، ریاست حیدرآباد اور ریاست جوناگڑھ بھی بھارتی حملے کا شکار ہونے کی وجہ سے مسئلہ کشمیر کی بحث کے دوران ان دونوں ریاستوں کا بھی کئی بار ذکر ہوتا رہا، لیکن جوناگڑھ کو ایک جداگانہ مسئلے کے طور پر پیش کرنے کی بھی کوشش نہیں کی گئی۔

اُمید کا خاتمہ

اس کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں دو مزید جنگیں ہوئیں۔ ان دونوں جنگوں میں کشمیر ایک اہم مورچہ رہا تھا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد دونوں فریقین کے درمیان شملہ معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ اس معاہدے میں دیگر معاملات کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ آئندہ سے دونوں فریقین پاک بھارت معاملات صرف باہمی طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت تک حکومت پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر کو زیر بحث لانے کی کوششیں ہوتی رہی تھیں لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور چونکہ فروری ۱۹۷۱ء میں مسئلہ جوناگڑھ کو مسئلہ کشمیر کے ساتھ منسلک کر کے پیش کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے ۱۹۷۱ء کے بعد اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں دوبارہ پیش کرنے کی توقع بھی تقریباً ختم ہو گئی ہے۔

باب بارہواں

چالیس سالوں کے دوران

مایوسی کا سفر:

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسئلہ جوناگڑھ پر فروری ۱۹۴۸ء میں صرف دو روز مکمل طور پر بحث ہوئی اور بعد میں مسئلہ کشمیر کی بحث کے دوران اس مسئلہ کا وقتاً فوقتاً مختصر ذکر ہوتا رہا۔ اس عرصے کے دوران پاکستان پہنچنے والے جوناگڑھ، مانا ودر، مانگرول، سردارگڑھ اور بانٹوا کے مسلمان اقوام متحدہ میں ہونے والی بحث کی خبریں ریڈیو پر بڑی دلچسپی اور اُمید کے ساتھ سنتے تھے۔ بین الاقوامی الجھنوں سے بے خبر یہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کسی بھی وقت جوناگڑھ واپس مل جانے کا اعلان کریں گے۔ اور وہ لوگ جلد ہی شاداں و فرحاں اپنے آبائی وطن واپس پہنچ جائیں گے۔

لیکن وقت گزرتا گیا۔ اقوام متحدہ میں بحث کے دوران جوناگڑھ کا ذکر کم سے کم ہوتا گیا اور ان لوگوں کی اُمیدیں آہستہ آہستہ مایوسی میں تبدیل ہونے لگیں۔ اس کے بعد جوناگڑھ کا نام بین الاقوامی سطح پر تو کجا قومی سطح پر بھی شاید کہیں سننے میں آتا ہے۔

اقوام متحدہ کو عرضداشت

سلامتی کونسل نے مسئلہ جوناگڑھ کی بحث ختم ہو جانے کے چھ ماہ بعد اقوام متحدہ کے پاک بھارت کمیشن کے چیئرمین مسٹر الفریڈ لوز الوس ۱۹۴۹ء کی ابتداء میں کراچی آئے۔ اس وقت ریاست جوناگڑھ کے مسلمانوں کی طرف سے انہیں ایک عرضداشت پیش کی گئی۔ جس میں بھارت کا بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ریاست جوناگڑھ پر قبضہ اور نتیجۃً ریاست کے مسلمان باشندوں کو جن مصائب سے گزرنا پڑا۔ ان کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس درخواست میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ حکومت پاکستان الحاق جوناگڑھ کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتی اور غیر فعال رہی ہے اور جوناگڑھ کے مسئلہ کو کشمیر کی آڑ میں پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

ابتدائی چند برسوں میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں گجراتی ممبران کی طرف سے کبھی کبھار مسئلہ جوناگڑھ اٹھانے کی کوششیں کی جاتی رہیں جو کہ ناکام رہیں۔

آج کا جوناگڑھ

برصغیر کی آزادی کے آٹھ ماہ بعد جوناگڑھ سمیت کاٹھیاواڑ کی تمام ریاستوں پر مشتمل ایک صوبہ سوراشٹر تشکیل دیا گیا تھا۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں سوراشٹر کو عظیم تر صوبہ بمبئی کے ساتھ شامل کر کے اس کے علیحدہ وجود کو بھی ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۶۰ء میں صوبہ مہاراشٹر نے صوبہ بمبئی سے بمبئی شہر چھین لیا اور بقیہ تمام علاقے کو صوبہ گجرات کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ اس تمام عرصہ میں جوناگڑھ کو ایک ضلع کا مقام دیا گیا تھا جس کی سرحدیں تبدیل ہوتی رہتی تھیں موجودہ ضلع جوناگڑھ بہ نسبت سابقہ ریاست جوناگڑھ کے کافی وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے ریاست پر بھارتی قبضہ کے بعد مسلمانوں خصوصاً میمن برادری کی بڑے

پیمانے پر ہجرت کے بعد اس پورے علاقے کی معیشت متزلزل ہو گئی تھی کیونکہ یہ لوگ ہی ریاست کے سب سے بڑے صارف (CONSUMER) تھے بہت سی چھوٹی چھوٹی صنعتیں بند ہو گئیں اور اتنے ہی کاریگر اور مختلف اشیاء کے چھوٹے چھوٹے دکاندار بیکار ہو گئے تھے۔ مقامی ہندوؤں اور سندھ سے آنے والے ہندو مہاجرین کی کوششوں کے نتیجے پانچ سات سال بعد حالات پھر معمول پہ آنے شروع ہو گئے تھے۔

اس کے باوجود حکومت بھارت سابقہ ریاست جوناگڑھ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے دانستہ طور پر کوئی سکیمیں نافذ نہیں کرتی تھی۔ حکومت ہند کی یہ دانستہ لاپرواہی سنہ ۱۹۷۱ء تک جاری رہی۔ شملہ معاہدے کے بعد حکومت بھارت کو شاید یہ یقین ہو گیا کہ حکومت پاکستان اب ریاست جوناگڑھ کے لئے کوئی دعویٰ نہیں کرے گی چنانچہ اس کے بعد جوناگڑھ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے بڑے پیمانے پر کوششوں کی ابتداء ہوئی یہ علاقہ پہلے ہی قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال تھا۔ اب جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ متعدد صنعتیں قائم ہوئیں جس کی وجہ سے یہ علاقہ بڑی تیزی کے ساتھ اقتصادی ترقی کے مراحل طے کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی تاریخی یادگاروں کے سبب وہاں سیاحت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ حکومت بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں آج تک سیاحت کے علاوہ کسی بھی بڑی صنعت کی بنیاد نہیں ڈالی۔

اس صنعتی ترقی کا تقریباً تمام تر مفاد ان ہندوؤں [illegible] جو بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ مسلمانوں میں سے کچھ [illegible] کے مالکان کچھ آسودہ حال ہیں ان کے سوا تمام مسلمان یا تو غریب ہیں یا نچلے متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ڈرائیور، کنڈکٹر، پھیری والے، مزدور اور چھوٹے چھوٹے دکاندار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

زندگی کی نصف صدی عبور کرنے والے لوگ جن میں ہندو اور مسلمان

دونوں شامل ہیں آج بھی نوابی دورِ حکومت کو بہت ہی محبت اور وارفتگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اُس دور میں انہیں جو تعلیمی، عدالتی، سماجی اور مذہبی سہولتیں، حوصلہ افزائی اور آسائشیں میسّر تھیں۔ وہ ان کے ماضی کی یاد کا خوشگوار عنصر ہیں۔ جوناگڑھ کے ہندو مصنفین نے سابقہ ریاست کے بارے میں جو کتابیں شائع کی ہیں اس میں صرف نواب مہابت خانجی کے پاکستان سے الحاق کے فیصلے پر تنقید کی گئی ہے اس کے سوا نوابی دورِ حکومت کے خلاف کوئی شکایت یا الزام تراشی نہیں ملتی۔

تاریخی یادگاریں

نوابی خاندان کے تقریباً تمام محلات کو اس وقت سرکاری دفاتر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

موتی باغ، جہاں متعدد اقسام کے درخت، پودے اور نباتات کا ذخیرہ اکٹھا کیا گیا تھا، وہاں اس وقت ایک ایگریکلچرل کالج قائم کیا گیا ہے۔ کاٹھیاواڑ کی سب سے پہلی پبلک لائبریری ہونے کا خصوصی اعزاز رکھنے والی بہادر خانجی لائبریری آج بھی اسی نام سے موجود ہے اور ہر سال لاکھوں قارئین، طلباء، دانشور اور محققین مستفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح جمیل شاہ داتار کی یاد میں قائم کی گئی پروسس ہاسپٹل آج بھی ہزاروں مریضوں کی خدمت کر رہی ہے۔ داتار کی پہاڑی پر واقع جمیل شاہ داتار کے تکیہ کی رونق آج بھی پہلے کی طرح قائم و دائم ہے گرنار پر واقع ہندو اور جین مذاہب کے مقدس مقامات کی اہمیت میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

جوناگڑھ میں پبلک میٹنگ کے بعد سردار پٹیل اور دیگر ہندو رہنماؤں نے سومناتھ کے بوسیدہ کھنڈرات کا دورہ کیا تھا۔ اور اس کی فوری از سرِ نو تعمیر کا اعلان کیا تھا۔ اس کام کے لئے جام صاحب نے اپنی جانب سے ایک لاکھ روپے

اور شاملداس گاندھی نے عوام کی جانب سے اکیاون ہزار روپے کا اعلان کیا تھا[۲۱]

مندر از سرِ نو تعمیر ہو جانے کے بعد بھارت کے صدر راجندر پرشاد نے اس کا افتتاح کیا۔ لیکن یہ نئی تعمیر ماضی کی عمارت کے مقابلے میں کوئی خاص بڑی یا شاندار نہیں ہے۔ ماضی میں روزانہ ہزاروں عقیدت مند سومناتھ کے درشن کے لئے آتے تھے۔ اس کے مقابلے میں فی الحال روزانہ صرف چند سیاح اس کو دیکھنے آتے ہیں۔

۱۳ نومبر سنہ ۱۹۴۷ء کے روز بہاء الدین کالج کے وسیع احاطے میں سردار ولبھ بھائی پٹیل نے ایک تقریر کی تھی جس کے دوران کچھ حاضرین نے بہاء الدین کالج کا نام بدلنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں سردار پٹیل نے شیخ بہاء الدین کو ایک عظیم محبِ علم قرار دیتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ ان کی یاد میں قائم کئے گئے اس کالج کا نام بدلنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ کالج آج بھی موجود ہے اور چند ہی سال بعد اپنے صد سالہ جشن کا انعقاد کرنے والی ہے۔

مہابت خانجی کا انتقال

نواب مہابت خانجی کراچی آنے کے بعد اپنے اہلِ خاندان کے ہمراہ صدر کے علاقے میں بونس روڈ کے ایک بنگلے میں رہائش پذیر ہوئے۔ اس بنگلے کو "جوناگڑھ ہاؤس" کا نام دیا گیا۔ نواب صاحب اپنی کراچی رہائش کے دوران بہت ہی کم باہر نکلتے تھے۔

جوناگڑھ اسٹیٹ کونسل نے ۹ نومبر سنہ ۱۹۴۷ء کو ریاست کو بھارت کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے ۱۳ سال بعد اسی تاریخ یعنی ۹ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء کو نواب مہابت خانجی کا ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ان کو مکمل سرکاری اعزاز

۲۱۔ "لوک کرانتی" صفحہ ۶۴

کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا گیا۔

نواب جہابت خانجی کی یاد میں کراچی کی ایک مشہور سڑک ایمبنک منٹ روڈ (EMBANKMENT ROAD) کو "نواب جہابت خانجی روڈ" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ تین فرلانگ طویل اس سڑک کے ایک سرے پر اسمٰعیلی جماعت خانے شاندار عمارت کھڑی ہے جبکہ دوسرے سرے پر لیاری گیٹ واقع ہے۔ سڑک کے ایک طرف کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مسلمانوں کی بلند و بالا رہائشی عمارتیں اور دوسری جانب ایک قدیم ہاسپٹل جو سینٹ ہاسپٹل کے نام سے مشہور ہے کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کا ایجوکیشنل اینڈ ٹیکنیکل سینٹر، آغا خان گرلز اسکول، بانٹوا کی ایک اَن پڑھ محب علم خاتون حاجیانی خدیجہ بائی کی قائم کردہ رونق اسلام گرلز کالج، انجمن ایرانیاں ہال، کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کا پبلک ہال، اسی ادارے کا سیکنڈری اسکول اور کراچی کا ایک وسیع کھیل کا میدان لکڑی گراؤنڈ واقع ہیں۔ لکڑی گراؤنڈ کے سامنے ہی بانٹوا میمن خدمت کمیٹی کی پانچ منزلہ وسیع ہاسپٹل بھی واقع ہے۔

دلاور خانجی کی دستار بندی

۲۱ اپریل ۱۹۶۱ء کو کراچی میں صدر ایوب خاں نے ولیعہد شہزادہ دلاور خانجی کی بطور نواب جوناگڑھ دستار بندی کی۔ دستار بندی کے بعد "جوناگڑھ ہاؤس" میں ایک دربار منعقد کیا گیا جس میں درباری شاعر جناب کامل جوناگڑھی نے مرحوم نواب کو خراجِ تحسین اور نواب دلاور خانجی کو مبارکباد دیتے ہوئے کچھ اشعار پیش کئے تھے۔ ریاست کے وفادار رہنماؤں اور کارکنوں نے نذرانے پیش کئے۔ موقع کی مناسبت سے چند تقاریر کی گئیں۔

نواب دلاور خانجی بھی اپنے والد کی طرح سیاست اور عوامی زندگی سے کنارہ کشی کرتے آئے ہیں۔ پھر بھی ریاست جوناگڑھ کے باشندوں کے قائم کردہ سماجی اور تعلیمی اداروں کی طرف سے منعقدہ اجلاسوں میں کبھی کبھار شریک ہوتے ہیں۔

شہرت سے دور رہنے کے باوجود بھی نواب صاحب کا ۱۹۶۷ء میں بطور گورنر سندھ تقرر کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے ۱۹۶۹ء تک اس عہدے کے فرائض انجام دیئے تھے۔

نواب دلاور خانجی بہت مذہب پرست آدمی ہیں مطالعہ کے بہت شوقین ہیں وہ بے حد ملنسار، حلیم الطبع اور خوش مزاج طبیعت کے مالک ہیں ریاست جوناگڑھ میں ہونے والے تمام واقعات سے باخبر رہتے ہیں۔ اور وہاں کے عوام کے کسی بھی قسم کی آفت میں مبتلا ہونے کی صورت میں وہ اس کا شدید اثر لیتے ہیں۔

دیگر کردار

سر شاہنواز بھٹو نے الحاق جوناگڑھ کے سلسلے میں تاریخ ساز کردار ادا کرنے کے بعد سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور سانحہ جوناگڑھ کے ٹھیک دس سال بعد نومبر ۱۹۵۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ریاست پر بھارت کے قبضہ کے بعد مانا ودر کے شیخ غلام محی الدین کو کچھ عرصہ کے لئے بھاؤنگر کے مہاراجہ کے پاس اور مانگرول کے شیخ نصیر الدین کو پوربندر کے رانا کے پاس بطور "سرکاری مہمان" رکھا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد آزادی ملتے ہی وہ دونوں کراچی آ گئے۔ بعد میں شیخ غلام محی الدین کو اقوام متحدہ کے پاکستانی وفد میں بطور ایک رکن شامل کیا گیا۔ اس وقت مانا ودر اور مانگرول کے شیخ صاحبان کراچی میں بقیدِ حیات ہیں۔

سردار پٹیل نے ہندوستان کے نقشے میں دیسی ریاستوں کی نشاندہی کرنے والے زرد رنگ کو ختم کر دینے کی جو قسم لی تھی اپنے اس اہم مقصدِ حیات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے کچھ عرصہ بعد وہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں انتقال کر گئے۔

جوناگڑھ کی عارضی حکومت کے صدر شامل داس گاندھی سوراشٹر اسمبلی کے الیکشن منعقدہ ۱۹۵۲ء میں جوناگڑھ کی نشست کے لئے اٹھے لیکن ایک مقامی امیدوار کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ دو تین سال بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

بھارتی صوبوں کے ساتھ منسلک کی گئیں بعض دیسی ریاستوں کے عوام میں نئے حکام کی بد انتظامی کے خلاف انتشار پیدا ہونے لگا۔ مغربی بھارت کے بعض سابق حکمرانوں نے اپنی ریاستوں سے بد انتظامی ختم کرانے کے لئے بھارت سے کئے گئے الحاق سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ۱۹۸۱ء کی ابتداء میں بمبئی میں اپنی ایک علیحدہ یونین تشکیل دی۔ بڑودہ کے مہاراجہ پرتاب سنگھ راؤ اس یونین کے صدر تھے۔ وہ مختلف ریاستوں میں جاکر الحاق کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے لگے چنانچہ ان کو اپریل ۱۹۸۱ء میں معزول کر کے ولیعہد فتح سنگھ راؤ کو مہاراجہ بنا دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی الحاق کے خلاف تحریک کا خاتمہ ہو گیا ۳۲

باشندگان جوناگڈھ کے مطالبات

چند ماہ پیشتر جوناگڈھ اسٹیٹ مسلم فیڈریشن کے موجودہ کنوینر جناب کے ایس مجاہد خان بلوچ کی جانب سے اردو میں ایک مجلہ "جوناگڈھ ایک المیہ" کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ اس مجلہ میں مسئلہ جوناگڈھ سے متعلق کافی تفصیلات شائع کی گئی تھیں اس مجلہ میں ایک میمورنڈم بھی شامل تھا جو کچھ عرصہ پہلے فیڈریشن کی جانب سے پاکستان کے صدر اور وزیراعظم، دیگر وزراء، قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبران کو ارسال کیا گیا تھا۔ اس میمورنڈم میں مسئلہ جوناگڈھ بیان کرنے کے بعد حسب ذیل مطالبات پیش کئے گئے تھے۔

(الف) جوناگڈھ، مانا ودر، مانگرول وغیرہ کو پاکستان کے پانچویں صوبہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے اور آئین میں اس کا ذکر کیا جائے۔

(ب) قومی اسمبلی میں ریاست کے باشندوں کے لئے مخصوص نشستیں رکھی جائیں۔

(ج) اس بات کی تشریح کی جائے کہ شملہ معاہدہ یا کسی دوسرے معاہدے کے ذریعے پاکستان اور بھارت کے درمیان جوناگڈھ کے بارے میں کوئی ایسا فیصلہ تو نہیں

۳۲ ؎ ۱۲ [illegible] صفحہ ۲۲۹، ۲۲۲

کیا گیا جس میں جوناگڈھ کے باشندوں کی منظوری نہ لی گئی ہو یا ان کو مطلع نہ کیا گیا ہو۔

(د) ریاست جوناگڈھ سے متعلق ہر ایک معاملے کو حل کرنے کے لئے ایک خاص ڈیپارٹمنٹ تشکیل دیا جائے۔

(ھ) ریاست جوناگڈھ کے پیشتر باشندے اپنی کوششوں سے آباد ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی بہت سے غریب خاندانوں کی آبادکاری کے لئے مناسب اراضی الاٹ کی جائے۔

(و) ماضی میں ریاست جوناگڈھ کے طلباء کے لئے انجینئرنگ اور میڈیکل کالجوں میں نشستیں مخصوص تھیں ان کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

(ز) ۱۹۷۱ء سے قبل نواب صاحب کو بعض خصوصی مراعات اور سہولیات حاصل تھیں جو بغیر کسی وجہ کے ختم کر دی گئی تھیں۔ ان کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

(ح) سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں باشندگان جوناگڈھ کے لئے کوٹہ مخصوص کیا جائے۔

(ط) ریاست جوناگڈھ کے شہری جو پاکستان میں آکر آباد ہونا چاہتے ہیں ان کو پاکستانی شہریت حاصل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے اس کارروائی کو آسان بنانے کے لئے وزارت داخلہ میں فیڈریشن کے تعاون سے ایک خصوصی ڈیپارٹمنٹ قائم کیا جائے۔

(ی) حکومت پاکستان کے اعلیٰ حکام مسئلہ جوناگڈھ کو بالکل فراموش کر چکے ہیں اور کوئی اس کا نام تک نہیں لیتا۔ ہم اس کا سبب نہیں سمجھ سکتے۔ ہم یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کرنے کے بعد سو گئے ہیں۔ مسئلہ جوناگڈھ کے سلسلے میں یہ بے توجہی ختم ہونی چاہیئے۔

کیا وہ غلطی تھی؟

اسی مجلہ میں ریاست جوناگڈھ کے ایک معروف گجراتی دانشور جناب

زندی نے "آئینہ سامنے رکھ دو تو بڑا بالا گے آ" کے عنوان کے تحت ایک مضمون میں باشندگان جوناگڑھ کے خیالات کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"ہمارے افسران کا طرز عمل اور جوناگڑھ کے سوال پر مکمل خاموشی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ یا تو یہ چاہتے ہیں کہ طویل مدت مسئلہ جوناگڑھ کو خود بھلا دے گی دجو فی الحال بھارت کے سوچ کے مترادف ہے، یا واقعی وہ اس مسئلہ کے کسی بھی پہلو سے صحیح واقف نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ہمارے لئے بڑی بدنصیبی اور ان کے لئے بڑی ہی شرم کی بات ہے۔ کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم جوناگڑھ کے لوگ یہ سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ ریاست کو پاکستان کے ساتھ شامل کرنے میں کہیں غلطی تو نہیں کی اور کیا وہاں کے نواب اور رعایا کی قربانیاں تمام بے سود اور فضول تھیں؟"

باب تیرہواں

کیا کھویا کیا پایا؟

منفرد ریاست

تاریخ کے صفحات سلطنتوں اور ریاستوں کے عروج و زوال کے حقائق سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان سلطنتوں اور ریاستوں کی اکثریت اپنے زوال کے بعد بہت کم یادگاریں اور تاثرات نقش کر جاتی ہیں اور وہ بھی ان کے اپنے متعلقہ علاقے تک محدود رہتی ہیں۔ لیکن چند منفرد سلطنتیں اور ریاستیں اپنے زوال کے بعد ایسے تاثرات نقش کر جاتی ہیں، جو ان کے متعلقہ علاقے کی حدود سے باہر کے علاقوں پر بھی گہرے اور دوررس اثرات مرتب کر جاتے ہیں۔

سقوط جوناگڑھ اور خصوصاً ۱۹۴۸ء کٹیانہ کی قرارداد کے بعد کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں کو اور خصوصاً مسلم لیگ کی پرجوش حامی میمن برادری کو اپنے جان و مال کی سلامتی کے لئے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ "کٹیانہ" برادری کی اکثریت کے ساتھ ہی کاٹھیاواڑ کے دیگر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی پاکستان گئی۔ گجرات کے علاقے سے بھی کافی تعداد میں مسلمان پاکستان آ گئے۔ ہجرت کا یہ سلسلہ ابھی کم ہی ہوا تھا کہ بھارت نے ایک ایسا قانون نافذ کر دیا جس کی رو سے بھارت اس اقلیم کو بھی "مسلمانوں" کو "پاکستان کی جانب ہجرت کا ارادہ رکھنے والا"

(INTENDING REFUGEE) قرار دے کر اس کی جائیداد ضبط کر لی جاتی تھی اس قانون پر نہایت بے دردی سے عمل کیا گیا جس کی وجہ سے کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مسلمانوں کی ہجرت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو ۱۹۵۵ء تک جاری رہا۔

گجراتی مسلمان

کاٹھیاواڑ، گجرات، کچھ اور بمبئی کے علاقوں سے آکر پاکستان میں سکونت اختیار کرنے والے ہر میمن اور دیگر برادری کے مسلمانوں کو "گجراتی مسلمان" کے نام سے پہچانا جاتا ہے چونکہ اُن کے آبائی وطن میں گجراتی اور اس کی ذیلی زبانیں ان کی روزمرہ بول چال اور کاروبار میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے یہاں پاکستان میں بھی ان کی بہت بڑی اکثریت یہی زبانیں اپنے باہمی بول چال اور کاروبار میں استعمال کرتی ہے۔

ان گجراتی مسلمانوں نے پاکستان آکر کبھی بھی مہاجر ہونے کا دعویٰ کر کے اپنی آباد کاری کے لئے حکومت سے کوئی امداد طلب نہیں کی۔ بلکہ دیگر صوبوں کے لاکھوں مہاجرین کو خود اپنی جانب سے امداد دی ہیں۔ قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں انہوں نے حکومت سے کبھی کسی قسم کی کوئی مالی امداد طلب نہیں کی۔ اور صرف نجی وسائل، ذاتی محنت اور حکمت و مہارت کے ساتھ ان گنت فخریہ کارنامے انجام دیئے ہیں۔

نواب مہابت خانجی کے الحاق جوناگڑھ کے اٹل فیصلے کے نتیجے میں پاکستان آنے والے ان گجراتی مسلمانوں اور خصوصاً میمنوں نے بھارت میں بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود پاکستان کی اس وقت کی بیمار و کمزور معیشت کو استحکام بخشنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

میمنوں کا کردار

کاٹھیاواڑ کے میمن مسلم لیگ کے پُرجوش حامی تھے جس کے نتیجے میں بانٹوا اور کتیانہ کے میمنوں کو مکمل طور پر لوٹ لیا گیا۔ بیشتر دیگر مقامات کے ہزاروں میمنوں کو اپنے گھربار، کاروبار اور کروڑوں روپے کی املاک چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے میمنوں کو کل کتنا نقصان ہوا اس کا صحیح تخمینہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ نقصان چند ارب روپوں تک جا پہنچتا ہے میمن برادری کے مختلف چوٹی کے تاجروں کو بھارت میں املاک اور دیگر اثاثوں کا کتنا بھاری نقصان ہوا۔ اس کی صرف ایک مثال یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

بانٹوا کے حسین قاسم دادا کے خاندان کی کل دو کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی غیر منقولہ جائیداد تھی۔ ان میں سے دو کروڑ روپے کی جائیداد "وقف الاولاد" کے طور پر قاسمی فنڈ کے نام تھی۔ بیس لاکھ روپے کی رقم دیگر مقاصد کے لئے حسینی فنڈ کے نام تھی اور آٹھ لاکھ روپے کی جائیداد حسین قاسم گرانٹ اینڈ چیریٹیبل وقف فنڈ کے نام تھی۔ ان کے اس تمام متروکہ جائیداد کے دعویٰ کے نتیجے میں ان کو اور ان کے دس بیٹوں کو پاکستان میں پینتیس لاکھ روپے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔ آزادی کے وقت برصغیر میں ان کی ۱۰۲ کاروباری شاخیں موجود تھیں۔ جن میں سے صرف دس کے سوا باقی تمام بھارت میں واقع تھیں۔ حکومت بھارت نے ان تمام شاخوں کو متروکہ جائیداد قرار دے کر ضبط کر لی تھی۔ ان تمام شاخوں میں کروڑہا روپے کا تجارتی سامان موجود تھا۔ ان میں سے کئی شاخیں اپنی ہی عمارتیں رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف بینکوں اور صنعتوں میں دادا خاندان کے پچاس لاکھ روپے نقد اور حصص بھی تھے انہیں ان تمام املاک اور اثاثوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دیگر تاجروں نے بھی کروڑہا روپے بینک کی نقدی، حصص، تجارتی سامان، جائیدادیں اور اثاثے گنوا دیئے۔

اس کے باوجود بھی میمن برادری نے دو چیزیں نہیں کھوئی تھیں کیونکہ ہندوستان کے باہر ان کا جو وسیع تجارتی سلسلہ پھیلا ہوا تھا اس کا بہت بڑا حصہ متروکہ جائیداد قرار دیکر بھارتی گورنمنٹ نے ضبط کر لیا تھا۔ پھر بھی بعض تاجر وہاں سے کچھ خاص نقد، قیمتی سامان اپنے ساتھ لانے میں کامیاب رہے تھے۔ جس نے پاکستان کی ابتدائی معیشت کو سنبھالا دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

دوسری چیز جو شرپسند میمنوں سے نہ لوٹ سکے تھے وہ ان کی تجارتی سوجھ بوجھ، حوصلہ اور جرأت تھی۔ جو ان کو کسی بھی نئے مشکل اور پیچیدہ حالات میں بھی نہایت مختصر عرصہ میں صفِ اول تک پہنچانے کی طاقت رکھتی تھی۔

بانٹوا کی بربادی۔ پاکستان کی خوشحالی

پورے کاٹھیاواڑ سے تو بجا لیکن صرف بانٹوا کے میمنوں کی ہجرت سے پاکستان کو کتنے بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ اس کا ذکر معروف مصنف جناب رئیس احمد جعفری نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

سردار گڑھ اور بانٹوا پر ہندوستانی فوجوں نے قبضہ نہ کیا ہوتا۔ اور وہاں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ توڑے ہوتے تو پاکستان کو اتنا بڑا نقصان پہنچا کہ اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ کاٹھیاواڑ کے سردار گڑھ اور بانٹوا کے میمنوں میں کوئی کروڑ پتی اور کوئی ارب پتی نہ تھے پر لکھپتی تو نہ جانے کتنے تھے ان کا کاروبار وسیع تھا اور ہر طرف پھیلا ہوا تھا تقسیم ہند کے بعد ان کا قطعاً یہ ارادہ نہیں تھا کہ ترک وطن کر کے پاکستان چلے جائیں جو ان کی کب سے ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ نہایت منظم طور پر سندھ کے ہندو ساہوکار، تاجر و صنعتکار اپنا سارا سرمایہ لے کر ہندوستان آ گئے تھے سندھ میں کوئی ہندوستان آگئے تھے سندھ میں کوئی ہندو کی نکسیر تک نہیں پھوٹی تھی۔ لیکن سرمایہ داروں نے صرف اس لئے ترکِ وطن کیا تھا۔ کہ پاکستان کی معیشت کو دھکا لگے اس طرح وہ اپنا وجود

قائم نہیں رکھ سکے گا کیونکہ اس کے پاس سرمایہ دار ہیں نہ تاجر، نہ صنعتکار۔ اس کا دیوالیہ ہونا ایک قطعی اور یقینی امر ہے لیکن بانٹوا اور سردار گڑھ کے میمن جب ہجرت کر کے آئے تو اپنی مہارت اور سرمایہ لے کر پاکستان آگئے اور یہاں آتے ہی انہوں نے ہندوؤں کا چھوڑا ہوا کاروبار اس خوبی سے سنبھال لیا جیسے کہ ہمیشہ سے وہ یہاں رہتے اور کام کرتے چلے آئے تھے۔

اس موضوع پر معتبر سیاستدان نواب صدیق علی خان اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

"اقتصادیات کے ہندو ماہرین نے مجوزہ ملک پاکستان کے قیام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ ہندو عوام کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ نیا ملک ایک دن سے زیادہ قائم نہیں رہ سکے گا اور یہ ثابت کرنے کے لئے اعداد و شمار پیش کئے۔ تحقیقات کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ الحاصل ہر وہ چیز پیش کی گئی جس سے اس امر کو تقویت پہنچے کہ پاکستان ایک ریت کا گھروندہ ہے جو خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ یا جس وقت چاہیں گے اس کو پیروں کے نیچے رگڑ دیں گے۔ دوسرا یہ بھی گھمنڈ تھا کہ تجارت کی منڈیوں پر مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کا ابھی بہت کچھ قبضہ ہے اور بعد میں تو پورا پورا قبضہ ہو جائے گا پھر مسلمان کیسے پنپ سکیں گے۔ تیسرے وہ اس غرور میں بھی مبتلا رہے تھے کہ مسلم علاقوں سے ہندوؤں اور تاجروں کو فوراً نکال کے پاکستان کو مفلوج کر دیں گے وہ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ کچھی اور میمن بھائی جنہوں نے ہندوستان میں کروڑہا روپیہ کا سرمایہ تجارت اور املاک میں لگا دیا ہے۔ ہندوستان کو کبھی چھوڑ کر پاکستان نہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ قیاس بالکل درست تھا کیونکہ ہمارے تاجر بھائی اپنا کاروبار اور مال و متاع ہندوستان میں چھوڑ کر نہ آتے۔ لیکن اللہ بھلا کرے سردار ولبھ بھائی پٹیل کا جنہوں نے دستور ایسی مسلم

وی۔ پی۔ مینن کی کتاب "ہندوستانی ریاستوں کے الحاق کی کہانی" سے ماخوذ "کشمیر اور جوناگڑھ کی کہانی" صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۸

تاجروں کو دھمکی دی اور ان سے توہین آمیز سلوک کیا۔ ہم اس موقعہ پر سابق صدر کانگریس اچاریہ کرپلانی کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے بلاوجہ ہمارے صوبہ سندھ کے ہندو بھائیوں پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر اور ڈراؤنے خواب دکھلا کر راجو اہم کے ملک کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس خلا کو جنوبی وسط ہند اور راجستھان سے آنے والے مسلمانوں نے پر کیا۔ ہمارے ہندو بھائی بغیر کسی روک ٹوک کے پاکستان سے دھن دولت یہاں تک کہ طوطے کا پنجرا اور سل بٹہ تک لے کر بھارت ماتا کے چرنوں میں بیٹھنے کے لئے چلے گئے وہ تو بغیر کسی روک ٹوک کے اس طرح گئے جیسے کوئی ایک ہی شہر میں ایک محلے سے دوسرے محلے میں منتقل ہو جائے۔ قائداعظم کی سخت تاکید تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہ ہو اور انہیں آنے جانے اور ان کے اثاثہ کو لے جانے کی مکمل آزادی ہو اور اس لئے ہی روزانہ گدھے اور اونٹ گاڑیوں کا بندرگاہ تک ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جانے والے جو ورغلائے اور گمراہ کئے گئے تھے۔ حسرت و یاس سے اپنے وطن عزیز کو آخری بار دیکھتے ہوئے ہمیشہ کے لئے رضاکارانہ طور پر چھوڑ رہے تھے۔ یہ لوگ زندہ دل۔ جفاکش لیکن عیش پرست تھے۔ ان کے جانے سے ہمارے ملک میں ایک عرصہ تک بے رونقی رہی اور اقتصادی زندگی بھی چند دنوں کے لئے متاثر ہو گئی میمن بھائیوں۔ دہلی کے سوداگروں اور دیگر مسلم تاجروں نے بجلی کی سرعت سے کام کر کے ملک کے اقتصادی نظام کو ایسا سنبھالا کہ عقل حیران رہ گئی۔[1]

متعدد کارنامے

میمنوں اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے پاکستان میں تجارت، صنعت، تعلیم، صحت اور فلاح و بہبود کے شعبہ ہائے زندگی میں جو اہم خدمات انجام دی

[1] نواب صدیق علی خاں "بے تیغ سپاہی" صفحہ نمبر ۳۲۱ تا ۳۲۲

ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یا پھر اتنا کہنا کافی ہو گا کہ پاکستان کی دس کروڑ کی آبادی میں گجراتی مسلمان صرف تین فیصد ہونے کے باوجود مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں ان کا حصہ ان کی آبادی کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ رہا ہے۔ اسٹاک ایکسچینج، چیمبرز اور دیگر تجارتی اداروں میں وہ اہم مقام کے حامل ہیں۔ نیز اس برادری کے صلح پسند، امن اور پر خلوص ہونے کی وجہ سے لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دیگر اقوام کے مقابلے میں گجراتیوں کے پڑوس میں رہائش اختیار کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

نظم و ضبط اور اتحاد

یہ سب گجراتی مسلمان اعلیٰ قسم کا سماجی نظام رکھتے ہیں۔ ان کی ہر ایک برادری کے متعدد سماجی ادارے ہیں جو جماعت کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ یہ جماعتیں سماجی معاملات میں نظم و ضبط نافذ کرتی ہیں۔ فرسودہ رسم و رواج کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اور اپنے مستحق ارکان کو مختلف طریقوں سے امداد دیتی رہتی ہیں ان میں سے کئی سماجی اداروں نے متعدد کلینک، ہسپتالز، زچہ خانے، اسکولز، مدرسے، کالجز وغیرہ قائم کئے ہیں جن سے ہر پاکستانی بلا امتیاز قوم و نسل مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ تمام ادارے ہر سال اپنی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ شائع کرتے ہیں اور ان کے عہدیداران کا باقاعدہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند بڑی برادریوں کے اپنے مرکزی ادارے بھی ہیں۔ گجراتی مسلمانوں میں تعلیم کا اوسط بہ نسبت دوسری اقوام کے زیادہ ہے۔

یہ تمام گجراتی خدمتی ادارے ہر سال خدمت خلق کے لئے کل کتنی رقومات خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اندازہ کئی کروڑوں تک جا پہنچتا ہے۔

سیاست کے میدان میں

گجراتی مسلمان مکمل آزادیٔ اظہار و خیال رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ مختلف سیاسی اور مذہبی اداروں اور گروہوں میں بٹے ہوئے رہتے ہیں۔ نتیجتاً وہ شاذ و نادر گجراتیوں کی اکثریت کے حامل علاقوں سے بھی وہ منتخب نہیں ہو پاتے۔ باوجود اس کے وہ بلدیاتی ارکان سے لے کر گورنر کے عہدے تک منتخب و نامزد ہوتے رہے ہیں صرف سابقہ ریاست جوناگڑھ کے باشندوں کا ذکر کیا جائے تو نواب دلاور خانجی ایک عشرہ پہلے گورنر سندھ کے عہدے پر رونق افروز ہو چکے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں قاسم حاجی عباس پٹیل (جوناگڑھ) اور ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں جناب کے۔ ایم مجاہد خان بلوچ (کھنڈی) سندھ کے صوبائی وزیر اور اسی عشرے میں حاجی حنیف طیب وفاقی وزیر کے طور پر فرائض انجام دے چکے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے عشرے میں جناب صدیق داؤد (بانٹوا) اور جناب اے۔ کے سومار (ویراول) قومی اسمبلی میں اور ۱۹۷۰ء کے عشرے میں جناب عبدالعزیز رنگیلا (کتیانہ) سندھ کی صوبائی اسمبلی میں منتخب ہو چکے تھے۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل مولانا عبدالستار ایدھی (بانٹوا) بھی اسی عشرہ میں مجلس شوریٰ کے رکن نامزد ہو چکے تھے۔

بڑا نقصان

الحاق کے نتیجے میں لاکھوں گجراتی مسلمانوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ کروڑوں روپے کی املاک گنوانی پڑی اور اپنے متعدد اہل خاندان کو چھوڑنا پڑا۔ پاکستان میں نئے حالات کے دباؤ کے تحت ان کی زبان تک چھن گئی اور وہ اپنے ادبی ورثے اور سابقہ تاریخ بھی بڑی حد تک کھو بیٹھے۔ ان کی امداد سے چلنے والی متعدد تعلیم گاہوں میں ان کی اپنی زبان کی تعلیم کے لئے کوئی بھی مقام نہ رہا۔ پاکستان آنے والے گجراتی مسلمانوں کو پہنچنے والا یہ سب سے بڑا لیکن مخفی نقصان تھا۔

اس کے باوجود بھی ۳ گجراتی اخبارات اور ایک درجن جرائد اور ان کے قارئین کی بہت بڑی تعداد نے اشاعت کے شعبے میں گجراتی کو پاکستان کی اولین صوبائی زبان کا درجہ دے رکھا ہے۔ تقریباً تین چار درجن مصنفین انتہائی جانفشانی سے اس زبان کے احیاء کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں۔ پاکستان میں گجراتی زبان حکومت کی اور خود گجراتیوں کی بے توجہی اور تغافل کے باوجود زندہ ہے اور گجراتی ثقافت کی خوشبو چہار اطراف پھیل رہی ہے۔

حرف آخر

تاریخ کا پہیہ مسلسل جاری رہتا ہے اس کو روکا یا واپس موڑا نہیں جا سکتا۔ بیسویں صدی کے وسط میں تاریخ کے زبردست سیلاب میں دنیا کے تقریباً تمام ملکوں کی بادشاہتیں بہہ گئیں۔ اس کے ساتھ ریاست جوناگڑھ بھی تاریخ پارینہ بن گئی لیکن دو سو سال قدیم اس ریاست کی یہ بربادی ایک نوزائیدہ وسیع ملک کی خوشحالی کا سبب بن گئی۔

نواب مہابت خانجی نے اپنی ریاست کے الحاق کا فیصلہ کیا اس وقت شاید ہی کسی کے وہم و گمان میں یہ بات ہو گی کہ صرف ۲ ماہ کے بعد بھارتی افواج کے قبضے اور لوٹ مار کے ساتھ ریاست کے بیشتر مسلمان گھر اور ان کے ساتھ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاکھوں مسلمان اپنی تجارتی سوجھ بوجھ، مہارت اور حوصلے کی دولت کے ساتھ پاکستان پہنچ جائیں گے اور پاکستان کی متزلزل معیشت جس کے بارے میں یہ پیشین گوئیاں کی جاتی تھیں کہ یہ صرف چھ ماہ میں ختم ہو جائے گی، اس کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیں گے اور اس کے بعد بھی ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتے رہیں گے۔

نواب مہابت خانجی کے فیصلے کے نتیجے میں گجراتی مسلمانوں کے طاقتور بہاؤ نے پاکستان کی ویران معیشت کو ثمر آور بنا دیا۔ ریاست جوناگڑھ خود ختم ہو گئی، بانٹوا اور کتیانہ شہید ہو گئے لیکن ان کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔ الحاق جوناگڑھ اور اس کے نتائج کی کہانی کا یہ آخری باب ہے۔

ختم شد

حوالہ جات

کتابیں

گجراتی

۱۔ چھوٹو لال ورد رحمان شاہ، "سوراشٹر نو چکر" (زیریا چکر)
گاندھیو ساہتیہ مندر، سورت۔ ۱۹۶۳ء

۲۔ حبیب لاکھانی، "پاکستان اور میمن" (۱۹۸۲ء)

۳۔ رتو بھائی کوٹھاری، "جوناگڑھ فاروکراتی" (جوناگڑھ کا عوامی انقلاب)
گوراں اینڈ سنز، بمبئی۔ ۱۹۴۹ء

۴۔ رنچھوڑجی دیوان، "تاریخ سورٹھ و ہالار"
مترجم شمبھو پرشاد دیسائی، غیر مطبوعہ فارسی مسودہ، ۱۸۳۰ء
تازہ ترین گجراتی ترجمہ ۱۹۸۶ء۔ پربھاس پرکاش، جوناگڑھ

۵۔ شمبھو پرشاد دیسائی، "سوراشٹر نو اتہاس" (تاریخ سوراشٹر)
سوراشٹر سنسکرتی سنگھ، جوناگڑھ۔ ۱۹۶۸ء

۶۔ عمر فاضل فاروقی، "لوہیاڑ لوٹ" (خون آلود لوٹ)، ۱۹۸۰ء

۷۔ عمر فاضل فاروقی، پاکستان ورس پچھی (پچیس سال بعد)

۸۔ مکوم، "بانٹوا ڈائریکٹری"۔ بانٹوا ۱۹۸۳ء

۹۔ مانڈھیا: "[illegible]" شاہین پبلیکیشنز کراچی [illegible]
۱۰۔ [illegible] پاریکھ: "جونا گڑھ [illegible]" [illegible]
[illegible] بمبئی [illegible]

اردو

۱۔ ڈاکٹر سعید بیگ: "[illegible]" [illegible] پبلیکیشنز
[illegible] حیدرآباد [illegible]
۲۔ [illegible]: "[illegible] جونا گڑھ [illegible]"
[illegible] (INTEGRATION OF INDIAN STATES)
"[illegible]" [illegible]
۳۔ [illegible] "[illegible]"
[illegible]
۴۔ [illegible]

[illegible]

جونا گڑھ [illegible]

۱۔ [illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈان گجراتی

۳۔ مانڈھیا: "[illegible]" [illegible]

کتابچہ میمن ایسوسی ایشن کا دس سالہ مجلہ ۱۹۷۱ء

۴۔ "[illegible]" [illegible]
۵۔ "[illegible]"
۶۔ حبیب حاجی [illegible]
۷۔ عبداللطیف [illegible]

میمن بلیٹن کراچی

۸۔ "[illegible]"

میمن سماج

۹۔ "[illegible]"
۱۰۔ [illegible] "[illegible]"

میمن عالم

۱۱۔ "[illegible]"

وطن

۱۲۔ [illegible]
۱۳۔ [illegible] "[illegible]"

گجراتی روزنامے اور جرائد

۱۔ "مسلم ٹائمز" (روزنامہ۔ بمبئی) مدیر "صادق"

۲۔ "مسلم بلیٹن" (ہفتہ وار۔ راجکوٹ) مدیر "نور"

۳۔ "مسلم گجرات" (ہفتہ وار۔ سورت) مدیر "منادی"

۴۔ "پاکستان" (ہفتہ وار۔ بمبئی) مدیر "حسین خان بُرو"

انگریزی کتابیں

1. Chaudhri Mohammad Ali: "EMERGENCE OF PAKISTAN" University of Punjab Lahore- 1973.

2. Hudson, H.V. "THE GREAT DIVIDE" Oxford University Press, Karachi- 1970.

3. Jones, Alen Campbell "MISSION WITH MOUNTBATTEN" Robert Bell & Company, London- 1951.

4. Menon, V.P. "STORY OF THE INTEGRATION OF INDIAN STATES" Oriental Longman, Calcutta. 1956.

5. "TIMES OF INDIA DIRECTORY". 1939.

ملاقاتیں

مندرجہ ذیل فہرست میں تحریر کئے گئے تمام افراد سوائے ایک کے اس وقت پاکستان آ چکے ہیں۔

قوس میں ان افراد کے آبائی مقامات کے نام تحریر کئے گئے ہیں۔

۱۔ جناب اختر ایل۔ ایل۔ بی (ویراول)

۲۔ جناب اسمٰعیل ابراہیم کاروات (جوناگڈھ)

۳۔ جناب اسحٰق جمعہ امریلیا (ونتھلی)

۴۔ جناب اسمٰعیل جمعہ امریلیا (ونتھلی)

۵۔ جناب سید اکبر علی محمد میاں (امریلی)

۶۔ جناب حاجی رزاق جانو (دھوراجی)

۷۔ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین محمد میاں مولوی (مانگرول)

۸۔ جناب زین العابدین "مدہوش" ترمذی (جوناگڈھ)

۹۔ جناب عبدالعزیز یوسف داتاوالا (دھوراجی)

۱۰۔ عبدالقادر موسیٰ لاکھانی مرحوم (بھاؤنگر)

۱۱۔ جناب عمر فاضل فاروق (کتیانہ)

۱۲۔ جناب غنی ڈولا (ترسائی)

۱۳۔ جناب محمد علی عماد ترمذی (جوناگڈھ)

۱۴۔ جناب شیخ نور محمد عمر (جوناگڈھ)

۱۵۔ جناب ولی محمد امی جی پٹیل (ونتھلی)

۱۶۔ جناب ہارون "آگ" (ونتھلی)

۱۷۔ جناب یوسف حسین قاسم دادا (بانٹوا)

اشاریہ

"الحاق جوناگڑھ" میں جن شخصیات، مقامات اور اداروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کو مندرجہ ذیل اشاریہ میں اُردو کے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جوناگڑھ ریاست، جوناگڑھ شہر، کاٹھیاواڑ، گجرات پاکستان اور ہندوستان کا اس کثرت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے کہ ان سے متعلق صفحات کے نمبر اس اشاریہ میں ضروری نہیں سمجھے گئے تاہم جوناگڑھ ریاست اور جوناگڑھ شہر سے متعلق اہم موضوعات کا بیان جن صفحات پر ہے ان کے نمبر اس اشاریہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

میمنولوجی سے متعلق میری سابقہ چار کتابوں کے مطابق اس کتاب میں بھی جن میمن شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے اس اشاریہ میں ان کا نام مع ان کی ولدیت، خاندانی نام اور ان کے آبائی وطن کے نام کے مذکور ہے اکثر میمنوں کے نام میں یکسانیت ہونے کی وجہ سے ان کی صحیح شناخت کے لئے ان کا خاندانی نام اور ان کے آبائی گاؤں کا ذکر کرنا لازمی رہتا ہے۔

(ا)
...ری حاجی داؤد (جیتپور) باوانی ۱۴۳
...حاجی پیر محمد جاگڑا (رباطی) ۳۰ - ۳۱ - ۶۱ - ۱۳۹
...انڈیا اسٹیٹس کانفرنس ۳۳
...کولا ۱۴۳
...شنکر رام سواتی ۲۹
...گوپال سواتی ۱۴۱ - ۱۴۴ - ۱۴۸ - ۱۶۹
... ۱۱۶
...اسمٰعیل محمد (جوناگڑھی) ۲۵ - ۵۶ - ۵۸ تا ۱۱۶ - ۱۳۵
...اسے کے۔ دوانی (جوناگڑھی) ۷۰
...ابراہیم وکیل ۱۳۶
...پیا ۲۸ - ۳۱ - ۱۳۱
...آباد ۱۳ - ۱۴
...ابراہیم باوانی (جیتپور) ۳۲
...اے۔ ایچ ابراہیم باوانی (جعفر ودھی) ۱۹۵
...داؤد گاندی (رباطی) ۱۳۹
...ایل حاجی احمد یوسف قاضی (ویراول) ۳۵ - ۳۶
...یس ۳۰ - ۵۰
...اوڑ ۵۹ - ۶۱ - ۶۲ تا ۶۳ - ۷۷ - ۹۵
...ک ۱۰
...فریج لونا نو ۱۸۶
...کاتستان ۵۳
...م احمد بھیم موتی کونسل ۸۹ - ۱۲۳ - ۱۵۹ - ۱۷۹ تا ۱۸۰ - ۱۸۱
۱۸۲ - ۱۸۴ - ۱۸۹
...اعظم ۱۵
...امام اللہ ۱۰۰ - ۱۰۳
...م خان مولانا ۴۰
...ٹ ڈکٹر پرنس آف ویلز ۲۳
...ب خان ۱۳
...محمد شہزادی ۱۱۳
الطاف حسین ۱۰۷
الفوز ۱۳۹
اسب ۴۸
امواچند ۹۵ تا ۹۶ - ۱۰۹
امرت لال سیٹھ ۷۵ - ۹۶ - ۸۰
امرت کی دیوان ۲۰
امریلی ۲۲ - ۹۵ - ۱۰۳ تا ۱۰۳ - ۱۳۶ - ۱۵۹
امرجی وکامجی چھپیلا ۱۳۸ تا ۱۳۹
انت سالت پٹنی ۱۰۳
اُوچا کوٹ محلہ ۸ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۷۶ - ۸۱
احمد شاہ ۱۸
اڈورجیٹ ایئرویز ۹۹
اوکن لاک فیلڈ مارشل ۹۰
اوکھا ۲۰ - ۲۲ - ۳۶ - ۱۳۶ - ۱۵۶ - ۱۵۹ - ۱۹۰ تا ۱۹۱ - ۱۹۲
اوکھائی میمن جماعت اوکھا ۱۹۰ تا ۱۹۱
اوکھائی میمن جماعت کراچی ۱۹۳
اوزار سیٹھ ۸
ایلیہ بائی ہولکر ۱۳
ایم جی عبدالستار عبدالشکور (دھوراجی) ۱۹۸
ایسٹ انڈیا کمپنی ۳۰ - ۳۹ تا ۴۱
ایوب خان فیلڈ مارشل ۱۹۶
اے۔ ڈی۔ کریم عبدالغنی داؤد کریم قاضی (رباطی) ۱۳۴
اے کے (عبدالکریم) سعد (ویراول) ۱۹۸
ایم۔ آئی مرچنٹ (بمبئی) ۱۹۵
(ب)
بابر یاد داؤ ۸۳ - ۸۹ - ۱۰۴ - ۱۰۸ - ۱۰۹
بابی خاندان کے پیشرو ۱۴ تا ۱۸۳ - بابی لقب ۱۸ - بابی دور حکومت
(مزید جوناگڑھ ریاست بھی دیکھیے)
بادشاہ میاں ۱۸

بلاسور ۱۰۶ - ۲۵
بلرام ۱۱
بلاسپور ۱۹ - ۲۸
بلوم سنگھ کمیشن ۹۳
بانٹوا ۳۰ - ۱۸ تا ۲۰ - ۲۹ - ۵۵ - ۱۲۳ - ۱۲۵ تا ۱۲۶ - ۱۶۱ - ۱۸۱
۱۹۱ - ۱۹۳ - ۱۹۳ تا ۱۹۵ - ۲۰۰ سابقہ بانٹوہ بیلال ۲۹ تا ۳۱
جشن الحاق ۷۰ تا ۷۱ - بھارتی قبضہ ۱۰۸ - لوٹ ۱۳۵ تا ۱۳۸
میمنوں کی ہجرت ۱۳۰ - ہجرت کے بعد بربادی ۱۲۸ تا ۱۳۰
بانٹوا میمن جماعت ۹۱
بحیرۂ عرب ۵ - ۶ - ۱۶۲
بڑودہ ریاست وشہر بمع جونا گڑھ ۱۸ تا ۲۲ - ۲۷ - ۳۰ - ۳۱ تا ۳۳ - ۱۶۵
بڑودہ شہر ۱۵۹
بستار ۵۰
بکھرا بھایانی ۷۰
بلوچستان ۲۸
بمبئی ۳۰ - ۵۵ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۷ - ۶۹ - ۸۱ - ۱۲۶ - ۱۳۱ - ۱۵۳
۱۵۳ - ۱۵۹ - ۱۶۱ تا ۱۶۳ - ۱۸۸
بہادر خان اوّل (شیر خان) ۱۸ تا ۱۹ - ۲۰۰
بہادر خان ثانی ۲۱ - ۲۳
بہادر خان کی سرگرم ۲۲ - ڈائریری ۲۵ - ۱۸۳
بہار ۹۱ - ۱۵۷ - ۱۶۳ - ۱۶۹
بہاؤ الدین شیخ ۲۵ تا ۲۷ کالج ۲۰ تا ۲۷ - ۱۲۱ - ۱۸۵
بہاولپور ۲۰
بہاؤ نگر ۹۸ - ۱۰۰ - ۱۰۳ تا ۱۰۳ - ۱۹۰
بھڑودہ ۱۰۳
بھرت پور ۱۳۶
بھرانی سنگھ راوجا ۶۹
بھوپال ۳۹ تا ۵۰
بھیسان ۱۰۹

(پ)

پاکھی پوتر ۷
پاٹن ۱۳
پالن پور ۲۷
پربھاس پاٹن ۸ - ۱۲۶

پرتاب سنگھ راؤ گائیکواڑ ۱۳ - ۱۵۹ - ۱۸۷
پرتھوی سنگھ ۱۵۷ تا ۱۵۸
پتا جی سیتارامیا ۹۳
پٹیل ولبھ بھائی سردار ۳۱ - ۳۹ - ۵۰ تا ۵۱ - ۵۸ - ۶۳ - ۶۶ - ۶۵
۹۳ - ۱۱۳ تا ۱۱۵ - ۱۲۰ تا ۱۲۳ - ۱۲۸ - ۱۳۶ - ۱۵۹ - ۱۸۲ - ۱۸۵
۱۸۷ - ۱۹۵ - مسلمانوں کو دھمکیاں ۱۲۰ - ۱۳۱
پردیومن سنگھ ٹھاکر ۱۵۷ تا ۱۵۴
پٹواری جیتا ۱۵۵
پنجاب ۳۰ - ۲۷ - ۹۳ - ۱۶۱
پور بندر ریاست ۲۸ - ۹۰ - ۱۲۰ - ۱۳۳ - ۱۵۵
پور بندر بندرگاہ ۲۱ - ۹۰ - ۹۱ - ۱۵۷ تا ۱۵۸ - ۱۶۱
پور بندر سوریا واڑ میمن جماعت (پور بندر) ۱۵۷
پور بندر سوریا واڑ فشر کو (پور بندر) ۱۵۷
پیر بخش ۱۰
پی۔ آئی۔ اے ۹۹

(ت)

تبت ۵۳
ترلوک گور ۳۹
تعلقہ دیوڑی ۷۰

(ٹ)

ٹوڈرمل راجہ ۱۶
ٹونک ۲۷
ٹھٹھہ ۱۳

(ج)

جام نگر ۱۵۶
جعفر آباد ۹۰
جترال ۹۸
جمیل شاہ ڈاکٹر ۹ تا ۱۰ - ڈاکٹر کو پہاڑ ۹ تا ۱۰ - ۱۸۳
جیروکی ہاسپٹل ۲۳ - ۱۸۳ جیٹھ جیالا ۲۵
جمیعت المسلمین جوناگڑھ ۳۵ - ۱۱۲ تا ۱۱۳
جھیرو ۲۷
جنم بھومی ۶۵ - ۶۶
جودھپور ۳۵ تا ۳۶

جوناگڑھ ریاست ۔ ابتدائی معلومات ۵ تا ۷ ، صوبہ ۱۰ تا ۱۵ ، اشرپ ۱۱
بیت ۱۱ ، دلبھی ۱۱ ، جوناگڑھ اسمبلی ۱۱ تا ۱۳ ، سلاطین گجرات ۱۳ تا ۱۶ ، چیفس ۱۱
بابی دور حکومت ۱۷ تا ۳۰ ، حجابت کا گی سرقم کو دور ۲۸ تا ۳۰ ، پاکستان
کے ساتھ الحاق ۵۳ ، ۵۰ تا ۵۹ تا ۸۱ ، اعلان الحاق کی تقسیم ۵۰ ، الحاق کا اعلان
۵۹ ، پاکستان کی منظوری ۵۸ تا ۶۱ ، ابتدائی مخالفت ۶۱ تا ۶۹ ، ناکہ بندی
۶۸ ، ۵ ، اقتصادی ناکہ بندی ۷۵ تا ۷۶ ، بھارتی افواج کا محاصرہ ۹۰
عارضی حکومت کو پیش قدمی ۹۵ تا ۹۶ ، ۱۰۲ تا ۱۰۳ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۲۰ تا ۱۲۲
پاکستان کی جانب سے رد عمل کا فقدان ۱۰۲ ، آخری ایام ۱۱۲ تا ۱۱۸ ، سقوط
رائے عامہ ۱۵۵ تا ۱۵۹ ، اقوام متحدہ ۱۷۹ تا ۱۸۰ ، موجودہ حالات ۱۹۲ تا
۱۹۵ ، الحاق کے نتائج ۱۹۱ تا ۱۹۲ ، مزید دیکھئے جوناگڑھ شہر اور
جوناگڑھ کی عارضی حکومت
جوناگڑھ شہر ۔ قدیم تاریخ ۷ ، سابقہ نام ۸ تا ۱۰ ، بھارتی افواج کا داخلہ
۱۲۲ تا ۱۳۳ ، فرقہ وارانہ فساد ۱۵۱ تا ۱۵۲
جوناگڑھ ایڈوائزری کونسل ۳۳ - ۵۹
جوناگڑھ پرجا منڈل ۳۵ - ۹۳
جوناگڑھ اسٹیٹ کونسل ۳۳ - ۵۹ - ۵۶ تا ۵۷ - ۱۲ - ۱۱۵ - ۱۱۶ تا ۱۱۸ - ۱۸۵

جوناگڑھ اسٹیٹ مسلم فیڈریشن ۱۸۷ تا ۱۸۸
جوناگڑھ کی عارضی حکومت ۳ - ۷۷ - ۸۶ - ۸۸ - ۹۲ - ۱۱۲ تا ۱۱۳
۱۱۹ - ۱۲۱ - ۱۲۳ - ۱۲۵ ، تشکیل ۷۹ تا ۸۰ - ۸۳ ، بمبئی میں ۸۱ تا
فوجی تنظیم ۸۳ تا ۸۴ ، پیش قدمی ۹۵ تا ۹۶ - ۱۰۲ تا ۱۰۳ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۲۰ تا
۱۳۱ ، برطرفی ۱۵۶
جھالاواڑ ۱۷
جہلم دریا ۹۳
جیتپور ۳۱ - ۱۵۵
جیسلمیر ۱۰۳
جیٹھالال جوشی ۹۳
جے سکھ لال ڈاکٹر ۱۲۵ - ۱۲۹
جیسلمیر ۳۵ تا ۳۶

(چ)

چاناکیہ ۲۸ تا ۲۹
چاپانا ۵۳
چترال ۲۸
چندر پال ۱۰

چندر چوڑ ۱۱
چورواڑ ۳۲
چونی لال دیوان شاہ ۱۳۳
چھتیس گڑھ ۵۰
چھوٹو ۱۳۶
چمن لال سیکوالا ۳۳

(ح)

حامد خان اوّل ۲۰ تا ۲۱
حامد خان ثانی ۲۳
حبیب بینک ۱۲۸
حبیب حاجی پیر محمد کھتہ والا (بانٹوا) ۳۰ - ۳۱ - ۹۱ - ۹۲ - ۱۲۹
۱۳۰ - ۱۳۳ تا ۱۳۴
حبیب حاجی شکور راوتریا (پور بندر) ۱۵۷
حسینا پور ۷
حنیف حبیب کوکان والا (بانٹوا) ۱۲۸
حسین آدم دھلیا (بانٹوا) ۹۱
حسین قاسم دادا (بانٹوا) ۳۰ - ۳۱ - ۹۱ - ۱۲۹ - ۱۲۷ - ۱۳۰ - ۱۹۳
حیدر آباد دکن ۲۸ - ۵۰ - ۵۱ تا ۵۳ - ۶۳ - ۶۳ - ۱۸۰
حیدر آباد (سندھ) ۲۵ - ۱۶۵

(خ)

خاران ۲۸
خدیجہ بائی رحمانی (سلیمان مومن) (بانٹوا) ۱۶۹
خیرپور ۲۸

(د)

دانتا ۱۸۰
داہر راجا ۱۲۹
دگ وجے سنگھ کو جام صاحب ۲۸ - ۸۰ - ۸۸ - ۱۲۱ - ۱۲۹ تا ۱۳۱ - ۱۳۳
ڈربھرا کی گٹیانی ۸۲ - ۶۹
دلاور خانجی نواب ۲۲ - ۹۹ - ۱۵۹ تا ۱۸۶ - ۱۸۸
دلاور سنگھ کیپٹن ۳۲
دلاور گڑھ ۱۰۹
دلپت رام دیوان ۱۹

دلیر خان ۱۹
دوست محمد کریشی ۱۳۹
دہلی ۳۵-۳۹-۵۹-۵۵ تا ۵۷-۹۲-۸۳-۸۸-۸۹-۹۴-۹۱
۱۰۴-۱۱۳-۱۵۵-۱۶۹
دولت سنگھ ۱۳۶
دھرول ۹۳-۹۶
دھرابجی ۲۹-۳۱-۱۳۱-۱۵۳ تا ۱۵۳-۱۹۵
دھرابجی جین پاٹھ شالہ دھرابجی ۱۵۳
دیا شنکر دوسے ۹۳-۱۵۵
دیولاڑ ۹
ڈرو ۳۸
ڈونگا ۱۳۵
ڈیرہ ۱۸-۱۳۷

(ذ)

ذاکر سادے ۱۳۲ تا ۱۳۳
ذوالفقار علی بھٹو ۱۴۴
ذوالفقار علی بھٹو راستے ۹۳-۹۳-۸۸-۱۶۹

(ر)

راجہ علی نجی ۲۱
رام بریچ ۱۳
راماچندر سوم ۱۳ تا ۱۳
رانجھا پال ۳
راوتی ۳
راجستھان (راجپوتانہ) ۸۰-۱۳۹-۱۵۹-۱۹۳-۱۹۸-۱۶۹-۱۶۹
راجکوٹ ۲۱-۲۲-۸۸-۸۱ تا ۸۳-۹۳-۹۵-۱۰۳-۱۰۶ تا ۱۰۸
۱۱۲-۱۱۳-۱۱۸-۱۲۰- - ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱ تا ۱۵۲
رام گوپال چاریہ ۱۳
رامچندر پرشاد ۔ صدر جمہوریت ۱۸۵
رامچندر سنگھ ٹھاکر ۱۳۹-۱۵۰
رام علی پور ۱۹-۳۷
راشد منیر علی محمد ۱۳۲
راولپنڈی ۱۳۹
رام پور ۵۰

رنچھوڑ بھائی دیوانی ۹۳-۸۳-۹۵
رنچھوڑ بھائی گوندری ۹۳-۱۳۸
رسول خان پٹھان ۱۹۰
رسول خان نواب ۵-۲۳-۲۸
رنگ لال پاریکھ ۹۳
رتنجی بھائی (بمبئی) ۱۲۳-۱۹۶
رگھوناتھ دیوان ۲۰
رنجیت سنگھ مہاراجہ ۹۰
رگھوبیر سنگھ دیوان ۲۰ تا ۲۱
روہڑی ۱۰
روس ۵۳
رئیس محمد حمزہ ۱۹۳

(ز)

زور آور خان ۱۹

(س)

سالار جنگ ۱۳۹
سچن ۳۷
سردھیا ۳۱
سردار پٹیل ۹۱ تا ۹۳-۱۰۸
سرحد ۹۴ تا ۹۸-۱۰۹-۱۱۵
سلیمان آدم جی (بمبئی) ۱۳۶
سلیمان ابراہیم بھوج راج اتوں ۹۱
سلیمان سلطان ۱۵
سلیمان عبدالغنی بھگرائی (دھوکا) ۱۹۰
سندھ ۸-۱۱-۱۵-۲۹-۳۰-۳۵-۵۵-۱۸۷-۱۹۵ تا ۱۹۲
۱۸۷-۱۹۸
سندھی چندہ جمع بجر ۱۳۸-۱۹۱ تا ۱۹۲-۱۹۵-۱۹۳ تا ۱۹۶
سکندر لودھی ۱۰
سورت ۳۸
سوم رتن گلاب ۱۰
سورج بھائی وزیر ۸۰
سومناتھ ۵ تا ۸-۱۱-۱۳ تا ۱۳-۸۸-۸۱-۱۳۹-۱۸۳ تا ۱۸۵
سیٹھ یوسف دادا ۳۵

(ش)

شاہنواز بھٹو صدر ۳ تا ۹۳-۹۵-۹۶ تا ۹۸-۸۸ تا ۸۹ تا ۱۰۳
۱۱۱-۱۱۸-۱۳۳-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۵۵-۱۸۵-۱۸۷
شاہجہان ۱۶
شاہنواز بھٹو ۵۲ تا ۵۶-۹۳-۹۳-۹۶-۹۱-۱۱۳ تا ۱۱۳-۱۱۵
۱۱۲-۱۱۳-۱۱۸-۱۲۵ تا ۱۲۸ -۵۵ تا ۵۹-دیوان ۵۸-
شاہنواز مسلم لیگ اور پاکستان کے نام مراسلات ۵۰-۹۶-۱۹۸ تا ۱۰۲-۱۱۹
۱۱۳-۱۱۹ و دیگر ۱۸۷
شکارپور ۵۵
شمال مغربی سرحدی صوبہ ۳۸
شمبھو پرشاد دیسائی ۳۵
شنکر ساہو ۱۳۳-۱۸۸
شیخ عبداللہ ۵۳-۹۱-۹۳
شیر خان بابی ۱۶
شیر خان سوار ۹۱-۱۰۰
شیورات رائے ماکڑ ۳۶-۵۰

(ص)

صالح محمد کمتری ۱۱۶
صالح محمد دیوان ۹۰
صدیق دادا گھانچی (دھوراجی) ۱۹۸
صدیق علی خان نواب ۱۹۵ تا ۱۹۶
صلابت خان ۱۸

(ظ)

ظفر اللہ خان چوہدری ۵۶-۵۹-۱۲۳-۱۳۹ تا ۱۷۵-۱۸۱
ظفر نامہ ۵۰ تا ۱۸

(ع)

عادل خان ۱۶
عبدالستار حاجی (دھوراجی) ۱۳۹
عبدالستار صالح محمد خاں (کراچی) ۱۳۱
عبدالستار محمد داؤد و دادا ۹۱
عبدالعزیز علی محمد رنگیلا (کراچی) ۱۹۸
عبدالعزیز یوسف دادا (دھوراجی) ۱۹۵-۱۹۰
عبدالغفار حاجی جمال میمن (رچشمہ) ۱۹۵-۱۹۶
عبدالغنی ابوبکر دادا رنگ ساز ۱۹۳
عبدالغنی عثمان بھائی (کراچی) ۱۳۰
عبدالقادر معین الدین ۱۰۸
عبدالقادر محمد حسین ۵۵-۵۸
عبدالقادر موسیٰ کاٹھیاواڑی (بھاؤ نگر) ۱۹۳ تا ۱۹۵
عبدالکریم عبدالرحمٰن (حیدر آباد) ۱۳۱
عبداللطیف عبدالرحمٰن دادا ۱۹۵
عبداللطیف ابراہیم دادا (رچشمہ) ۳۲-۱۹۵
عبداللطیف عبدالرحیم فاضل (کراچی) ۱۳۳
عبداللطیف حاجی محمد (کراچی) ۱۳۳
عبداللہ سید ۱۱۶
عبدالمجید خان ۸۸-۱۱۸ تا ۱۱۸
عبدالمجید سندھی شیخ ۵۵
عثمان خان ۱۶
عثمان حبیب ۔ شمیم (دھوراجی) ۱۳۳
عثمان علی میر نظام ۵۲
عثمان جمیل بھائی وکیل (جام نگر) ۱۹۵
عثمان کمال دادا (دیوالی) ۱۱۶
عزیز اللہ ۱۹۸
عمر فاضل فاروقی عمر عبدالکریم فاضل (کراچی) ۱۰-۱۳۹-۱۳۳-۱۳۳
۱۹۳
علاؤالدین خلجی ۱۳

(غ)

غفار کھتری گجی ۱۵۰
غلام حسین ہدایت اللہ ۹۹
غلام محمد گورنر جنرل ۱۹۸
غلام محی الدین دیوان ۱۰۱-۱۸۷
غلام محی الدین شیخ ۹۳-۹۹

(ف)

فتح سنگھ راؤ مہاراجہ اوّل ۲۱
فتح سنگھ راؤ مہاراجہ دوم ۱۷۰-۱۸۸

قطب الدین ایبک ۱۳
فیروز شاہ جام ۳۴

(ق)

قاضی احمد میاں اختر ۳۲ - ۱۳ - ۱۱۶ - ۱۲۷
قاضی تاج الدین ۱۲۶ - ۱۳۳
قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان ۲۵ تا ۴۶ - ۵۲ - ۵۷ تا ۵۹ - ۵۸ - ۶۱ - ۶۹ - ۷۳ - ۷۵ - ۷۶ - ۹۰ - ۹۸ - ۱۰۰ - ۱۰۴ - ۱۱۰ - ۱۲۵ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۴۹
قاسم شعبان والی دو مکانی ۱۴۳ - ۱۴۴ تا ۱۴۹
قاسم عباس پٹیل ۱۸۸
قائد اعظم ریلیف فنڈ ۲۵
قاسم میاں فقیر ۱۵۴
قلات ۳۹
قیصر بانو شہزادی ۴۱

(ک)

کاٹھیاواڑ انڈسٹریز ۳۲ - ۹۳ - ۱۱۰
کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ ۳۱ تا ۳۴ - ۳۳ - ۴۰
کاٹھیاواڑ ڈیفنس فورس ۹۰
کاٹھیاواڑ رجسٹرڈ ۴۳ - ۷۶ - ۸۰
کامل جونا گڑھی ۱۸۹
کانگریس ۳۱ - ۴۲ - ۶۵
کپور تھلہ ۳۶
کتیانہ ۳ - ۱۳ - ۲۹ - ۹۰ - ۱۳۳ - ۱۳۵ - ۱۲۶ - ۱۳۲ - ۱۴۳ - ۱۵۹ - ۱۶۱ - ۱۹۱ - ۱۹۳ - ۲۰۰ ، سابقہ جاگیر جونا ۳۱ ، محلہ کی پٹیل ۱۳ تا ۱۵ ، خونریزی ۱۲۹ ، پہلی لوٹ ۱۳۰ تا ۱۳۱ ، دوسری لوٹ ۱۳۲ تا ۱۳۷ ، میمنوں کی ہجرت ۱۳۸ ، ہجرت کے بعد کی زندگی ۱۳۹ - ۱۴۰
کچھ ۷ - ۱۱ - ۱۵ - ۳۹ - ۱۹۱
کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ ۴۱ - ۱۵۰ - ۱۵۳
کراچی ۵۶ - ۵۸ - ۶۱ - ۶۴ - ۷۰ - ۸۶ - ۹۵ تا ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۵ - ۱۲۱ - ۱۲۹ - ۱۳۳ - ۱۳۶ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ تا ۱۹۸ - ۱۸۳ - ۱۸۵ - ۱۸۷

کرچولی آچاریہ ۱۹۷
کرزن لارڈ، وائسرائے ۳۶
کرشن مہاراج ۸
کشمیر ۱۲ - ۲۵ - ۵۱ تا ۵۴ - ۵۳ - ۶۳ - ۸۸ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۵ - ۱۰۳ - ۱۷۹ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ ، جنگ کشمیر ۹۳ - ۹۵ تا ۹۸ - ۱۱۶ - ۱۲۲ - ۱۴۹ تا ۱۸۰ ، اقوام متحدہ میں ۱۴۹ تا ۱۶۰ - ۱۶۳ تا ۱۸۰
کلکتہ ۳۰ - ۱۲۸ - ۱۹۳
کمارپال ۱۰
کمبھاجی ۳۰
کوڈینار ۳۲ - ۱۳۶ - ۱۵۹
کوکاوڈو ۹۵ - ۱۰۳
کولمبو ۱۳۱
کوئٹہ ۱۹۳
کھمبات ۳۶
کھوڑو محمد ایوب ۱۹۳
کھوکھراپار ۱۹۳ تا ۱۹۸
کیشود ۱۳ - ۹۶ تا ۹۹ - ۱۱۶ - ۱۵۰ تا ۱۵۱
کیمبل جونسن ۴۲ - ۸۶

(گ)

گاؤ دھکرا ۶۳ تا ۱۰۳
گاندھی جی مہاتما ۳۱ - ۵۱ - ۵۳ - ۶۸ - ۷۴ تا ۷۹ - ۱۲۰ - ۱۵۱
گجراتی مسلمان، ہجرت ۱۵۵ تا ۱۶۱ ، ترقی میں ۱۹۶ تا ۱۹۷ ، ۲۰۰ ، سماجی حالات ۱۹۷ ، سیاست میں ۱۹۸ ، گجراتی زبان ۱۹۹
گورمانی مشتاق احمد ۳۴
گرنار پہاڑ ۷ - ۹ تا ۱۰ - ۱۱ - ۲۵ - ۳۵ - ۱۸۳
گرودیال سنگھ بریگیڈیئر ۹۰ - ۱۱۸
گریسی جنرل ۹۸
گلاب سنگھ ۵۳
گلگت ۱۰۶ - ۱۰۹
گنگاوتی ۹
گوالیار ۴۳
گوپال داس دربار ۸۰
گوتم بدھ ۱۰
گودھرا ۱۵۹ - ۳۶
گورکھ ناتھ چوٹی ۹ - ۲۳

گوندل ۶۵ - ۱۵۳ تا ۱۵۴ - ۱۹۰
گوہیلواڑ ۲۷
گھوگھا ۱۸
گیر جنگل ۶ - ۲۸ - ۳۲

(ل)

لاڑکانہ ۵۵
لاک ہارٹ جنرل ۸۳
لاہور ۹۸ - ۱۶۰
لسبیلہ ۳۸
لیاقت علی خان، وزیراعظم پاکستان ۶۹ - ۷۰ - ۸۵ - ۸۲ - ۸۴ تا ۸۸ - ۱۰۳ - ۱۱۳ - ۱۱۹ - ۱۳۵
لیمڑی ۹۰

(م)

مالوہ ۱۱
مادھو سنگھ جی ۱۲
مانا ودر ریاست ۱۵ تا ۲۰ - ۲۰ - ۹۳ تا ۹۳ - ۱۳۹ - ۱۴۳ - ۱۶۳ - ۱۷۶ - ۱۸۱ - ۱۸۶ - ۱۸۸
مانا ودر یوسف جی (دیوان) ۱۰۲ تا ۱۰۵ - ۱۳۹ - ۱۴۳ - ۱۲۵ تا ۱۳۵
منگرول ۱۰۲ تا ۱۰۶ - ۱۰۹ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۸۱ - ۱۸۸
ماؤنٹ بیٹن لارڈ گورنر جنرل ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۶ - ۴۹ - ۵۳ - ۵۶ - ۵۷ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۷۷ - ۸۵ - ۸۸ - ۹۲ - ۹۶ - ۹۸ - ۱۰۰ - ۱۱۳ تا ۱۱۴
مجاہد ۱۰۲ تا ۱۰۵ - ۱۳۳
مجاہد خان جنرل ۱۸۸ تا ۱۸۹ - ۱۹۸
محمد پٹیل ۱۱۶
محمد تغلق ۱۳
محمد حسین پردیسی (کتیانہ) ۱۳۰
محمد عبداللطیف (کتیانہ) ۱۳۳
محمد علی چودھری ۹۶ - ۱۱۵
محمد ولی محمد جیتوئی (کتیانہ) ۱۳۳ - ۱۹۳
محمد میاں مولوی ۱۰۸
محمود بیگڑا ۱۴ تا ۱۵
محمود غزنوی ۱۲

محمد شاہ ترمذی ۷۰ - ۱۸۹ تا ۱۹۰
مدھیہ پردیش ۳۰
مسلم ہیرالڈ ۱۵۳
"مسلم آواز" ۶۶ - ۱۳۳
مسلم گجرات ۱۳۳
مسلم لیگ ۳۲ - ۹۰ - ۱۱۰ - ۱۹۳ - ۱۹۳
مظفر شاہ اوّل ۱۴ تا ۱۵
مظفر شاہ سوم ۱۵ تا ۱۶
مکران ۳۸
ملک تاجی ۱۳
منشی کے ڈیم ۵۳ - ۸۰
منی لال دوشی ۸۰
موتی بڑیا ۱۰۲ تا ۱۰۳
موربی ۶۸
(حاجی) موسیٰ عمر بھوجا (کتیانہ) ۱۳۳
موسیٰ عمر اینڈ سنز ۱۹۳
موہن لال پاریکھ ۹۲ - ۹۳ - ۱۳۹
مہابت خان اوّل ۲۰
مہابت خان ثانی ۲۳ تا ۲۴
مہابت خانجی سوم نواب ۵۶ - ۵۶ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۱۳۳ - ۱۸۸ - ۱۹۲ - ۲۰۰ ، دورِ حکومت ۲۶ تا ۳۱ ، الحاق کا اعلان ۵۳ ، دستاویز پر دستخط ۵۹ ، ثابت قدمی ۶۹ تا ۷۰ ، جونا گڑھ سے روانگی ۹۹ تا ۱۰۱ ، خونریزی کے مسئلہ کا حکم ۱۱۸ ، وفات ۱۸۵
مہابت خانجی روڈ ۱۹۱
مہوا ۴۸
میرپور خاص ۱۹۷
میسور ۳۸
میمن برادری ۳۱ - ۶۶ تا ۹۶ - ۱۳۳ تا ۱۳۵ - ۱۸۱ - ۱۹۳ ، قبل تقسیم تجارتی شان و شوکت ۲۹ تا ۳۱ ، پٹیل کی دھمکیاں ۱۲۲ ، پاکستان سے ہجرت ۱۰۰ ، ۱۲۰ تا ۱۲۸ ، کتیانہ سے ہجرت ۱۳۸ ، دیگر مقامات سے ہجرت ۱۴۵ تا ۱۴۸ ، امدادی کارروائی ۱۵۶ تا ۱۸۸ ، مالی نقصانات ۱۹۳ ، پاکستان کی ترقی میں حصہ ۱۹۵ تا ۱۹۶ ، سماجی حالات ۱۹۶
میمن چیمبر آف کامرس بمبئی ۱۹۱
میمن ریلیف کمیٹی کراچی ۱۶۳ تا ۱۶۸
مینن، وی پی ۳۶ - ۳۹ - ۵۰ - ۵۸ - ۶۵ - ۷۲ تا ۷۴ - ۷۶ تا ۷۸ - ۹۳ - ۹۶ تا ۹۸ - ۱۰۲ تا ۱۱۳ - ۱۱۵ تا ۱۳۳ - ۱۳۴

(ن)
نارتھ کوٹ لارڈ ۲۵
نانا وتی ڈاکٹر ۱۳۳
نبی بخش محمد حسین ۵۷۔۵۸
نتھو کھوکھر ۱۳۰
نتھو سنگھ راٹھا ۱۳۴۔۱۵۷
نریندر تھوانی ۸۰
نشتر عبدالرب ۱۰۳۔۱۱۵
نصیر الدین شیخ ۱۰۷ تا ۱۰۸۔۱۸۷
نظام الملک ۵۲
نکوم۔ اے۔ این ۱۳۸
نگر ریاست ۱۰۹
نواں نگر ریاست ۶۸۔۹۰۔۱۰۳۔۱۰۷
نوتن سوراشٹر ۶۵
نور محمد ترک ۱۶۹
نور محمد جمال "فوٹو ڈیکوریشن" ۱۵۳
نور محمد گیگا پروسیس (کتاب) ۱۳۰
نیالچند مولچند ۶۹
نہرو جواہر لال پنڈت وزیر اعظم بھارت ۴۳۔۵۳۔۶۸۔
۶۹۔۷۴۔۷۷۔۸۲۔۸۵۔۸۹۔۹۳۔۱۱۳ تا ۱۱۴۔۱۱۹
نیلم برج ۷۶۔۱۱۳۔۱۱۵۔۱۱۸
نیوز ویک ۱۶۹

(و)
واکر کرنل ۳۱
واگھیر ۹۸
"وطن" بمبئی ۹۶
"وطن" کراچی ۱۳۳
وکٹوریہ جامانی ۴۰
وبھی پور ۳
ولی محمد قاسم دادا (باٹوا) ۱۴۳۔۱۶۵
ونتھلی ۱۲۔۱۳۔۳۱۔۱۳۸ تا ۱۴۰۔۱۹۱
"وندے ماترم" ۶۲۔۶۳۔۶۶۔۷۷
ویراول ۵۔۶۔۵۴۔۶۵۔۷۶۔۷۳۔۷۹۔۸۸۔۹۰۔۱۲۴۔
۸۸۔۸۹۔۱۳۶ تا ۱۳۷۔۱۳۸
وجوری ۱۵۶۔۱۶۵ تا ۱۶۷
ویول لارڈ ۴۳
وی۔ ایچ۔ اے۔ ختی وولی محمد حاجی عبدالغنی ایوانی جیتپور ۱۴۷

(ھ)
ہارون عثمان سیٹھ "آگ" ونتھلی ۱۳۸
ہاروے جونز ۱۰۱۔۱۱۲۔۱۱۳۔۱۱۵۔۱۱۶۔۱۱۸
ہاشم خان کھوکھر ۱۲۹۔۱۳۳
ہاشم رضا ۱۶۸
ہاشم کارا گھانچی ۱۵۰
ہمانی (ہاشم حاجی موسیٰ پال والا امرشی) ۱۶۱
ہالار ۱۲
ہالوجی ۱۹
ہمایوں ۱۷
ہنٹر۔ جے۔ ایم کرنل ۳۷
ہری رام پوسٹ مین ۱۵۳
ہری کرشنے دیوان ۲۳
ہری سنگھ مہاراجہ ۵۳۔۹۳۔۹۷ تا ۹۸۔۱۰۴
ہنزہ ریاست ۱۰۹
ہنونت سنگھ مہاراجہ ۳۵ تا ۳۶
ہیریس گورنر ۲۵

(ی)
یوسف ابراہیم موتی والا (امرشی) ۱۴۷
یوسف مکلائی (ویراول) ۱۱۷
یو۔ پی ۹۳۔۱۵۹۔۱۶۶

مصنّف کی دیگر تصانیف

میمن برادری کی تاریخ پر تحقیقاتی کتب

۱. پاکستان اور میمن برادری (گجراتی) (1982)

۲. میمن تاریخ کا خاکہ (گجراتی) 1983

ADAMJEE:
Story of a great Patriot (1984)

Memorable Memons (1986)

گجراتی تراجم

۵. بائبل، قرآن اور سائنس
(Maurice Bucaille: Bible, Quran & Science)

۶. حضرت محمدؐ
(1985) K.L. GAUBA: Prophet of the desert).

۷. علی آئے (اشاعت ثانی) (1989)
(D.F.KARAKA: Then came Hazrat Ali)

۸. اُنّیس (1987)
(Khalifa Rashad: Quran the visual presentation of the Miracle)

۹. ارتقائے انسان
(Maurice Bucaille: Origion of Man)

۱۰. عالمی مندی کا زہریلا چکر (1989)
(Ravi Batra: Great depression of 1990s)

ان کتابوں کا اسٹاک ختم ہوچکا ہے۔

تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

الحاقِ جوناگڑھ

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی

بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامل داس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جوناگڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

اس کے نتیجے میں ریاست جوناگڑھ کا نام ونشان مٹ گیا۔ دولت مند میمنوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ و برباد ہوگئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و ولولے کے نتیجے میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہوگئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جوناگڑھ کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔

جوناگڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔

مصنّف کا تعارف

گجراتی زبان کے مشہور محقق و مصنّف حبیب لاکھانی ۱۹۲۵ء میں کاٹھیاواڑ کے شہر امریلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ۱۹۴۲ء میں بمبئی یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیابی حاصل کی۔ آزادی کے فوراً بعد وہ کراچی آگئے اور ۱۹۵۱ء میں روزنامہ "ڈان" (گجراتی) سے اپنی صحافت اور ادبی کارکردگی کی ابتداء کی۔ اس دوران انہوں نے ایک مخلص سماجی کارکن کے طور پر بھی شہرت پائی۔ ۱۹۷۷ء میں آنکھ کی بیماری کی وجہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس وقت تمام گجراتی مدیروں نے ایک شاندار جلسہ میں خراج تحسین کے طور پر ایک طلائی تمغہ کے ساتھ جذباتی ماحول میں انہیں الوداع کہا۔

چند آپریشنوں کے بعد آنکھوں کی کچھ بینائی پلٹتے ہی وہ پھر سے میدانِ ادب میں دگنے جوش و ولولے کے ساتھ کود پڑے اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۹ء تک کے آٹھ سالوں کے دوران ان گنت مضامین کے علاوہ گیارہ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے تراجم کی کچھ کتابیں مختلف مذہبی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی ماندہ کتابیں میمن برادری کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان میں دو انگریزی تصانیف بھی شامل ہیں۔ موجودہ کتاب ان کی پہلی اردو تصنیف ہے۔ اس وقت ان کی قوت بصارت نہایت محدود ہونے کے باوجود بھی اللہ کی مہربانی سے ان کا قلم پہلے کی طرح رواں دواں ہے۔